مَن یُرِدِ اللہُ اَن یَّہدِیَہٗ یَشرَح صَدرَہٗ لِلاِسلَام

الحمد صدکہ مقدمہ جامع الدر حسین ترجمہ فقہ اکبر مع کتاب الوصیتہ امام ہمام ابو حنیفہ مع زوائد شرح ملا علی قاری و فوائد نسفے متعلق عقائد اصول ایمان او فصول متعلق قواعد فروع اجتہاد و اعمال ارکان ہیں سمی

مقدمہ عین الہدایہ

یعنے ترجمہ کتاب الہدایہ جو کہ مسائل اصل مذہب کے ساتھ مسائل مفتی بہا کو جامع بکمال تحقیق با سند تخریج احادیث مطبع کے جانب سے عالم اجل مولینا امیر علی صاحب مترجم فتاوی عالمگیری نے تالیف و ترجمہ فرمایا ہے

قانونی کتب خانہ ○ کچہری روڈ ○ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ حمدا یوافی نعمہ ویکافی مزیدہ والصلوۃ والسلام علی سید رسلہ وانبیائہ وعلی آلہ واصحابہ واتباعہ الی یوم الدین وعلی جمیع الانبیاء والمرسلین اجمعین ۔ اما بعد۔ یہ ترجمہ کتاب مستطاب ہدایہ فی شرح البدایہ اپنی نہایہ تنقیح مع توضیح سے معراج الدرایہ ہر اور کامل تحقیق مع تہذیب سے مغز کفایہ ہر مع ہذا ذخیرہ مسائل اصول سے کنز دقائق ور خلاصہ زیادات فتاوی سے تبیین الحقائق ہر بدائع معانی نوازل وواقعات صحیحہ کا جامع مجمع البحار بدرر منافع ہر لفظ مین مختصر کافی ومعانی مین مبسوط وافی ہر تحقیق فقہ حنفیہ مین مختصر نافع کثیر گویا جامع کبیر بجسم صغیر ہر فللہ الحمد والمنۃ ومنہ الہدایہ فی البدایہ والنہایہ وصل اللہ تعالی جل شانہ نے اجتہادات افضل المجتہدین امام الائمہ ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالی کو ایسا قبول عام عنایت فرمایا کہ ملت اسلامیہ جہانتک روے زمین پر پھیلی ہر نصف سے زائد مومنون کو اسی فقہ پر اپنا عبادت کرنیوالا رکھا اور امر بہت سے اکابر اولیا رصاحب آیات وکرامات ظاہر فرمائے یہ دلیل بدیہی حقیت اجتہاد اور برہان روشن صدق اعتقاد امام اہل حمد اللہ ہو اور قوی دلائل فروع فقہی کے عنقریب انشاء اللہ تعالی کتاب مین مذکور ہونگے ۔ وصل فقہ کے تین جزو ہین اول فقہ اکبر یعنی اعتقادات حقہ کہ جب تک صحیح اعتقاد نہو بدنی اعمال رائگان ہین دوم فقہ اوسط یعنی قلبی خلوص نیت وغیرہ کہ جیسی نیت ہو ویسی عمل کا ثمرہ ہر ۔ سوم فقہ اصغر یعنی ظاہری اعضاء کے اعمال مانند رکوع وسجود وغیرہ جب تک علم نہو یہ اعمال صحیح نہونگے ۔ اور تنقیح و توضیح مین تصریح کی کہ فقہ دوم یعنی باطنی اعمال وتہذیب اخلاق جنکو تصوف کہنے لگے ہین یہ امام رحمہ کے عہد مین بدا علم فقہ تھا مترجم نے جملہ اجزاء فقہ کو جمع کر لیا اسطرح کہ اول مقدمہ مین ترجمہ فقہ اکبر مع افادات عقائد نسفی و شرح اور فقہ دوم کی ضروریات کتاب کے ترجمہ مین علحدہ نشان سے شامل کیے ۔ پھر مسائل کتاب یعنی

کے صحیح مسائل ہین جو امام رح سے مروی ہین اور امام محمد کے جامع صغیر وغیرہ چھ کتابون کے بعضے زائد مسائل بھی مع حوالہ کے
فائدہ مین بڑھائے وہ بھی اصول ہین - پھر بعد زمانہ امام وصاحبین کے جو واقعات جدید پیش آئے جنمین مشائخ نے فتوے
دیے یا اصول سے استنباط کیے انکی ضرورت بہت ظاہر ہی پس ذیل فائدہ مین ان مسائل کو بڑھا دیا تا کہ اس کتاب سے باہر
تلاش کی حاجت نہو بلکہ مختلف اقوال چھوڑ کر جس قول پر فتوے تھا وہی لکھا تا کہ ہر مسئلہ مین مفتی بہ قول معلوم ہو وصل در علم نعمت کی
ہو عظمت و جلال الٰہی کو وہی پہچانے جو عالم ہو قال تعالیٰ انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء - اور جس نے اللہ تعالیٰ کو پہچانا اسکا اعلیٰ
درجہ ہو قال تعالیٰ شہد اللہ انہ لا الٰہ الا ہو والملائکۃ واولو العلم - پھر جو کوئی اس علم کو حاصل کرنے مین سعی کرے اسکی فضیلت مین
حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ جو کوئی ایسی راہ چلا جسمین علم طلب کرتا ہو تو اللہ
اسکو جنت کی راہون سے ایک راہ چلاتا ہو - اور علم طلب کرنیوالے کی خوشی کے لیے ملائکہ اپنے بازو بچھاتے ہین اور عالم
کے لیے جو چیزین آسمانون و زمین مین ہین حتی کہ مچھلیان پانی کے اندر اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا مانگتی ہین - اور عالم کی فضیلت
عابد پر ایسی جیسے چودھوین رات کے چاند کی فضیلت باقی ستارون پر ہو اور انبیاء کے وارث علماء ہین - اور انبیاء نے کچھ درم
و دینار کی میراث نہین چھوڑی بلکہ علم ہی میراث چھوڑا ہو سو جس نے اس علم کو لیا اسنے بھرپور حصہ پایا - رواہ الامام احمد والترمذی
وابو داود وابن ماجہ والدارمی - واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے
علم طلب کیا پھر اسکو پا گیا تو اُسکے لیے دوگنا ثواب ہو اور اگر نہ پایا تو اُسکے لیے ایک ثواب ہو - رواہ الدارمی - ابن عباس
رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رات مین ایک ساعت علم پڑھنا پڑھانا تمام رات کی عبادت سے بہتر ہو - رواہ الدارمی وغیرہ - حدیث
مین فرمایا کہ ایک فقیہ بہ نسبت ہزار عابدون کے شیطان پر سخت و دشوار ہو جاتا ہو - رواہ الترمذی وابن ماجہ - یہ اُس
فقیہ کا مرتبہ اعلیٰ ہو جو شیطان و نفس کے مکائد سے آگاہ اور معارف الٰہیہ مین راسخ ہو پھر فضائل علم و فقہ مین آیات کریمہ
واحادیث صحیحہ بہت کثیرہ ہین یہ صرف نمونہ ہی - پس جو وحدانیت الٰہی جل شانہ و صدق رسالت حضرت سرور انبیاء محمد صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کے ایمان و یقین سے مشرف و منور ہو اور برابر صدق دل سے فقہ کے اعلیٰ و اوسط و اصغر سب کے حاصل
کرنے مین سعی بلیغ کرے مرتبہ اعلیٰ پر پہونچیگا - وصل بیان فقہ اعلیٰ یعنی عقائد ترجمہ فقہ اکبر امام ہمام قدوۃ الانام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ
بسم اللہ الرحمن الرحیم قال الامام یجب ان یقول امام نے فرمایا کہ اسطرح کہنا واجب ہو کہ ف اسمین اشارہ ہی
کہ دلی تصدیق کا زبان سے اقرار کرنا واجب ہی بطور شرط تا کہ مومن جان کر اسکے ساتھ کافرون کا برتاو نہو یہی امام ابو حنیفہ رح
روایت اور یہی شیخ ماتریدی و شیخ اشعری کے نزدیک صحیح ہو اور آیات اسی پر شاہد کہ ایمان کا محل دل ہو کقولہ تعالیٰ اولئک کتب
فی قلوبہم الایمان اور کقولہ تعالیٰ ولما یدخل الایمان فی قلوبکم - اور زبان کا اقرار اسکو مومن کہنے کے لیے ہو یہی محققین فقہاء کا
مذہب ہو پھر زبان سے گواہی کا لفظ کہنا ضروری نہین بلکہ یہ کہنا کافی کہ آمنت باللہ مین ایمان لایا اللہ تعالیٰ کا ف کہ وہ
موجود برحق ذات مین اکیلا اور صفات مین نرالا ہو قال تعالیٰ قولوا امنا باللہ وما انزل علینا وما انزل الخ وقولہ تعالیٰ
امن الرسول بما انزل الیہ من ربہ الآیۃ - م - وملائکتہ اور اللہ تعالیٰ کے ملائکہ کا ف کہ ملائکہ موجود اور اللہ تعالیٰ کے معصوم بندے ہین
گناہ و نافرمانی نہین کرسکتے اور عقل کیطرح نر و مادہ نہین ہوسکتے قال تعالیٰ بل عباد مکرمون لا یسبقونہ بالقول الآیۃ وقال انہم لا یعصون

اللہ ما امرہم ویفعلون ما یؤمرون الآیۃ - وکتبہ اور اسکی کتابون کا ف مانند توریت وانجیل وزبور وقرآن کے اور جو مقدر ہون
کوئی تعداد معین نہین ہی - ق - ورسلہ اور اسکے سب رسولون کا ف یعنے اللہ تعالی کے سب پیغمبر حضرت آدم سے لیکر حضرت
محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک برحق ہین خواہ آنپر کتاب یا صحیفہ نازل ہوا ہو یا صرف وحی بھیجی گئی ہو - خواہ ہم کو انکا نام معلوم ہو یا نہو
والیوم الآخر اور روز قیامت کا ف کہ وہ ضرور آنے والا دن ہی والبعث بعد الموت اور اٹھائے جانے کا بعد موت کے
ف اول تو قبر مین واسطے سوال منکر نکیر کے اور دوم قیامت کبری مین ہر جاندار کا حشر ہوگا اگرچہ روح پھونکے جانیکے بعد
مردہ پیدا ہوا یا گر گیا ہو بقول صحیح - مق - بقولہ تعالی قل یحییہا الذی انشاہا اول مرۃ الآیۃ والقدر خیرہ وشرہ من اللہ تعالی
اور مین ایمان لایا اللہ تعالی کی طرف سے تقدیر پر ف کہ بھلائی و برائی سب اللہ تعالی کی طرف سے مقدر ہی کسی کی تدبیر سے
بدلتی نہین ہی - لیکن کسی معاملہ مین پہلے یہ نہین معلوم کہ اللہ تعالی کی کیا تقدیر ہی پھر جو واقع ہوا ہی مقدر ہونا معلوم ہوگیا لقولہ
تعالی قل کل من عند اللہ الآیۃ - والحساب والمیزان والجنۃ والنار حق کلہ اور مین ایمان لایا کہ حساب قیامت کا اور
تلنا اعمال کا میزان مین اور جنت و دوزخ سب برحق ہین ف یون ہی صراط وحوض کوثر و دیگر احوال و وقائع قیامت کے
سب حق ہین - پھر امام رح نے جزو اعظم یعنی معرفت الہی کی توضیح شروع کی - واللہ تعالی واحد لا من طریق العدد ولکن
من طریق انہ لا شریک لہ اور اللہ تعالی واحد ہی مگر گنتی کے طریقہ سے نہین بلکہ اس معنی مین واحد ہی کہ اسکا کوئی شریک
نہین ف یعنی وحدانیت یہ نہین کہ وہ ایک دو تین گنتی مین ایک ہی بلکہ گنتی اسکی پیدا کی ہوئی چیز ہی تو معنی یہ کہ لا الہ الا اللہ یعنی
الوہیت کسی مین نہین سوائے اسکے - لہذا سورۂ توحید تلاوت کی قل ہو اللہ احد کہدے ای محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ اللہ
اکیلا ہی ف یعنی ذات وصفات مین اسکا شریک نہین ہی - اللہ الصمد اللہ تعالی ہی صمد ہی ف کسی کا محتاج نہین اور سب اسی کے
محتاج ہین لم یلد - نہ وہ کسی کو جنا ف تو جسنے کہا کہ اسکا بیٹا ہی اسنے اللہ تعالی کو نہ پہچانا وہ کافر ہی - ولم یولد اور نہ وہ کسی سے
پیدا ہوا - ولم یکن لہ کفوا احد - اور نہ اسکا کوئی کفو ہی ف تو جورو بچہ محال ہی اور نہ کوئی اسکے مثل نہ ہمجنس و نہ مشابہ اور نہ
مانند ہی - لا یشبہ شیأ من الاشیاء من خلقہ وہ پاک عزوجل مشابہ نہین اپنی مخلوق مین سے کسی چیز کے ساتھ ف یعنی جو کچھ
اسکے سوائے ہی وہ قطعاً اسی کی مخلوق ہی وہ اس مخلوق مین سے کسی کے ساتھ مشابہ بھی نہین ہی - ولا یشبہہ شیء من خلقہ
اور نہ کوئی چیز اسکے خلق مین سے اسکے ساتھ مشابہ ہی ف لقولہ تعالی لیس کمثلہ شیء وہو السمیع البصیر - یعنی نہین اسکی مثال کوئی
چیز اور وہی سمیع بصیر ہی - اس سے معلوم ہوا کہ سننے والا دیکھنے والا جسطرح اللہ تعالی کی صفت ہی اسمین کسی مخلوق کی مشابہت
بالکل نہین ہی پس جسنے اللہ تعالی کی کسی صفت کو کسی مخلوق کی صفت سے مشابہ کیا تو وہ اللہ تعالی سے کافر ہوا لم یزل
ہمیشہ سے ہی ولا یزال اور ہمیشہ رہیگا ف یعنی ایک شان پر بدون تغیر و تبدل کے مع اسمائہ اپنے نامون کے
ساتھ - وصفاتہ الذاتیۃ والفعلیۃ اور اپنے سب صفات کے ساتھ خواہ وہ صفات ذاتی ہین یا فعلی ہین ف یعنی اسکی
سب صفات کمال ہین اور قدیم لم یزل ولا یزال ہین اور صفات کا ظہور دو طرح سے ہی ایک صفات ذاتیہ دوم صفات فعلیہ
اور ہمارے نزدیک صفت ذاتی ہر وہ صفت ہی جس سے اللہ تعالی نے اپنا وصف فرمایا اور اس صفت کی ضد جائز نہین
جیسے علم پس اللہ تعالی علیم ہی یہ صفت ذاتی کیونکہ اسکا ضد تو جہل ہی جو اللہ تعالی کی شان مین محال ہی - اور صفت فعلی وہ کہ اسکا

اسکے بھی ہونگے جیسے رحمت وغضب ہیں۔ اما الذاتیة فالحیوة پس صفات ذاتیہ یہ ہیں ایک حیات ف کقولہ تعالی الحی القیوم
والقدرة دوم قدرت۔ والعلم سوم علم۔ والکلام اور چہارم کلام ف کقولہ تعالی کلم اللہ موسی تکلیما۔ والسمع والبصر اور پنجم
سمع اور ششم بصر ف کقولہ تعالی وہو السمیع البصیر۔ والارادة ہفتم ارادہ ف کقولہ تعالی یرید اللہ بکم الیسر۔ واضح ہو کہ صفات
ذاتی میں سے احدیت ذات اور واحدیت صفات اور صمدیت اور عظمت و کبریائی بھی ہیں۔ واما الفعلیة اور یہ ہیں صفات فعلیہ
فالتخلیق تو پیدا کرنا ف اللہ خالق کل شیء۔ والترزیق اور رزق دینا ف یرزق من یشاء۔ والانشاء اور نو بنانا ف
ہو الذی انشأ جنات۔ والابداع اور بے مثال چیزوں کو ظاہر کرنا ف ہو یبدئ و یعید۔ والصنع اور صنعت کرنا ف صنع اللہ الذی
اتقن کل شیء۔ وغیر ذلک من صفات الفعل اور انکے سوائے جو صفات فعل ہیں سے ہیں ف سب اسکے صفات فعلی
ہیں مثل رحمت و غضب و رضا و محبت وغیر ذلک بہت ہیں۔ لم یزل ولا یزال باسمائہ وصفاتہ لم یحدث لہ اسم ولا صفة
وہ اپنے اسماء و صفات کے ساتھ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہیگا کوئی اسم یا کوئی صفت اسکے لیے حادث نہیں ہوئی ہے
ف اسکی توضیح یہ ہے کہ لم یزل عالما بعلمہ والعلم صفة فی الازل وہ ہمیشہ سے عالم ہے اپنے علم کے ساتھ اور علم اسکی
صفت ازلی ہے۔ وقادرا بقدرتہ والقدرة صفة فی الازل اور ہمیشہ سے قادر ہے اپنی قدرت کے ساتھ اور قدرت
اسکی صفت ازلی ہے ف یعنی یوں ہی ہمیشہ سے ہے ہمیشہ اسکی صفت رہیگی۔ ومتکلما بکلامہ والکلام صفة فی الازل
اور ہمیشہ سے متکلم ہے اپنے کلام کے ساتھ اور کلام اسکی صفت ازلی ہے۔ وخالقا بتخلیقہ والتخلیق صفة فی الازل اور
ہمیشہ سے خالق ہے اپنی تخلیق کے ساتھ اور پیدا کرنا اسکی صفت ازلی ہے۔ وفاعلا بفعلہ والفعل صفة فی الازل
اور ہمیشہ سے فاعل اپنے فعل کے ساتھ ہے اور کرنا اسکی صفت ازلی ہے ف غرضکہ مخلوق یا مفعول کے پیدا ہونے سے
اسکی صفت کوئی حادث نہیں ہوئی لہذا فرمایا۔ الفاعل ہو اللہ تعالی والفعل صفة فی الازل والمفعول مخلوق
وفعل اللہ غیر مخلوق اور فاعل وہی اللہ تعالی ہے اور فعل اسی کی صفت ازلی ہے اور فعل سے جو مفعول ہوا وہ البتہ
مخلوق ہے اور اللہ تعالی کا فعل کچھ مخلوق نہیں ہے۔ وصفاتہ فی الازل غیر محدثة ولا مخلوقة اور ازل میں صفات الہی
نہ پیدا ہوئی ہیں اور نہ مخلوق ہوئی ہیں ف یعنی نہ خود پیدا ہو گئی ہیں اور نہ اسنے پیدا کر دی ہیں بلکہ صفات کی شان
اسکی ذات پاک کے ساتھ ہے۔ فمن قال انہا مخلوقة او محدثة او وقف فیہا او شک فیہا فہو کافر باللہ تعالی
پس جو کوئی کہے کہ یہ صفات الہی مخلوق ہیں یا نئی پیدا ہو گئی ہیں یا انکے بارہ میں توقف کرے یا انمیں شک لاوے
تو وہ اللہ تعالی سے کافر ہے ف توقف کے معنی یہ ہیں کہ بالفعل یہ یقین نہ کرے کہ یہ صفات یوں ہی ازلی قدیم ہیں اور
کہے کہ غور کر کے پہچانونگا تو وہ اسوقت کافر رہیگا یہانتک کہ یقین کرے کہ قدیم ہیں۔ والقرآن کلام اللہ فی المصاحف
مکتوب وفی القلوب محفوظ وعلی الالسن مقروء وعلی النبی صلی اللہ علیہ وسلم منزل۔ اور قرآن اللہ تعالے کا
کلام ہے مصحفوں میں لکھا گیا اور قلوب میں حفظ کیا گیا اور زبانوں پر پڑھا گیا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا گیا ہے
ولفظنا بالقرآن مخلوق وکتابتنا وقراءتنا لہ مخلوقة والقرآن غیر مخلوق اور قرآن کے ساتھ ہمارا تلفظ کرنا
مخلوق ہے اور ہمارا اسکو لکھنا و تلاوت کرنا بھی مخلوق ہے ولیکن خود قرآن پاک مخلوق نہیں ہے ف یعنی کلام الہی اسکی

صفت ازلی ہی ولیکن عوام پر شتبہ ہوتا تھا کہ ہم پڑہنے لکہنے مین اسکے لفظ آواز وحروف سے نکالتے ہین، دراس سے زیادہ انکی نظر کام نہین کرتی تو فرمادیا کہ لفظ وقرارت وکتابت یہ ہمارے افعال مخلوق ہین اور قرآن عظیم مخلوق نہین ہی۔ (تنبیہ) قدیم کہنا سلف صالحین وائمہ مجتہدین سے ثابت نہین اور نہ اسمار الحسنی مین ہی لہذا اللہ تعالے پر قدیم کا اطلاق نہ چاہیے۔ متن پھر وہم ہوتا تھا کہ اللہ تعالی نے قرآن مین موسی وفرعون کے واقعات فرمائے حالانکہ یہ سب حادث ہین تو قرآن قدیم ہونے کے کیا معنی ہین امام رح نے فرمایا۔ وماذکرہ اللہ تعالی فی القرآن عن موسی وغیرہ من الانبیار علیہم السلام وعن فرعون وابلیس فان ذلک کلہ کلام اللہ تعالی اخبار اعنہم وکلام اللہ تعالی غیر مخلوق وکلام موسی وغیرہ من المخلوقین مخلوق والقرآن کلام اللہ تعالی لا کلامہم اور جو کچھ اللہ تعالی نے قرآن مین موسی وغیرہ انبیار علیہم السلام کو یا فرعون وابلیس وغیرہ کو ذکر کیا تو یہ سب اللہ تعالی کا کلام ہی جو ان لوگون سے خبر فرمائی ہی اور اللہ تعالی کا کلام مخلوق نہین اور موسی وغیرہ مخلوقات کا کلام البتہ مخلوق ہی اور قرآن اللہ تعالی کا کلام ہی کچھ انکا کلام نہین ہی ف یعنی اللہ تعالی نے اپنے علم ازلی سے کلام قدیم ازلی فرمایا کہ مثلاً موسی نے یون کہا اور فرعون نے یہ جواب دیا حالانکہ اسوقت موسی وفرعون کا وجود نہین تھا پھر اسی کے موافق ابلیس سے جب وہ پیدا ہوگیا ہی تب سرزد ہوا اور اسی کے موافق موسی علیہ السلام وفرعون سے مخلوق ہوجانے مین سرزد ہوا ہی تو کلام اللہ تعالی ازلی غیر مخلوق ہی اور اسی کے موافق جو موسی وغیرہ سے سرزد ہوا وہ انکا کلام ہوا اور جیسے یہ لوگ مخلوق تھے انکا کلام بھی مخلوق ہی۔ وسمع موسی کلام اللہ کما قال تعالی وکلم اللہ موسی تکلیما اور موسی نے کلام الٰہی کو سنا چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا وکلم اللہ موسی تکلیما ف یعنی موسی علیہ السلام نے حقیقۃ کلام اللہ تعالی کو سنا اور وہ کلام ازلی ہی اور موسی علیہ السلام حادث اور انکا سننا حادث ہی۔ وقد کان اللہ تعالی متکلما ولم یکن کلم موسی وقد کان اللہ تعالی خالقا فی الازل ولم یخلق الخلق لیس کمثلہ شئی وہو السمیع البصیر فلما کلم موسی کلمہ بکلامہ الذی ہو لہ صفۃ فی الازل اور بیشک اللہ تعالی متکلم تھا حالانکہ اسنے موسی سے کلام نہ کیا تھا اور بیشک اللہ تعالی خالق تھا ازل مین حالانکہ اسنے خلق پیدا نہ کی تھی (اسکی شان مین قیاس ووہم عاجز ہین کما قال تعالی) لیس کمثلہ شئی وہو السمیع البصیر یعنی کوئی شی اسکے مثل نہین اور وہ سمیع بصیر ہی۔ پس جب اسنے موسی علیہ السلام سے کلام فرمایا تو اُس سے اپنے اسی کلام سے تکلم کیا جو اللہ تعالی کی صفت ازلی ہی۔ وصفاتہ کلہا بخلاف صفات المخلوقین اور صفات الٰہی سب برخلاف مخلوقین کی صفات کے ہین یعنی باہم کچھ مشابہت نہین ہی۔ یعلم لا کعلمنا ویقدر لا کقدرتنا ویری لا کرویتنا ویسمع لا کسمعنا وہ جانتا ہی بدون مشابہت ہمارے جاننے کے اور وہ قدرت رکھتا ہی بلا تشبیہ ہماری قدرت کے اور وہ دیکھتا ہی بدون مشابہت ہمارے دیکھنے کے اور سنتا ہی نہ اس تشبیہ کے ساتھ جیسے ہم سنتے ہین ف یعنی اللہ تعالے ومخلوقات کی صفات مین کچھ مشابہت نہین ہی صرف لوگ اپنی زبان مین مشترک لفظ بولتے ہین۔ ویتکلم لا ککلامنا ونحن نتکلم بالآلات والحروف واللہ تعالی یتکلم بلا آلۃ ولا حروف والحروف مخلوقۃ وکلام اللہ تعالی غیر مخلوق۔ اللہ تعالی کلام فرماتا ہی نہ مانند ہمارے کلام کرنے کے کہ ہم تو زبان ومونہہ ودانت وغیرہ آلات اور حروف سے کلام

کرتے ہین اور اللہ تعالی بدون کسی آلہ اور حروف کے کلام فرماتا ہی اور حروف تو مخلوق ہین اور اللہ تعالی کا کلام مخلوق نہین ہی۔ واللہ تعالی لیس بجسم ولا جوہر ولا عرض اور اللہ تعالی جسم نہین ہی اور نہ جوہر اور نہ عرض ہی۔ **ف** عرض اسکو کہتے ہین جو بغیر دوسری چیز کے خود قائم نہو جیسے خوشبو یا رنگ وغیرہ اور جوہر وہ جو کہ خود قائم ہو جیسے وہ چیز جس مین خوشبو قائم ہو اور جسم ان دونون سے مرکب ہوا کرتا ہی اور جوہر جزو لا یتجزی کو بھی کہتے ہین۔ امام ابو حنیفہ رح نے کہا کہ اللہ تعالی عمرو بن جہیم کا برا کرے کہ اسی نے لوگون مین جوہر وعرض واجسام کی بحث کا دروازہ کھولا۔ واضح ہو کہ جس اللہ تعالی کی شان مین کچھ تصور باندھا اسنے کبھی اللہ تعالی کی عبادت نہ کی بلکہ اس تصویر کی عبادت کی جو اسکے وہم مین ہی۔ ولا حد لہ ولا ضد لہ ولا ند لہ ولا مثل لہ اور اللہ تعالے کے واسطے حد ونہایت نہین ہی اور نہ اسکا کوئی ضد یعنے مخالف ومانع ہی اور نہ اسکا کوئی شبیہ وشریک ہی اور نہ اسکا ہمسر وہمجنس ہی قال تعالی لیس کمثلہ شیٔ وہو السمیع البصیر اسکے مثل کوئی چیز نہین اور وہ سمیع بصیر ہی **ف** ملا علی قاری رح نے کہا کہ حاصل کلام یہ ہی کہ اللہ تعالی نہ مخلوق کے مشابہ ہی اور نہ کوئی مخلوق کسی طرح خالق عزوجل کے مشابہ ہی پس اللہ تعالی جل جلالہ نہ محدود ہی اور نہ گنتے مین ہی اور نہ وہ تصور مین آسکتا ہی اور نہ اسکے بعض ہین اور نہ اسکے اجزا ہین اور نہ وہ مرکب ہی اور نہ اسکی انتہا ہی اور نہ اسکی ماہیت اور نہ کیفیت مانند رنگ وخوشبو وسردی وگرمی وغیرہ کے جو اجسام وغیرہ مین ہوا کرتے ہین اور نہ وہ کسی جگہ مین متمکن ہی اور نہ اسپر زمانہ جاری ہوتا ہی۔ ولہ ید ووجہ ونفس اور اللہ تعالی کے واسطے ید ووجہ ونفس ہی کما ذکر اللہ فی القران من ذکر الوجہ پس جو ذکر کیا اللہ تعالے نے قرآن مین بیان وجہ سے **ف** کقولہ تعالے کل شیٔ ہالک الا وجہہ۔ وقولہ تعالی فاینما تولوا فثم وجہ اللہ۔ وقولہ تعالی ویبقی وجہ ربک۔ وقولہ تعالی الا ابتغاء وجہ ربہ الاعلی۔ ان آیات مین وجہ مذکور ہی۔ والید۔ اور جو ذکر کیا بیان ید سے **ف** کقولہ تعالی ید اللہ فوق ایدیہم۔ وقولہ بل یداہ مبسوطتان۔ وقولہ خلقت بیدی۔ والنفس اور بیان نفس سے **ف** کقولہ تعالی لا اعلم ما فی نفسک۔ بالجملہ قرآن مین جو ذکر وجہ وید ونفس کا ہی فہو لہ صفات بلا کیف۔ تو یہ سب اللہ تعالی کی صفات ہین بلا کیفیت **ف** یعنی یہ بات مجہول ہی کہ انکی کیفیت کیا ہی اور یہی ائمہ سلف اور فقہاء وعلماے راسخین کا قول ہی۔ علی قاری رح نے کہا کہ سلف صالحین رضی اللہ عنہم اسی پر گذرے ہین اور کچھ تاویل نہین کرتے تھے اور پچھلون مین بعض نے تاویل کی ہی اسکو امام رح نے منع فرمایا بقولہ ولا یقال ان یدہ قدرتہ او نعمتہ لان فیہ ابطال الصفۃ۔ اور یون نہ کہا جاوے کہ ید اللہ سے مراد اللہ تعالی کی قدرت یا نعمت ہی کیونکہ ایسے کہنے سے صفت کا باطل کرنا لازم آتا ہی۔ وہو قول اہل القدر والاعتزال اور یہ انکار کرنا فرقہ قدریہ ومعتزلہ کا قول ہی **ف** فرقہ قدریہ وہ بدتر گروہ ہی جو بندہ کو خود نیکی وبدی کا خالق کہتے ہین اور انھین مین سے معتزلہ وروافض بھی ہین جنھون نے سلف صالحین صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم کے طریقہ سے انحراف کیا کیونکہ سلف رضی اللہ عنہم انکو صفات الٰہی بلا کیف کہتے ہین لہذا امام رح نے فرمایا۔ ولکن یدہ صفتہ بلا کیف ولیکن ید اللہ اسکی صفت ہی بلا کیف۔ وغضبہ ورضاہ صفتان من صفاتہ بلا کیف اور غضب الٰہی اور رضاے الٰہی یہ بھی دونون اللہ تعالی کی صفات مین سے ہین بلا کیف **ف** اور کسی مخلوق سے مشابہت نہین اور یہی اعتقاد حق ہی

فخر الاسلام رحمہ اللہ نے کہا کہ الوجہ والید کا اثبات ہمارے اعتقاد مین حق ہو لیکن ہمارا علم اسکو حاوی نہین ہو سکتا پس
ہمکو اصل تو آیات قطعیہ سے یقینی معلوم ہو ہان کیفیت مجہول تو اصل سے انکار نہین ہو سکتا اور فرقہ معتزلہ وغیرہ اسی جہت سے
گمراہ ہوگئے کہ کیفیات صفات کے ادراک سے عاجز ہوے تو انھون نے اصل صفات سے بھی انکار کر دیا۔ یون ہی شمس الائمہ
سرخسی رح نے بھی ذکر فرمایا۔ علی القاری رحمہ اللہ نے کہا کہ احادیث صحیحہ مین جو عبارات متشابہات آئی ہین انمین بھی یہی حکم
و اعتقاد ہو کہ انپر ایمان لاوے اور اپنی ہستی سے زائد انکی کیفیات کے پیچھے نہ پڑے۔ منجملہ ان احادیث کے قولہ صلے اللہ
علیہ وسلم ان اللہ خلق آدم من قبضة قبضها من جميع الوان الارض وعجنت بالمياه المختلفة وسواه ونفخ فيه الروح فصار حيوانا
حساسا بعد ان كان جمادا الحديث۔ یعنی اللہ تعالی نے پیدا کیا آدم کو ایک مٹھی خاک سے جسکو لیا تمام اقسام زمین سے اور
وہ گوندھی گئی مختلف پانیون سے اور اسکو ٹھیک اعتدال پر درست کیا اور اسمین روح پھونکی پس وہ جماد کی حالت سے
حیوان حس و حرکت والا ہوگیا آخر حدیث تک۔ ازانجملہ قولہ علیہ السلام ان قلوب بنی آدم کلها بين الاصبعين من اصابع
الرحمن کقلب واحد یصرفها کیف یشاء۔ یعنی آدمیون کے دل سب کے سب حضرت الرحمن کے اصابع سے دو اصبع کے
بیچ مین مانند ایک دل کے ہین انکو جیسے چاہتا ہی پھیرتا ہی۔ رواہ مسلم۔ ازانجملہ قولہ علیہ السلام لا تزال جہنم تقول هل من مزيد
حتى يضع الجبار رب العزة فيها قدمه فينزوي بعضها الى بعض فتقول قط قط الحديث۔ پس اول حدیث مین بیان صفت اصابع
ہو اور اسمین بیان صفت قدم ہو۔ ازانجملہ قولہ علیہ السلام ان اللہ یبسط یدہ باللیل لیتوب مسیء النہار ویبسط یدہ بالنہار
لیتوب مسیء اللیل حتی تطلع الشمس من مغربها۔ رواہ مسلم۔ اسمین بیان ید اللہ کی صفت کا ہو۔ ازانجملہ قولہ علیہ السلام الحجر
الاسود یمین اللہ فی ارضہ یصافح بہا عبادہ۔ یعنی حجر اسود زمین مین یمین اللہ ہو اسکے ساتھ بندون سے مصافحہ فرماتا ہی
اور حدیث ابو ہریرہ مین مرفوع آیا کہ جس نے مفاوضہ کیا حجر اسود سے تو بہی ہو کہ اسنے ید الرحمن سے مفاوضہ کیا۔ رواہ
ابن ماجہ۔ مترجم کہتا ہو کہ علامہ قاری رح نے بہت کم نمونہ کے طور پر لکھے ہین اور یہ احادیث شمار سے باہر ہین پھر
جیسے حجر اسود کی حدیث ہی یہ بالکل صریح ہو کہ تاویل یہان باطل ہو اور جو کوئی اسکو ظاہر معنی پر محمول کرے وہ کافر گمراہ ہی
بلکہ معنی اس سے صفات الٰہی ہین اور عقول بیچارے اسکے ادنی مخلوق ہین یہ انپر ایمان لانے سے سرفراز ہین اور اگر
اسکی حقیقت و کیفیت ادراک کرنے کی بے ادبی کرین تو نامعقول ہین کیونکہ جیسی ذات باری عز شانہ ادراک سے
عالی متعالی ہو ویسے ہی اسکے تمام صفات وہم و ادراک سے برتر ہین اور انپر ایمان لانا یہ بالفعل کمال ہو اللہ عارفون کے
واسطے ایک منظر مشاہدہ عالی و حسن الحال ہو جسکا قیاس مین لانا بالکل محال ہو۔ پھر قاری رح نے لکھا اور امام
ابو حنیفہ رح سے پوچھا گیا کہ حدیث مین وارد ہوا کہ اللہ تبارک و تعالی آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہو تو جواب دیا کہ ہان
بلا کیف۔ یعنی تمہاری عقل اسکی کیفیت کی چون و چرا کے لائق نہین ہو اور نہ تم نزول کو مشابہ کسی مخلوق کے نزول
کے قیاس کرو کہ یہ تشبیہ کفر ہو۔ قاری رح نے لکھا کہ اور جیسے وارد ہوا کہ اللہ تعالی نے پیدا کیا آدم کو۔ علی صورة الرحمن
تو ایسی آیات و احادیث کو جسطرح وارد ہین اسی طرح ظاہر پر رکھنا چاہیے اور یہ قطعی ہو کہ حضرت باری تعالی جسم و جسمانیات
و مشابہت مخلوقات سے پاک برتر ہو اسمین کوئی صفت حدوث کی نہین ہو اور امام اعظم رحمہ اللہ نے کتاب الوصیہ مین

فرمایا کہ ہم دلی اقرار کرتے ہیں کہ اللہ تعالی عرش پر مستوی ہوا بدون اسکے کہ اللہ تعالی کو عرش کی کوئی احتیاج ہو یا عرش پر اسکا ٹھہراؤ اور قرار ہو بلکہ وہی عزوجل عرش کا اور عرش کے سوائے سب کا حافظ قیوم ہی اُسی کی حفاظت و قیومیت سے سب قائم ہین سو پناہ اللہ تعالی کی اگر اسکو کسی چیز کی احتیاج ہو تو وہ عالم پیدا کرنے اور اسکی تدبیر کا قادر نہوتا اور عرش کو تو اُسنے پیدا کیا ہی اور وہ عرش سے پہلے تھا پس وہ احتیاج و مشابہت سے منزہ ہی انتہی مترجما - امام مالک رح سے کسی نے عرش کا استوار پوچھا تو اچھا جواب دیا کہ استوار ہونا تو معلوم ہی اور کیفیت مجہول ہی یعنے اسکے ادراک کی طاقت نہین ہی اور اسپر ایمان لانا واجب ہی اور پوچھنا بدعت ہی - قاری رح نے کہا کہ یہی طریقہ سلف رضی اللہ عنہم کا ہی اور یہی بہت راست و سلامت ہی - بعضے شافعیہ نے نقل کیا کہ امام الحرمین استاذ امام غزالی کے ابتدا مین تاویل کرتے پھر آخر عمر مین اس سے رجوع و توبہ کی اور ذکر کیا کہ سلف صالحین رضی اللہ عنہم اجمعین نے تاویل سے منع کرنے پر اجماع کیا ہی پس تاویل کرنا حرام ہی - یہ قول ہمارے اصحاب ماتریدیہ کے موافق ہی - ابن الہمام رح نے تاویل کا جواز اس صورت مین لکھا ہی کہ جب بعضے عوام بالکل نہ سمجھ سکین اور ضرورت پڑے تو جائز ہی کہ تاویل کردی جاوے - علی قاری رح نے کہا کہ عقیدہ طحاویہ کے شارح نے لکھا کہ یون کہنا نہ چاہیے کہ رضای الٰہی سے مراد ارادہ اکرام ہی اور غضب الٰہی سے مراد ارادۂ انتقام ہی کیونکہ یون کہنے سے صفت کی نفی ہوئی جاتی ہی - اور قاری رح نے لکھا کہ ظاہر قرآن کو بغیر موجب کے اپنی ظاہر و حقیقت سے پھیرنا حرام ہی و اقول بلکہ تعمد اسمین جماعت علماء کے نزدیک کفر ہی اب حاصل کلام یہ ہی کہ جو ذکر قرآن و احادیث صحیحہ مین ید و وجہ و عین و یمین و قدم و استوار و نزول وغیرہ کا وارد ہی تو یہ اللہ تعالی کی صفات ہین اور ہمارے محاورہ مین ایسے الفاظ اعضاء وغیرہ کے معنی مین ہین اور ہمکو خوب معلوم ہی کہ اللہ تعالے کے مانند و مشابہ و مثل کوئی چیز نہین ہی تو قطعی معلوم ہی کہ یہ اللہ تعالی کی صفات ہین اور رہا یہ کہ وہ کیونکر اور کس کیفیت سے ہین تو جیسے ذات الٰہی مین کیونکر اور کس کیفیت کو گنجایش نہین ہی ویسے ہی اسکے صفات بھی وہم و خیال سے برتر ہین پس ہم جانتے ہین کہ ذات الٰہی اور جملہ صفات الٰہی ازلی برحق ہین کوئی چیز اسمین حادث نہین اور نہ کبھی اسکو تغیر ہی اور نہ وہان زمانہ و مکان کو دخل ہی بلکہ زمانہ و مکان و عقل و حواس سب اسکے مخلوقات ہین اور ہم اسکی کسی صفت سے انکار نہین کرتے ہین دیس سلف صالحین رضی اللہ عنہم اور تابعین صالحین رحمہم اللہ اور ائمہ مجتہدین و علماء ربانیین و اولیاے کرام بالاجماع سب اسی طریقہ پر ہین - پھر امام اعظم رح نے فرمایا - **وخلق اللہ تعالی الاشیاء لا من شیٔ** اور اللہ تعالی نے مخلوقات کو پیدا کیا نہ کسی چیز سے ف یعنی کوئی مادہ پہلے سے نہ تھا جس سے اشیاء کو پیدا کیا بلکہ بے مادہ و بے مثال کے ابداع و اختراع فرمایا ہی - **وکان اللہ عالما فی الازل بالاشیاء قبل کونہا** اور اللہ تعالی ازل مین اشیاء کا عالم تھا قبل انکے وجود کے ف یعنی جیسے بعد پیدا کرنے کے عالم ہی اسکا علم اول و آخر یکسان ہی کیونکہ زمانہ ان مخلوقات پر جاری ہی اور اُسنے تو زمانہ پیدا کیا ہی - **وہو الذی قدر الاشیاء وقضاہا** اور اُسی نے اشیاء کو مقدر کیا اور قضاء کیا - **ولا یکون فی الدنیا ولا فی الآخرۃ شیٔ الا بمشیتہ وعلمہ وقضائہ وقدرہ وکتبہ** اور نہ ہوگی کوئی چیز دنیا مین اور نہ آخرت مین مگر اُسی کی مشیت - یعنی چاہنے سے اور علم سے اور قضاء و قدر سے اور [اور جاری ہونے قلم کو لکھنے]

لکھے سے - ولکن کتبہ بالوصف لا بالحکم - ولیکن اسکا لکھنا بوصف ہے نہ بحکم فقط مثلاً یہ چیز فلان وقت یون ہوگی اور لکھنا بحکم نہیں ہے مثلاً یون ہوجا - امام اعظم رح نے کتاب الوصیۃ مین فرمایا پھر ہم اقرار کرتے ہین کہ تقدیر بھلائی و برائی کی سب اللہ تعالی ہی کی طرف سے ہے لقولہ تعالی قل کل من عند اللہ - یعنے کہدے اے محمد کہ اللہ تعالی ہی کیطرف سے کل ہے اور جسنے گمان کیا کہ بھلائی یا برائی غیر کی طرف سے ہوتی ہے تو وہ اللہ تعالی سے کافر ہوا اور اسکی توحید باطل ہوئی بشرطیکہ اسکی توحید ہو - انتہی ترجمہ - اور امام اعظم رح نے کتاب الوصیۃ مین نوشتہ تقدیر کے واسطے حدیث کے ساتھ اس آیت کو لکھا قال تعالی وکل شئی فعلوہ فی الزبر وکل صغیر وکبیر مستطر - وقاری رح نے لکھا کہ حاصل یہ کہ جو بھلائی و برائی وگوارا و ناگوار کہ بندہ سے موافق مقدر ازلی کے واقع ہوتی ہے وہ اللہ تعالی ہی سے ہوتی ہے جو اللہ تعالی کی مشیت مین ہے وہ ہوا اور جو نہیں وہ نہوا - اگر وہم ہو کہ قضاے الٰہی پر راضی ہونا ضرور ہے اور کفر جب قضاے الٰہی ہوا تو اسپر راضی ہونا چاہیے لیکن کفر پر راضی ہونا بھی کفر ہے تو یہ مغالطہ ہے اور جواب یہ ہے کہ کفر قضاے الٰہی نہیں ہے کیونکہ قضاے الٰہی تو اللہ تعالی کی صفت اور کفر بندہ کا فعل ہے یہ دونون مبائن ہین پس کفر مقضی ہے نہ قضا اور اللہ تعالی نے اپنی حکمت و مشیت سے کفر کو پیدا کردیا اور اسمین کوئی اعتراض نہیں ہے اور جس بندے نے کفر کو اپنے ارادہ و اختیار سے حاصل کیا وہ کافر مذموم ہے اور خالق عزوجل کیطرف کچھ وہم نہیں ہوسکتا ہے مسئلہ جو کوئی اپنی ذات کے کفر پر راضی ہو بالاتفاق کافر ہے اور جو کوئی غیر کے کفر پر راضی ہو دو صورتین ہین اگر کفر کو پسند کرتا ہے تو بھی کافر ہے اور اگر غیر کی ایذا وغیرہ سے چاہا کہ اس سے ایمان چھین جاوے تو اصح یہ ہے کہ کافر نہوگا کذا فی التاتارخانیہ اور موید اسکا قولہ تعالی ربنا اطمس علی اموالہم واشدد علی قلوبہم فلا یومنوا حتی یروا العذاب الالیم - موسی علیہ السلام نے فرعونیون کو کہا تھا جیسا کہ اللہ تعالی نے کلام ازلی مین حکایت فرمایا ہے - والقضاء والقدر والمشیۃ صفاتہ فی الازل بلا کیف اور قضا و قدر و مشیت یہ اللہ تعالی کی صفات ہین ازل مین بلا کیف یعنی مانند دیگر صفات و آیات متشابہات کے انکی کیفیت مجہول ہے - ویعلم اللہ تعالی المعدوم فی حال عدمہ معدوما ویعلم انہ کیف یکون اذا اوجدہ ویعلم اللہ الموجود فی حال وجودہ موجودا ویعلم انہ کیف یکون فناؤہ ویعلم اللہ القائم فی حال قیامہ قائما واذا قعد علمہ قاعدا فی حال قعودہ من غیر ان یتغیر علمہ او یحدث لہ علم ولکن التغیر والاختلاف یحدث فی المخلوقین - اور اللہ عزوجل معدوم کو اسکے حالت عدم مین معدوم جانتا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ جب اسکو فرماویگا تو وہ کس کیفیت سے ہوگا اور اللہ عزوجل موجود کو اسکی حالت وجود مین موجود جانتا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ اسکا فنا کس کیفیت ہوگا - اور اللہ تعالی شلاً کھڑے ہوے کو اسکے کھڑے ہونیکی حالت مین جانتا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ کس کیفیت سے بیٹھیگا) اور جب اسکو بیٹھے ہونیکی حالت مین جانتا ہے ان سب تغیر مختلف حالتون مین اسکو جانتا ہے بدون اسکے کہ اللہ تعالی کے علم مین کچھ تغیر ہو یا علم مین کوئی جدیدبات پیدا ہو ولیکن تغیر و اختلاف احوال پیدا ہونا ان مخلوقات مین ہے - خلق اللہ الخلق سلیما من الکفر والایمان ثم خاطبہم وامرہم ونہاہم فکفر من کفر بفعلہ وانکارہ وجحودہ بخذلان اللہ تعالی ایاہ وآمن من آمن بفعلہ واقرارہ وتصدیقہ بتوفیق اللہ تعالی ایاہ ونصرتہ لہ - اللہ تعالی نے اپنی خلق کو کفر و ایمان دونون سے سالم پیدا کیا پھر انکو خطاب فرمایا اور امر کیا اور نہی فرمائی تو پھر جس نے کفر کیا اسنے کفر کیا اپنے فعل و اپنے انکار اور اپنے نہ ماننے سے باینکہ اللہ تعالی نے اسکو

اور اسکی نصرت متروک فرمائی اور جو کوئی ایمان لایا تو وہ ایمان لایا اپنے فعل سے اور اپنے اقرار و تصدیق سے باینکہ اسکو
اللہ تعالیٰ نے توفیق دی اور اسکی نصرت فرمائی ف امام رح نے جو یہان بیان فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ جو مخلوق پیدا
ہوتی ہے وہ کافر ہوتی ہے نہ مومن بلکہ فطرت سالم ہوتی ہے کقوله علیه السلام کل مولود یولد علی الفطرة الخ الصحیحین - اور بعض
آیات و احادیث دلالت کرتی ہین کہ بعضے مخلوق کافر ہین اور بعضے مومن ہین تو علی قاری رح نے افادہ فرمایا کہ انکا کفر و ایمان
علم الٰہی مین ہے یعنے پیدا کیا تو سالم پیدا کیا ولیکن وہ اپنے علم ازل مین جانتا تھا کہ یہ کافر ہوگا یا مومن تو یہان بیان فطرت
پیدایش کا ہے اور آیات و احادیث مین بیان علم الٰہی کا ہے یہ اور ہے اور وہ اور ہے - منجملہ آیات کے قولہ تعالیٰ ولقد ذرانا لجہنم
کثیرا من الجن والانس لہم قلوب لا یفقہون بہا الآیۃ - یعنی ہمنے اپنی عظمت و حکمت سے پیدا کر دیا جہنم کے لیے بہتون کو جن و
انس سے جنکے دل ایسے ہین کہ انسے سمجھتے نہین ہین آخر آیت تک - اور منجملہ احادیث کے جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے اللہ تعالیٰ کا فرمان حکایت فرمایا کہ خلقت ہولاء للجنۃ ولا ابالی وخلقت ہولاء للنار ولا ابالی - یعنی مین نے اس گروہ کو
جنت کے لیے پیدا کیا اور مجھے پروا نہین ہے اور مین نے اس گروہ کو جہنم کے لیے پیدا کیا اور مجھے پروا نہین ہے - وقولہ
صلی اللہ علیہ وسلم فرغ ربکم من العباد فریق فی الجنۃ وفریق فی السعیر - تمہارا رب بندون سے فارغ ہوا ایک فریق جنت
مین اور ایک فریق دوزخ مین ہے - اور حدیث جامع مانع یہ ہے اعملوا فکل میسر لما خلق لہ - تم لوگ عمل کرو کہ ہر ایک جسکے لیے
پیدا کیا ہے اسی کی آسانی دیا گیا ہے یعنی وہی کام اسکو میسر آویگا - امام اعظم رح نے فرمایا - اخرج ذریۃ آدم علیه السلام
من صلبہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیه السلام کی ذریات کو انکی پشت سے نکالا ف یعنی ایک تو نسل آدم علیه السلام جو مرد و ن
عورتون کے ازدواج سے پیدا ہوتی ہے یہ تو معائنہ ہے ولیکن اس سے پہلے آدم علیه السلام کی پشت سے قیامت تک
کے تمام ذریات کو عہد لینے کے لیے ایکبارگی طبقہ طبقہ نکالا - علی صور الذر بیض وسود بصورت چھوٹے چیونٹون کے
سپید و سیاہ - فجعلہم عقلاء فخاطبہم الست بربکم قالوا بلیٰ - سو انکو عاقل کرکے خطاب فرمایا - الست بربکم یعنے کیا مین تمہارا
رب نہین ہون - قالوا بلیٰ - بولے کہ کیون نہین یعنے بیشک تو ہمارا رب ہے - وامرہم ونہاہم فاقروا لہ بالربوبیۃ فکان
ذلک منہم ایمانا فہم یولدون علی ذلک اور انکو حکم کیا یعنے ایمان وخیر کا اور انکو منع کیا یعنے شرک وشر سے سو ان
سبھون نے اللہ تعالیٰ کے واسطے اسکی ربوبیت کا اقرار کیا سو یہ تو ان لوگون سے ایمان تھا پس وے اسی حال پر
پیدا ہوتے ہین ف یہی فطرت اسلامی ہے - ومن کفر بعد ذلک فقد بدّل وغیّر ومن آمن وصدّق فقد ثبت
علیہ ودام اور جس نے اسکے بعد کفر کر لیا تو اسنے تو وہ حالت بدل ڈالی و متغیر کر دی اور جس نے ایمان ظاہر کیا اور
تصدیق کی تو وہ دین اول پر ثابت رہا و مداومت کی ف اگر وہم ہو کہ ہم کو تو یہ اقرار یاد نہین ہے - جواب دیا گیا کہ یہ اللہ تعالیٰ
کی طرف سے امتحان ہے اور اگر یاد ہوتا تو انبیاء علیہم السلام یاد دلانے والے بھیجنے کی ضرورت نہوتی سو ہم پر ایمان
بالغیب فرض ہے اور اگر وہم ہو کہ جو بات آدمی بھول گیا اسپر کچھ الزام نہین ہے تو جواب یہ کہ یاد دلانے پر نہ مانوگے تو الزام
شدید ہے ہمنے بہت سے اعمال برے کیے اور بھول گئے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا - احصاہ اللہ ونسوہ - یعنی
اللہ تعالیٰ نے انکا شمار کر دیا ہے اور وے خود بھول گئے ہین - یعنے اعمال پر عذاب و ثواب ہوگا - واضح ہو کہ روح پیم

نسیان نہین ہی بلکہ یہ نسیان اِس جسم وحواس کے مکدر کرنے سے ہو جاتا ہی حتی کہ بعض امور کو یاد دلانے سے آدمی یاد
کرجاتا ہی اور آخرت مین ان اعمال کو جنھین یہان بھولا ہی صاف یاد کریگا اور اسپر لازم ہونگے - ولم یجبراحن خلقہ
علی الکفر ولا علی الایمان ولا خلقھم مومنا ولا کافرا - اور اللہ تعالی نے قہر کے ساتھ مجبور نہین کیا کسی کو اپنی خلق سے
کفر پر اور نہ ایمان پر اور نہ انکو مومن پیدا کیا اور نہ کافر پیدا کیا - ولکن خلقھم اشخاصا والایمان والکفر فعل العباد
ولیکن انکو اشخاص پیدا کیا ہی (یعنی بحالت فطرت) اور اس حالت پر ایمان بالغیب کو ظاہر اور تصدیق کرنا یا اس حالت
متبدل و متغیر کرکے انکار و کفر کرنا یہ خود بندون کا فعل ہی ف یعنی بندون کے اختیار سے ہی قہری مجبوری سے نہین -
یعلم اللہ تعالی من یکفر فی حال کفرہ کافرا فاذا آمن بعد ذلک علمہ مومنا فی حال ایمانہ من غیران تغیر علمہ
وصفتہ - جو شخص کفر کرتا ہی اللہ تعالی اُسکو اُسکے حال کفر مین کافر جانتا ہی پھر جب اِسکے بعد ایمان لایا تو اسکے حال ایمان مین
مومن جانتا ہی بغیر اِسکے کہ اللہ تعالی کا علم وصفت متغیر ہو ف یعنی علم الٰہی پر زمانہ جاری نہین ہی اُسکا علم ہر حال مین
اپنی شان پر بدون تغیر کے ہی اور تغیر ان حوادث و مخلوقات مین ہی وجمیع افعال العباد من الحرکۃ والسکون کسبھم
علی الحقیقۃ اور تمام افعال بندون کے از قسم حرکت ہون یا از قسم سکون ہون یہ افعال انھین بندون کی کمائی در حقیقت
ہین ف اور انکی پیدا کی ہوئی چیزین نہین ہین واللہ تعالی خالقھا - اور خالق ان افعال کا اللہ تعالی ہی ف وقد قال
تعالی واللہ خلقکم وما تعملون - اللہ تعالی نے پیدا کیا تمکو اور اسکو جو تم کرتے ہو یعنی تمھارے کام و فعل کو - اور آیات اسمین
بہت ہین کہ خالق کسی چیز کا سواے اللہ تعالی کے کوئی نہین ہی - امام رحمہ اللہ نے کتاب الوصیۃ مین فرمایا کہ ہم اقرار کرتے
ہین کہ بندہ مع اپنے تمام اعمال و اقرار و معرفت کے مخلوق ہی سو جب فاعل خود مخلوق ہو تو اِسکے افعال بدرجہ اولی مخلوق
ہین انتہی مترجما پس اللہ تعالی بندون کے افعال کا پیدا کرنے والا ہی - والمعاصی کلھا بعلمہ وقضائہ وتقدیرہ
ومشیتہ لا بمحبتہ ولا برضائہ اور سب گناہ چھوٹے ہون یا بڑے ہون اللہ تعالی کے علم و قضاء و تقدیر و مشیت
کے ساتھ ہین کچھ اسکی محبت سے نہین اور نہ اسکی رضامندی سے - ولا بامرہ اور نہ اِسکے حکم سے ہین - وہی اور
افعال بندون کے خواہ بھلے ہون یا بُرے ہون - کلھا بمشیتہ وعلمہ وقضائہ وقدرہ سب کے سب اللہ تعالی
کی مشیت و علم و قضاء و قدر سے ہین ف یعنی اگرچہ بندون کی کمائیان ہین - والطاعات کلھا ایا ما کانت واجبۃ
بامر اللہ تعالی وبمحبتہ وبرضائہ اور طاعات کوئی ہون سب کے سب ثابت ہین اللہ تعالی کے حکم کے ساتھ اور
اسکی محبت و رضامندی کے ساتھ . ف حاصل یہ کہ کل افعال بندون کے اللہ تعالی کے مخلوق ہین ان مین سے
جو معاصی ہین وہ اللہ تعالی کے حکم و محبت و رضامندی کے ساتھ نہین ہین اور جو طاعات ہین وہ حکم و محبت و رضامندی
کے ساتھ ہین پھر یہ معاصی و طاعات دونون اللہ تعالی کے علم و مشیت و تقدیر کے ساتھ ہین - والانبیاء علیہم السلام
کلھم منزھون عن الصغائر والکبائر والکفر والقبائح اور انبیاء علیہم السلام سب کے سب بالکل پاک ہین صغیرہ
و کبیرہ گناہون اور کفر و ہر طرح کے قبائح سے ف انبیاء مین سے اول آدم علیہ السلام اور آخر محمد صلی اللہ علیہ وسلم
ہین اور درمیان مین مشہور و غیر مشہور بہت گذرے جنکی تعداد اللہ تعالی کو معلوم ہی اور جو آدم علیہ السلام کی نبوت سے

انکار کرے تو کفر ہو۔ اور واضح ہو کہ گناہ صغیرہ و کبیرہ شرع مین معروف ہین اور کفر سے نکلکر حد ایمان مین جو داخل ہوا
اُس آدمی کی ابتدائی حالت ہے اور غفلت وغیرہ سے اُس سے صغیرہ یا کبیرہ گناہ ہو جاتے ہین۔ اب واضح ہو کہ انبیاء
علیہم السلام کا حال یہ ہے کہ اپنے سوا سے عام مومنون کے ایمان کے اعلی درجہ سے بھی انکی منزلت بڑھی ہوئی ہے تو وہ اس
حد ہی مین نہین ہین کہ صغیرہ و کبیرہ بمعنی معروف انسے صادر ہو ہان انکے مرتبہ کے مناسب جو امور ہین کبھی انمین لغزش
ہو سکتی ہے ولیکن یہ لغزش اس صغیرہ و گناہ کے معنی مین نہین ہے کیونکہ یہ انکی حد ہی نہین ہے لہذا امام رح نے فرمایا وقد کانت
منہم زلات اور البتہ انبیاء سے یعنی بعض سے کچھ لغزش ہو گئی ہے ف ملا علی قاری رح نے ابن الہمام رح سے نقل کیا کہ جمہور
اہل سنت کے نزدیک انبیاء صغائر و کبائر سے معصوم ہین مگر سہو سے صغیرہ ہو سکتا ہے اور بعض اہل السنۃ نے سہو کو
ممنوع کہا ہے ولیکن اصح یہ ہے کہ سہو و نسیان جائز ہے اور حاصل یہ کہ اہل سنت مین سے کسی نے ممنوع کا ارتکاب انبیاء
علیہم السلام سے قصد کے ساتھ تجویز نہین کیا اگر بطور سہو و نسیان کے جائز قرار دیا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ غور کے بعد ظاہر ہوگا
کہ جن اہل سنت نے سہو سے منع کیا ہے انکی مراد یہ ہے کہ جو مفہوم سہو کا ہم لوگ سمجھتے ہین یہ سہو انکی شان نہین ہے اور کلام
اسی مین ہے تو یہ سہو نہین ہے ولیکن انکے مرتبہ مین ایک سہو کی شان ہے کہ اسکا نام سہو ہے تو وہ سہو جائز ہے اور وہ نہ صغیرہ ہے
و کبیرہ ہے بلکہ اس لحاظ سے اسکا نام لغزش و زلت ہے جیسا کہ امام رح نے کہا پس معلوم ہوا کہ کچھ اختلاف حقیقت
مین نہین ہے والحمد للہ علی ذلک۔ ومحمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبیہ وعبدہ ورسولہ وصفیہ لم یعبد الصنم
ولم یشرک باللہ طرفۃ عین قط ولم یرتکب صغیرۃ ولا کبیرۃ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالی کے نبی و بندے
و اسکے رسول و برگزیدہ ہین کبھی آپ نے نہ بت پوجا اور نہ کسی اور طرح اللہ تعالی کے ساتھ پلک مارنے برابر کبھی
شرک کیا اور نہ کبیرہ و صغیرہ کے کبھی مرتکب ہوئے ف یہ قطعی یقینی ہے اور کسی ظاہر آیت سے اگر کوئی عامی کچھ شبہہ
کرے تو یہ اسکی غلط فہمی ہے اس نے شان نبوت کو سمجھا نہین اور خصوص محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ کہ وہ سب انبیاء
و رسل سے اعلی و افضل ہین نسب آپ کا محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب
بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار
بن معد بن عدنان یہانتک نسب معروف ہے اور آگے تاریخ مین اختلاف ہے۔ وافضل الناس بعد رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم ابوبکر الصدیق۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب لوگون سے افضل ابوبکر الصدیق
رضی اللہ عنہ ہین ف ابوبکر الصدیق بن عثمان بن عامر بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب
القرشی التیمی۔ آپ سب اولیائے اولین و آخرین سے افضل ہین باجماع امت و احادیث صحیحہ۔ ثم عمر بن الخطاب۔ پھر عمر
بن الخطاب رضی اللہ عنہ ہین ف عمر بن الخطاب بن نفیل بن عبد العزی بن رباح بن عبد اللہ بن قرط بن رزاح بن عدی
بن کعب القرشی العدوی۔ ثم عثمان بن عفان پھر عثمان رضی اللہ عنہ ہین ف عثمان بن عفان بن العاص بن امیہ
بن عبد الشمس بن عبد مناف بن قصی بن کلاب القرشی الاموی۔ آدم علیہ السلام سے لیکر خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم
تک کسی فرد بشر کو کسی پیغمبر کی دو بیٹیان نکاح مین نہین ملین سوائے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے۔ ثم علی

بن ابیطالب ۔ پھر علی بن ابی طالب ہین کرم اللہ وجہہ ف علی بن ابی طالب بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف
القرشی الہاشمی فضائل جلیلہ و مناقب کبیرہ آپکے بیشمار ہین ۔ عقائد نسفی مین زیادہ کیا کہ ان چارون خلفاے راشدین
کے بعد باقی عشرہ مبشرہ ہین یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دس کے قطعی جنتی ہونے کی بشارت دی جو مشہور متفیض ہے
ان دس مین چارون خلفاے راشدین رضی اللہ عنہم ہین اور چھ باقی حضرت طلحہ بن عبید اللہ و زبیر بن العوام و سعد بن
ابی وقاص و عبد الرحمن بن عوف و سعید بن زید بن عمرو بن نفیل اور ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہم اجمعین ہین ۔
پھر فضیلت مین اہل بدر پھر اہل احد پھر اہل بیعۃ الرضوان ہین ۔ اور مترجم کہتا ہے کہ جنتی ہونے کی بشارت حضرت فاطمہ
و حسن و حسین و خدیجہ کبریٰ و عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم نیز مشہور ہے اور احاد احادیث صحیحہ مین جمیع صحابہ رضی اللہ عنہم
اجمعین کے جنتی ہونے کی بشارت ہے لیکن یہ روایات مشہور متواتر نہین ہین اور شیخ عبد الحق رحمہ اللہ نے کتاب
تحقیق الاشارہ فی تعمیم البشارہ مین اس مقام کو تفصیل سے بیان کیا ہے ۔ واضح ہو کہ عقائد نسفی مین یہان چند عقائد
زیادہ کیے اول یہ کہ جمیع انبیاء و رسولون مین سے افضل محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہین ۔ دوم آپکی امت سب امتون سے
بہتر ہے ۔ سوم آپکی شریعت سب شرائع سے اکمل اور سب دینون کی ناسخ ہے ۔ چہارم آپکی تمام امت مین آپکے
اصحاب سب سے بہتر ہین ۔ پنجم خلفاے راشدین کی خلافت اسی ترتیب سے ہے ۔ ششم خلافت تیس سال ہے پھر اسکے بعد
بادشاہت و امارت ہے ۔ ہفتم مسلمانون کے لیے دنیاوی انتظام مین ایک امام ضرور ہے جو احکام نافذ کرے و حدود قائم
کرے اور لشکرون کو آراستہ کرے اور صدقات و زکوۃ وصول کرے اور تغلب کرنے والون و رہزنون کو مغلوب کرے
اور جمعہ و عیدین کو قائم کرے اور لوگون کی منازعات فیصلہ کرے اور بغیر وارث بچون کا نکاح کرے اور غنیمت جہاد
کو تقسیم کرے ۔ ہشتم یہ امام ظاہر ہونا ضرور ہے یعنی اسطرح نہو کہ جیسے شیعہ اپنے امام کو خوف سے بالکل غائب کہتے ہین اسکے
منتظر ہین کیونکہ ایسے امام کا ہونا و نہونا برابر ہے ۔ نہم یہ امام قریش سے بناوین غیر سے نہ بناوین ف یعنی جب جماعت
مسلمانون کی اختیار سے تجویز کرے تو قریش سے ہو اور اگر انکا انتظام درہم برہم ہو اور کوئی غلبہ کرکے خلافت حاصل
کرے تو وہ امام ہے اسکی طاعت واجب ہے یا کوئی حاکم کسی کفرستان کو فتح کرکے اسلام کا تابع کرے تو اپنے غلبہ سے
وہ امام ہے اس سے مخالفت روا نہین ہے ۔ دہم مقصود امام سے اوپر مذکور ہوا تو یہ ضرور نہین کہ وہ بندہ معصوم ہو اور
نہ سب سے افضل ہو مگر یہ ضرور ہے کہ وہ عاقل بالغ مسلمان آزاد اور مرد ہو سیاست والا و قدرت والا ہو کہ احکام نافذ
کر سکے و حدود اسلام کی حفاظت کر سکے اور شوکت سے ظالم سے مظلوم کا انصاف دلاوے اور ولایت مطلقہ کی شرائط
پوری ہون یعنی جو فقہ کے قاضی و گواہ مین مذکور ہین ۔ یازدہم صحابہ رضی اللہ عنہم مین سے جسکو یاد کرے صرف بھلائی ہی
کے ساتھ یاد کرے ۔ دوازدہم ملا علی قاری رح نے شرح فقہ اکبر مین لکھا کہ خلافت علی کرم اللہ وجہہ برحق ہے اور جس نے
آپکے ساتھ لڑائی کی اسنے خطا کی صحیح یہ ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کو باغی کہنا جائز ہے بدلیل حدیث یا عمار تقتلک الفئۃ
الباغیۃ ۔ یعنی ای عمار تجھکو گروہ باغی قتل کریگا ۔ مترجم کہتا ہے کہ حدیث سے اتنا نکلا کہ جسوقت تجھے قتل کرینگے وہ بغاوت
کی حالت مین ہونگے ۔ پھر جب بغاوت ختم ہو گئی تو اب وہی لفظ مکروہ کہنا جائز ہے یا نہین تو اظہر یہ ہے کہ اگر پوچھا جاوے

کہ حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ لڑائی کے وقت معاویہ رضہ کس صفت پر تھے تو جواب یہ کہ باغی تھے اور
پوچھا جاوے کہ اب باغی کہیں تو جواب یہ کہ نہیں بقولہ تعالی ولا تنابذوا بالالقاب - واللہ اعلم - واضح ہو کہ ملا علی قاری
نے ذکر فرمایا کہ خلافت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی قطعی اجماعی ہے اور صحیح روایت ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے
تو آپ باہر تھے اور مدینہ منورہ میں باغیون سے فتنہ پھیلا اور باغیون نے چاہا کہ مدینہ پر غالب ہو جاوین اور لوگون کو قتل
کرین تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس فتنہ کو فرو کرنا چاہا پس حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سامنے خلافت پیش کی آپ نے انکار
کیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا اس طرح شہید ہونا ایک امر عظیم قرار دیا اور لوگون کو اپنے پاس سے منع کر دیا اور اپنے
گھر بیٹھ رہے پھر لوگون نے خلافت کو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ پر پیش کیا آپ نے بھی انکار کیا اور اس سے کراہت کی پھر
انھون نے زبیر رضی اللہ عنہ پر خلافت پیش کی کہ سرداری قبول کرو اور ہم تمھاری فرمانبرداری کو موجود ہین آپ نے بھی
انکار کیا اور یون ہی حضرت عثمان رضہ کی اس طرح شہادت کو امر عظیم قرار دیا اسمین تین روز گذر گئے جو تھے روز مہاجرین و انصار
نے جمع ہو کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مکان پر ہجوم کیا اور خوشامد کی اور آپ کو اللہ تعالی کی قسم دلائی کہ اسلام کی حفاظت
کرین اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دار الہجرۃ کی حفاظت کرین پس آپ نے بعد شدت کے اسکو قبول کیا اور
یہ بھی دیکھا کہ مصلحت اسلام و اہل ایمان کے لیے اسی مین ہے کہ مین قبول کرون کیونکہ خود بھی جانتے تھے اور دیگر صحابہ
رضی اللہ عنہم بھی مانتے تھے کہ سب سے افضل آپ ہی ہین پس سب نے آپ سے بیعت کی - اور یہ جو بعضے جھوٹے لوگ
کہتے ہین کہ حضرت طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما نے آپ سے کراہت کے ساتھ بیعت کی تھی بالکل غلط ہے - اور مترجم کہتا ہے کہ
اسی طرح معاویہ رضی اللہ عنہ کو بھی آپ کے صدق خلافت مین کچھ شک و انکار نہ تھا - پھر جب آپ خلیفہ ہو گئے تو ایک
جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم کو انتظار تھا کہ ان باغیون کے قتل و قصاص کا حکم دینگے جو واقعہ حضرت عثمان رضہ مین شریک
تھے اور شام مین معاویہ رضہ کو بھی یہی انتظار تھا کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اولیا مین سے امیر معاویہ رضہ زیادہ قریب
تھے اور خون ناحق کا مطالبہ ولی کو پہونچتا ہے اور ان باغیون کو ہرگز اپنے امام برحق و خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کا شہید کرنا روا نہ تھا - حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے باغیون کو قتل نہین کیا اور یہ آپ کا اجتہاد تھا اور ہم یقین کرتے ہین
کہ وہ اجتہاد صحیح تھا اور علی قاری رحمہ اللہ نے اسکو یون نقل کیا ہے کہ باغیون نے تاویل کی تھی اور انکی جماعت کثیر تھی اور
باغیون کا حکم یہ ہے کہ باغی لوگ جب امام عدل کے فرمانبردار ہو جاوین تو جو کچھ انھون نے حالت بغاوت مین اہل عدل
کے مال و جان مین تلف کیں یا زخم پہونچائے ہین انسے اسکا مطالبہ نہ کیا جاوے اور حالت لڑائی مین جو مال باغیون کا لوٹ
مین آیا ہو وہ ان باغیون کو بعد اطاعت کے واپس دینا واجب ہے اور جو باغی گرفتار ہون وہ رہا کر دیے جاوین پس جب
وے لوگ ایسی جماعت کثیر تھے کہ انکو منعت و شوکت حاصل تھی اور جب صحابہ مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم نے حضرت
علی کرم اللہ وجہہ سے بیعت کی تو باغیون نے آپ سے بغاوت کرنا خوب نہ دیکھا اور مطیع ہو گئے تو آپ پر انکو قصاص مین
قتل کرنا یا پکڑ کر اولیاے مقتول کو دینا واجب نہ تھا - اور بعض کے نزدیک باغیون سے مواخذہ و قصاص لازم ہے
لیکن یہ بھی اسوقت واجب ہے کہ جب باغیون کی قوت ٹوٹ جاوے اور شوکت جاتی رہے اور فتنہ برپا ہونے کا خوف

جاتا رہے اور اسوقت مین جبکہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مطالبہ کرتے تھے یہ بات حاصل نہ تھی اور یہی قصاص نہ لینا حضرت
طلحہ و زبیر کے مطالبہ کا باعث ہوا اور وے بھی اہل علم و اجتہاد تھے اگرچہ ہمکو دوسرے نصوص سے معلوم ہوا کہ اجتہاد
حضرت علی کرم اللہ وجہہ برحق تھا اور دوسرون سے اجتہاد مین خطا ہو گئی اور صحیح ہوا کہ حضرت طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما
آخر مین نادم ہوے اور یون ہی حضرت ام المومنین عائشہ نادم ہوئین اور بعض اوقات اسقدر روئین کہ اوڑھنی تر ہو جاتی
تھی اور یون ہی امیر معاویہ رضہ نے جو کیا تاویل اجتہاد سے کیا لہذا فسق انپر لازم نہین آتا ہی اگرچہ اس اجتہاد مین خطا ہوئی
مترجم کہتا ہی کہ عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ اگرچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف تھے لیکن اُنھون نے قرآن سے
استنباط کرکے نکالا تھا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مغلوب نہونگے تو اُنسے پوچھا گیا کہ آپ کہان سے کہتے ہین کہا کہ
اللہ تعالی فرماتا ہی ومن قتل مظلوما فقد جعلنا لولیہ سلطانا فلا یسرف فی القتل انہ کان منصورا یعنی جو شخص مظلوم قتل کیا گیا
توہمنے اسکے ولی وارث کے واسطے غلبہ دیا ہی تو کوئی قتل مین اسراف نہ کرے وہ ولی منصور ہی۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ
نے تفسیر مین لکھا کہ یہ استنباط جید ہی اور یہی واقع ہوا۔ مترجم کہتا ہی کہ معاویہ رضہ کو خلافت علی رضی اللہ عنہ مین مناقشہ
نہ تھا لیکن قاتلون کا مطالبہ تھا اور ہنوز بیعت کی نوبت نہ پہونچی تھی کہ درمیان مین جھگڑا ہو گیا اور مترجم نے اہل ایمان
کے اطمینان کے واسطے مفصل حال ذکر کر دیا اور امر الٰہی مقدر تھا اور حق صریح یہی ہی جو اہل السنۃ کا اجماعی اعتقاد ہی کہ
اللہ تعالی نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اصحاب خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کہا اور خیر امت قرار دیا پس وے سب اللہ تعالی
کے نزدیک چاند کے تارے ہین اور انکی فضیلت مین قرآن کلام الٰہی ناطق حق ہی اور اللہ تعالی کی شہادت کے بعد ہمکو
کسی دلیل و گواہی کی حاجت نہین ہی اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خالد بن الولید کو جبکہ خالد نے
عبد الرحمن بن عوف کو کچھ بُرا کہا تھا تو خالد کو کہا کہ مت بُرا کہو میرے اصحاب کو یعنے سابقین کو سو اگر تم مین کوئی کوہ احد
کے برابر سونا خیرات کرے تو نہ پہونچیگا انکی ایک مُد کو اور نہ اسکے آدھے کو۔ رواہ البخاری فی صحیحہ ومسلم فی صحیحہ و احادیث
ان صحابہ کے فضائل مین بکثرت و معنی مین متواتر ہین اور ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ارے تم اصحاب محمد صلی اللہ
علیہ وسلم کی بدگوئی مت کرنا کہ انمین سے ایک کا قیام ایک دم بھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمہاری عمر بھر کی
عبادت (شب و روز سے) بہتر ہی۔ رواہ ابن بطہ باسناد صحیح۔ اور صحیح بخاری مین روایت ہی کہ جسکا حاصل یہ ہی
کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک روز جماعت اصحاب مین کہا کہ فتنہ کے باب مین تم مین سے کس نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے سنا ہی پھر حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ای امیر المومنین آپ کو اس فتنہ سے کیا لگاؤ ہی آپ کے اور فتنہ کے درمیان
تو ایک بند دروازہ ہی۔ حضرت عمر رضہ نے کہا کہ وہ دروازہ کھُلیگا یا ٹوٹ جائیگا تو حذیفہ نے کہا کہ نہین بلکہ توڑا جائیگا
راوی کہتا ہی کہ وہ دروازہ خود حضرت عمر رضہ تھے اور خود خوب جانتے تھے جیسے آدمی آج کے پیچھے کل کا دن ہونا
پہچانتا ہی۔ والحدیث فی البخاری۔ اور حضرت عثمان رضہ جس رات شہید ہونگے اسکے اول مین کوٹھے پر آئے اور
باغیون کو جو گھیرے ہوے تھے آگاہ کیا اور اپنے حق مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارات بیان کیے اور
اور اُنسے قسم لی تو اُنھون نے کہا کہ ہان سچ ہی پھر اُنکو قسم دلائی کہ تم جانتے ہو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ

ابو بکر و عمر دو مین تھا تو کو ہ احد کو زلزلہ ہوا پس آپ نے فرمایا کہ ٹھہر تجھپر فقط نبی و صدیق و شہید ہین باغیون نے کہا کہ ہان سچ ہو پس حضرت عثمان رض نے تکبیر کہی اور کہا کہ قسم ہو رب کعبہ کی کہ مجھپر گواہی دیتے ہین کہ مین شہید ہون پھر کوٹھے سے نیچے اُتر گئے۔ صحیح روایت ہو کہ جب عمر رضی اللہ عنہ نے بیت المقدس فتح کیا اور وہان کے بڑے عالم نے آپ کو پہچانکر حاکم بیت المقدس سے کہا تھا کہ قسم مسیح کی وہ یہی شخص ہو جو ان ملکون کو فتح کریگا دروازہ کھول دو اور اس سے اپنے حق مین امان حاصل کرو چنانچہ یہی ہوا اور حضرت عمر رض نے بیت المقدس کے اندر نماز جمعہ ادا کرنے کے بعد اُس نصرانی عالم کو بلوایا اور پوچھا کہ تو نے مجھے کیونکر پہچانا اُسنے کہا کہ ہمارے یہان تمہارے سب حلیہ موجود ہین اور مین آپ کے بعد والون کو بھی جانتا ہون حضرت عمر رض نے اس سے پوچھا تو اُسنے کہا کہ آپ کے بعد ایک خلیفہ آپ کے پیغمبر کے قرابت والون سے ہوگا وہ مرد صالح ہو ولیکن اپنی قرابت کا صلہ رحم بہت کریگا حضرت عمر رض نے فرمایا اللہ تعالے عثمان پر رحم کرے اور پوچھا کہ پھر کون ہوگا اُسنے کہا کہ پھر ایک خلیفہ ہوگا خون مین بھرتا ہوا تو عمر رضی اللہ عنہ نے اسکے سر پر چپ ماری اور کہا یا دفراہ یادفراہ یعنے اوگندے اوگندے تو اُسنے کہا کہ اے مومنون کے سردار مین اسکی مذمت نہین کرتا وہ تو مرد صالح ہو میرا یہ مطلب ہو کہ وہ ایسے وقت مین خلیفہ ہوگا کہ تلوارین کھینچی ہوئی اور خون جاری ہوگا پس حضرت عمر رض نے فرمایا کہ اللہ تعالی علی رض پر رحم فرماوے۔ بالجملہ یہ حضرات ان واقعات سے آگاہ تھے اور امر الٰہی مقدر و مقدور ہو پھر خوارج و روافض بے شبہہ جہالت سے گمراہ ہوے کہ انھون نے افضل الانبیاء والمرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی شان مین زبان درازی کی اور کلام الٰہی عزوجل سے معارضہ کیا اور حرمت صحبت خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کا پاس و لحاظ نہ رکھا۔ خبردار خبردار کہ تو کسی صحابی کے حق مین بدگمان ہوکر گمراہ نہو۔ امام رح نے فرمایا۔ ولا نذکر الصحابۃ الا بخیر۔ اور ہم کسی اور طرح صحابہ کا ذکر نہین کرینگے سواے بھلائی و خوبی کے کیونکہ ہر مومن اُنسے محبت کریگا اور ہر منافق اُنسے بغض رکھیگا انتہی۔ ولا نکفر مسلما بذنب من الذنوب وان کانت کبیرۃ اذا لم یستحلہا اور ہم کافر نہین کہتے کسی مسلمان کو بوجہ ارتکاب کسی گناہ کے اگرچہ کبیرہ گناہ ہو بشرطیکہ اُسنے اس کبیرہ کو حلال نہ کر لیا ہو۔ ف یعنی جس امر کا گناہ کبیرہ ہونا تو قطعی ظاہر و ثابت ہو پھر اُسنے اسکو حلال اعتقاد کر لیا جیسے زناکاری کو حلال کہے تو کافر ہو۔ قاری رح نے لکھا کہ سب اشخین کبیرہ گناہ ہو مگر کفر نہین ہو یہی کو صحیح کہا پھر لعنت دو معنی ایک یہ کہ کفر مین مقہور اور ایمان سے بالکل دور ہو دوم یہ کہ فسق و فجور و گناہون سے بدکار خوار ہو تفتازانی رح نے شرح عقائد مین کہا کہ سلف صالحین و علماے مجتہدین سے معاویہ رضی اللہ عنہ و اُنکے احزاب پر لعن منقول نہین ہو کیونکہ غایت الامر اُنکے بارہ مین یہ ہو کہ اُنھون نے امام برحق سے بغاوت کی اور یہ امر موجب لعن نہین ہوسکتا ہان اختلاف دربارہ یزید کے ہو۔ خلاصہ وغیرہ مین مذکور ہو کہ لعنت نہ کرنا چاہیے یزید پر اور نہ حجاج پر۔ مترجم کہتا ہو کہ یہی امام غزالی رح نے اختیار کیا ہو۔ اور یہی احوط ہو اللہ اُسکا نام زبان پر لانے اور اسکے ساتھ مشغول ہونے سے سواے اسکی برائی کے ہمکو حاصل نہین ولیکن ہم اُسکو اور اسکے مددگارون سے بالکل لگاو نہین رکھتے۔ شیخ ابن الہمام رح نے یزید کے کافر جاننے مین اختلاف نقل کیا بعض نے کہا کہ ہان اور امام احمد رح سے بھی یہ منقول ہو اور بعض نے کہا کہ

نہین بلکہ توقف کیا جاوے اور اللہ تعالی کے تفویض رکھا جاوے۔ پھر امام رح نے مرتکب کبیرہ کے حق مین کہا۔
ونسمیہ مومنا حقیقۃ۔ اور ہم مرتکب کبیرہ کو حقیقت مین مومن کہتے ہین ف معتزلہ مرتکب کبیرہ کو مومن حقیقی نہین کہتے لہذا
امام رح نے فرمایا۔ ویجوز ان یکون الرجل مومنا فاسقا غیر کافر۔ اور یہ ہوسکتا ہے کہ ایک شخص دل سے تصدیق کرنے
سے مومن ہو بدکاری کے ارتکاب سے فاسق ہو وہ کافر نہو۔ والمسح علی الخفین سنۃ۔ اور دونون موزون پر مسح کرنا
سنت ہے ف یعنی سنت قریب بتواتر سے ثابت ہے۔ والتراویح فی شہر رمضان سنۃ اور تراویح ماہ رمضان مین سنت
ہے ف یعنی اصل تراویح پر سنت مشہورہ ثابت ہے اگرچہ تعداد رکعات مین کمی بیشی ہے۔ والصلوۃ خلف کل بر وفاجر
من المومنین جائزۃ۔ اور نماز ہر مومن کے پیچھے خواہ نیکوکار صالح ہو یا بدکار ہو جائز ہوتی ہے ف قاری رح نے کہا کہ
جو کوئی امام فاجر کی وجہ سے جمعہ وجماعات ترک کرے وہ خود مبتدع ہے اور صحیح یہ کہ اسکا اعادہ کرنا بھی لازم نہین۔ ولا
نقول ان المومن لا یضرہ الذنوب وانہ لا یدخل النار۔ اور ہم یہ نہین کہتے کہ مومن کو گناہ ضرر نہین کرتے اور وہ دوزخ
مین داخل نہوگا ف یہ فرقہ مرجیہ واباحیہ کا رد ہے پھر معتزلہ کا رد کیا بقولہ۔ ولا انہ یخلد فیہا وان کان فاسقا بعد ان یخرج
من الدنیا مومنا۔ اور نہ ہم یہ کہتے ہین کہ مومن جو دوزخ مین داخل کیا گیا وہ اسمین ہمیشہ رہیگا اگرچہ وہ مومن فاسق ہو یعنی
بغیر توبہ مرا ہو بعد اسکے کہ وہ دنیا سے ایمان پر نکلا ہے۔ ولا نقول ان حسناتنا مقبولۃ وسیآتنا مغفورۃ کقول المرجیۃ
اور ہم یہ نہین کہتے کہ ہماری نیکیان مقبول ہین اور ہماری برائیان بخشی ہوئی ہین جیسے مرجیہ فرقہ کے لوگ کہتے ہین۔ ولکن
نقول بینتہ مفصلۃ ولیکن ہم اس مسئلہ اعتقادی مین بیان تفصیلی رکھتے ہین وہ بیان یہ ہے کہ۔ من عمل حسنۃ بشرائطہا
خالیۃ عن العیوب المفسدۃ والمعانی المبطلۃ ولم یبطلہا حتی خرج من الدنیا فان اللہ تعالی لا یضیعہا بل یقبلہا
منہ ویثیبہ علیہا۔ جس نے کوئی نیکی اسکے تمام شرائط کے ساتھ کی درحالیکہ وہ فاسد کرنیوالی عیبون ظاہری سے اور
باطل کرنیوالی عیبون باطنی سے پاک ہو اور اسنے اس نیکی کو باطل نہ کردیا مثلاً مرتد نہوگیا یہانتک کہ وہ دنیا سے نکل گیا تو
اللہ تعالی اس نیکی کو ضائع نہ فرمادیگا بلکہ اس بندے سے قبول فرماکر اسکو اس نیکی کا ثواب عطا کریگا۔ یہ تو تفصیل نیکی کی ہے
اور رہا بیان بدی کا تو فرمایا۔ وما کان من السیات دون الشرک والکفر ولم یتب عنہا حتی مات مومنا فانہ
فی مشیۃ اللہ تعالی ان شاء عذبہ وان شاء عفا عنہ ولم یعذبہ بالنار ابدا۔ اور جو بدی کی خواہ وہ صغیرہ ہو یا کبیرہ
ہو سوائے شرک وکفر کے اور اس بدی سے اسنے توبہ نہ کی یہانتک کہ وہ مومن مرگیا تو وہ اللہ تعالی کی مشیت کے تحت
مین ہے چاہے اسکو عذاب دے اور چاہے اس سے عفو کرے ولیکن عذاب دوزخ اسکو ہمیشہ کے لیے نہ دیگا فقہ بدلیل
قولہ تعالی ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء۔ یعنی اللہ تعالی شرک اپنے ساتھ ہو تو نہ بخشیگا اور سوائے
شرک کے بخشیگا جسکے لیے چاہے۔ بدلیل قولہ ان تجتنبوا کبائر ما تنہون عنہ نکفر عنکم سیئاتکم الآیۃ۔ ولیکن کبائر شمین
نہین ہین۔ والریاء اذا وقع فی عمل من الاعمال فانہ یبطل اجرہ وکذا العجب۔ اور ریاء یعنی دکھلانے کی نیت
جب کسی عمل مین پڑگئی خواہ کوئی عمل ہو فرض یا نفل، تو یہ ریاء اس عمل کے ثواب کو کھودیتی ہے اور یہی حکم عجب کا ہے
ف قال القاری رح اسمین اشارہ ہے کہ ماسوائے ریاء وعجب کے دیگر رذیل اخلاق سے فعل باطل نہین ہوتا ہے۔

والآیات للانبیاء والکرامات للاولیاء حق اور معجزات انبیاء علیہم السلام کے لیے اور کرامات اولیاء کے لیے برحق ہین ف معتزلہ و روافض نے کرامت سے انکار کیا اور کیون نہین کہ ان لوگون نے کبھی اپنے درمیان یہ منزلت دیکھی ہی نہین ہے - پھر یہ کرامت اس ولی کی اپنے نبی برحق کا معجزہ ہے کیونکہ یہ ولی اپنے نبی علیہ السلام کی صدق متابعت سے اس مرتبہ ولایت پر پہونچا ہے - واما التی تکون لاعدائہ مثل ابلیس وفرعون وما تکون للدجال مما روی فی الاخبار فلا نسمیہا آیات ولا کرامات ولکن نسمیہا قضاء حاجات لہم - اور وہ صورتین خرق عادت کی جو دشمنان حق سبحانہ کے واسطے ہو جاتی ہین جیسے ابلیس وفرعون کو اور وہ جو دجال کے لیے ہونگی اس قسم سے جو احادیث مین مروی ہین تو ہم ان صورتون کو آیات نہین کہتے اور نہ کرامات کہتے ہین ولیکن ہم کہتے ہین کہ یہ ان لوگون کی حاجتین پوری کرنی ہین وذلک لان اللہ تعالی یقضی حاجات اعدائہ استدراجا لہم فیغترون ویزدادون عصیانا وکفرا وذلک کلہ جائز ممکن - اور یہ بات اس لیے کہ اللہ تعالی اپنے اعدا کی حاجتین پوری کر دیتا ہے انکا استدراج کے لیے یعنی آہستہ درجہ بدرجہ انکو عذاب کی طرف بڑھانے کے لیے پس وے اسطرح حاجتون کے پورے ہونے سے مغرور ہوکر اور زیادہ عصیان وکفر مین بڑھ چلتے ہین اور یہ سب جائز ممکن ہے ف شیطان نے سجدہ نہ کیا اسکو ملعون کردیا پھر اسنے تا قیامت مرگ سے مہلت مانگی وہ دیدی - حدیث مین ہے کہ جب تو دیکھے کہ اللہ تعالی کسی بندہ کو جو نعمت وہ پسند کرتا ہے وہی دیتا ہے حالانکہ یہ بندہ اسکی نافرمانی پر مقیم ہے تو یہ فقط استدراج ہے پھر پڑھی یہ آیت فلما نسوا ما ذکروا بہ فتحنا علیہم ابواب کل شئی حتی اذا فرحوا بما اوتوا اخذناہم بغتۃ فاذا ہم مبلسون - یعنی ہر طرح یاد دلانے پر بھی کسی طرح انہون نے اپنے رب عزوجل کو یاد نکیا اور بھولے تو ہمنے ان لوگون پر ہر چیز کے دروازے کھول دیے یہانتک کہ جب اترائے اس چیز پر جو دیے گئے تھے تو ہمنے انکو گرفتار کر لیا اچانک سو ناگاہ وے ہر نیکی سے مایوس ہو گئے وکان اللہ خالقا قبل ان یخلق ورازقا قبل ان یرزق - اور اللہ تعالی بلاشبہہ خالق تھا قبل اسکے کہ یہ مخلوق حادث کرے اور وہ رازق تھا قبل اسکے کہ رزق دے ف یہ مسئلہ اعتقادی امام رح نے مکرر بیان فرمایا جس سے تنبیہ مقصود ہے کہ صفات باری تعالی کی کیفیت وحقیقت بندہ کے ادراک سے باہر ہے اور اسکی ذات و صفات مین تغیر نہین ہے اور خالق ہونے کی صفت بالاجماع اسکی صفت بالوہیت ذاتی ہے اور تخلیق اسکی صفت فعل ہے پس یہ اعتقاد بلا وسواس قبول کرنا ضرور ہے - واللہ تعالی یری فی الآخرۃ - اور اللہ تعالی اپنا دیدار دکھلا دیگا آخرت مین ف یہ مسئلہ بالکل قطعی ثابت اور آیات صریح اور احادیث متواتر المعنی اسکو مفید ہین اور سلف وخلف رضی اللہ عنہم کا اسپر اجماع اور کچھ خلاف نہ تھا پھر معتزلہ وخوارج وروافض نے پیدا ہوکر خلاف کی ابتدا کی اور اہل السنۃ والجماعۃ اپنی اصل پر ثابت رہے وللہ الحمد اور مترجم نے اردو تفسیر جامع مین اس مسئلہ کو قطعی دلائل کے ساتھ بیان کر دیا جس سے بحمد اللہ تعالی سب منکرون کے اوہام واقوال بخوبی رد ہو گئے ہین اور یہان اسقدر تطویل کی گنجایش نہین ہے - ویراہ المومنون وہم فی الجنۃ باعین رؤسہم - اور مومنین درحالیکہ جنت مین ہونگے اللہ تعالی کو اپنے سر کی آنکھون سے دیکھینگے ف اللہ تعالی جب جس بندے کے واسطے کرامت فرما دیگا اسکی

نظر سے ردائے کبریائی کا حجاب اُٹھا دیگا پس وہ اس بے مثال فضل وکرم سے سرفراز ہوگا - ولیکن یہ دیدار آلہی جیسا امام رح نے فرمایا - بلا تشبیہ ولا کیفیۃ ولا کمیۃ ولا یکون بینہ وبین خلقہ مسافۃ - یعنی ہم یقین جانتے ہین کہ یہ دیدار بلا تشبیہ ہی اور بدون کیفیت اور بدون کمیت اور اللہ تعالی ومخلوق کے درمیان کوئی مسافت نہوگی ف یعنی مخلوق کی صفات سے وہ منزہ وپاک ہی تو اسکی شان کا قیاس مخلوق پر نہین ہوگا - والایمان ہو الاقرار والتصدیق - اور ایمان یہ اقرار زبانی اور تصدیق دلی ہی ف یہی امام رح نے کتاب الوصیۃ مین فرمایا ہی اور تصریح کردی کہ نہ خالی اقرار کافی ہی اور نہ خالی تصدیق کافی ہی اور شارح ملا علی قاری رح نے توضیح کی کہ ان دونون مین تصدیق تو ایسا رکن ہی کہ کسی حال مین ساقط نہین ہوتا اور رہا اقرار تو وہ خوف جان کی صورت مین ساقط ہوجاتا ہی - پھر علی قاری رح نے شرح عقائد تفتازانی کی تبعیت مین کہا کہ ایمان کے اندر اقرار کا اعتبار ہونا یہ بعض علماء کا مذہب ہی اور اسی کو شمس الائمہ حلوائی اور فخر الاسلام نے اختیار کیا اور جمہور محققین اسطرف ہین کہ ایمان فقط تصدیق قلبی ہی اور اقرار اسواسطے شرط ہی کہ ایمانی احکام اسپر جاری اور اسکے ساتھ برتاو کیے جاوین پس جس نے دل سے تصدیق کی اور زبان سے اقرار نہ کیا وہ اللہ تعالی کے نزدیک مومن ہی اگرچہ احکام دنیاوی مین مومن نہو اور جس نے زبان سے اقرار کیا اور دل مین تصدیق نہوئی تو وہ منافق ہی اگرچہ ظاہر مین احکام دنیاوی مین مومن کا برتاو کیا جاوے اور اسی کو شیخ ابو منصور ماتریدی نے اختیار کیا اور نصوص اسکے موافق ہین کقولہ تعالی اولئک کتب فی قلوبہم الایمان وقولہ تعالی وقلبہ مطمئن بالایمان - وقولہ تعالی ولما یدخل الایمان فی قلوبکم - اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے لڑائی مین ایک مقابل کو مار ڈالا جسنے لا الہ الا اللہ کہا تھا اور دعوی کیا کہ اسنے میری تلوار کے خوف سے کہدیا تھا تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہلا شققت قلبہ - کیون تو نے اسکا دل نہ چیرا کہ تو دیکھ لیتا کہ اسنے سچ کہا یا جھوٹھ کہا جیسا کہ حدیث کو امام بخاری ومسلم وابو داؤد وترمذی وابن ماجہ ونسائی نے روایت کیا ہی پھر شرح عقائد نسفی مین ہی کہ ایمان اجمالی کا درجہ ایمان تفصیلی سے کم نہین ہی - یعنی مجمل یقین واقرار کیا کہ اللہ تعالی جن صفات وشان کے ساتھ ہی مین نے مانا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ اللہ تعالی کی طرف سے لائے اسکے رسول ہین مین نے مانا - واضح ہو کہ حدیث من قال لا الہ الا اللہ دخل الجنۃ - کے یہی معنی ہین پھر واضح ہو کہ جو بات دین مین عموماً بالضرور معلوم ہی اور مجمل ایمان والے پر تفصیل کے وقت یہ بات پیش ہوئی اور اسنے اس سے انکار کیا مثلاً فرض نماز تو وہ انکار سے کافر ہوگا کما قال القاری وغیرہ - وایمان اہل السماء والارض لا یزید ولا ینقص - اور ایمان اہل آسمان وزمین کا نہ بڑھتا ہی نہ گھٹتا ہی ف کتاب الوصیۃ مین فرمایا کہ یہ اسوجہ سے کہ متصور نہین زیادہ ہونا ایمان کا مگر جبکہ کفر مین کمی ہو اور متصور نہین کم ہونا ایمان کا مگر جبکہ کفر مین زیادت ہو تو کیسے ہوسکتا ہی کہ ایک شخص ایک ہی حالت مین مومن وکافر دونون ہو - قاری نے کہا کہ خلاصہ مین امام محمد رح سے نقل کیا کہ مین یہ کہنا کروہ رکھتا ہون کہ میرا ایمان مثل ایمان جبرئیل کے ہی ولیکن یون کہتا ہون کہ جیسکے ساتھ جبرئیل ایمان لائے اسی کے ساتھ مین بھی ایمان لایا - خلاصہ جو قاری رح نے کہا کہ اصل ایمان مین مساوات ہی اور قوت یقین وخوبی اخلاص ونور اعمال وجلائے معرفت مین اپنی اپنی حالت ہی اقول امام غزالی شافعی رح نے

اسی کا اقرار کیا ہے اور تحقیق یہ کہ اصل تصدیق مین سب برابر ہین پس اگر زیادہ یا کم ہو سکے تو تصدیق مین کمی یہ کہ گمان
یا شک رہ جاوے حالانکہ تعقاد وہ مومن نہین جسکی تصدیق پوری نہو یعنی اللہ تعالی کی توحید و صدق رسالت وغیرہ کو سچا جانے
اور دل سے مانے پھر اگر اسمین کچھ کمی ہوئی تو منافق یا کافر ہو گیا ہان بعد تصدیق کے جسقدر دل مین اثر ہو وہ کم و بیش ہوتا
ہے چنانچہ علم الیقین سے عین الیقین بڑھکر ہے اسی معنی مین وارد ہے کہ لیس الخبر کالمعاینۃ حالانکہ خبر سے تصدیق ہوئی پھر معاینہ کرنے
سے عین الیقین اور شہود بڑھ گیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو فرمایا اولم تومن یعنی کیا تو ایمان نہین لایا - ابراہیم نے کہا
بلے - مین ایمان کیون نہین لایا یعنی تصدیق کرتا ہون کہ اللہ تعالی جب چاہے مردہ زندہ کرے - ولکن لیطمئن قلبی - دیکھنے
دیکھنے کی درخواست اسلیے کہ میرا قلب مطمئن ہو - پھر ایمان مین معتبر یہی اصل تصدیق ہے اور قوت یقین یا ضعف یقین شرط
نہین ہے حالانکہ لوگون مین تفاوت اسی یقین کی کمی زیادتی مین ہوتا ہے چنانچہ ہم یقیناً جانتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کا یقین اور حضرت ابوبکر الصدیق کا یقین تمام سب سے بڑھکر ہے اسی کو امام رح نے فرمایا بقولہ - والمومنون مستوون
فی الایمان والتوحید متفاضلون فی الاعمال - اور مومنین ایمان و توحید مین برابر ہین اور اعمال مین باہم بعض کو بعض پر
تفضیل ہے - یعنی مومنین اصل ایمان و توحید مین برابر ہین کیونکہ اسی مین کمی ہو تو نفاق یا شرک ہو جاوے پھر دل مین
اس توحید کا یقین جانا اور وساوس و معاصی بچانا اور اوامر و طاعات پر عمل کرنا لوگون مین متفاوت ہے اسی سے نور مین
فرق ہے کیونکہ نور کلمہ توحید بعض مین مثل آفتاب کے بعض مین چاند اور بعض مین تارون و بعض مین چراغون کی طرح
متفاوت ہے اور اسی طرح آخرت مین ظاہر ہوگا اور جسقدر یہ نور قوی ہو اُسی قدر شبہات و گناہ کی تاریکی نیست ہوتی ہے
اور کلام امام مفید ہے کہ اعمال مغائر ایمان ہین یہی اہل سنت والجماعۃ کا مذہب ہے حق - والاسلام ہو التسلیم والانقیاد
لاوامر اللہ تعالی ففی طریق اللغۃ فرق بین الایمان والاسلام ولکن لایکون ایمان بلا اسلام ولا اسلام
بلا ایمان فہما کالظہر مع البطن - اور اسلام گردن جھکانا اور فرمانبرداری کرنا واسطے احکام آلہی کے ہے سو لغت کی راہ
سے ایمان و اسلام مین فرق ہے و لیکن ایمان بدون اسلام نہوگا اور نہ اسلام بدون ایمان ہوگا سو یہ دونون جیسے آدمی
کے لیے پیٹھ کا ساتھ پیٹ سے ہے - والدین اسم واقع علی الایمان والاسلام والشرائع کلھا - اور دین ایک
نام ہے جو مجموعہ ایمان و اسلام و تمام احکام پر واقع ہوتا ہے - ونعرف اللہ تعالی حق معرفتہ کما وصف نفسہ فی کتابہ
بجمیع صفاتہ - اور ہم اللہ تعالی کو پہچانتے ہین حق پہچاننے کا جیسے اُسنے وصف فرمایا اپنی ذات کا اپنی کتاب مین
جمیع صفات کے ساتھ - یعنی بحسب قدرت بندہ و طاقت عبد ہم موافق وصف قرآن مجید کے درحقیقت ویسے ہی
ایمان لاتے ہین جیسے اُسنے فرمایا ہے - حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے توحید پوچھی گئی تو فرمایا کہ تو جان لے کہ جو تیرے
دل مین خطور کرے یا تو وہم کرے یا خیال مین لاوے یا تصور کرے خواہ تو کسی حال مین ہو تو اللہ تعالی اس سے
برتر ہے ذکرہ الفارسی رح ولیس یقدر احدان یعبد اللہ تعالی حق عبادتہ کما ہو اہل لہ ولکنہ یعبدہ بامرہ
کما امر - اور کوئی یہ قدرت نہین رکھتا کہ اللہ تعالی کی عبادت کرے جو اسکی عبادت کا حق ہے جیسے اسکی شان اعلی
کے لائق ہے و لیکن بندہ اسکی بندگی اسکے حکم سے جیسے اُسنے حکم کر دیا ہے بجا لاتا ہے - اسمین امام رح نے تین باتون کا

اشارہ کیا اوّل یہ کہ بندہ حق عبادت سے عاجز ہی دوم یہ کہ جو عبادت ادا ہوتی ہی اُسکی شان کے لائق نہین ہوتی
سوم جیسے عبادت کا حکم دیا ہی اس طریقہ سے بندہ حکم کی فرمانبرداری کرتا ہی - بیان اول یہ کہ شکر الٰہی ادا کرنا
بموازنہ اُسکی نعمتون کے ہو اور نعمتہاے الٰہی شمار سے باہر ہین کما قال تعالی وان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوہا یعنی اگر
تم اللہ تعالی کی نعمتون کو شمار کرو تو کبھی نہین گھیر سکتے ہو - مثلاً جسم کے اعضاء و اُنکے منافع خود بشر کو معلوم نہین
تو شمار کیا کرے اور حواس و عقل و روح کے فوائد کہانتک جانے پھر ہر سانس مین دو فائدہ تفریح ہوا و حیات
کی بقاء کے ظاہر ہین ان دو کا شکر جبتک ادا کرے کتنی سانسون کا شکر اسپر عائد ہوا اور شکر کی توفیق و استطاعت
جو صحت و عافیت پر ہی اور ادا ے نماز وغیرہ اسکے رزق و لباس و پانی و صحت جسمانی پر ہی ہر طاعت اسی صحت و استطاعت
و طاقت کا شکر نہین ہو سکتی تو ان بیشمار نعمتون کا شکر کہان رہا پھر جب شکر ہی ہنوز ادا نہوا تو اُسکی عبادت کا کیا ذکر ہی
پھر عبادت ایک چیز بندہ مخلوق سے پیدا ہوتی ہی اور بارگاہ خالق جل شانہ اس بندہ مخلوق کی مناسبت سے پاک ہی
تو طاعت جو کہ مخلوق سے مخلوق ہی وہ اسکی بارگاہ کبریائی کے کب لائق ہی یہ بیان امر دوم ہی - پھر یہ اس کا تمام فضل
و انعام ہی کہ اُسنے بندہ کو طریقہ تبلا دیا اور اسکے بجالانے کا حکم کیا اور اسی فضل کو اپنی رحمت سے بندہ کی عبادت ٹھرا
دیا پس بندگی یہ ہی کہ اسکے حکم سے اُسکے تبلائے طریقہ کو ادا کرے اور اسکی رحمت کا امیدوار رہے اور ہر دم استغفار
کرے جہانتک ممکن ہی اور یہ نہین سمجھے کہ مین نے اُسکی عبادت کی پھر یہ کیا سمجھا کہ اسکی شان کے لائق عبادت کی
یہ مقام بہت قابل اہتمام ہی اور غور کرو کہ جو اُسنے عبادت بندہ کے لائق مقرر کر دی ہی وہی ادا نہین ہوتی ہی اور سرور عالم
حبیب مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم کی اس شان کو دیکھو کہ انبیاء و رسل مین افضل علیہ وعلیہم الصلوۃ والسلام پھر بعد نماز
کے استغفار کرتے گویا اشارہ تقصیر طاعت کا ہی اور فرماتے لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک یعنی مین
نہین احصاء کر سکتا کسی تعریف کا تیری شان مین تو ویسا ہی حمید مجید ہی جیسے تو نے خود اپنے نفس کی تعریف فرمائی ہی
اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد - قاری رح نے کہا کہ تحقیق یہ ہی کہ جب اللہ تعالی کی معرفت حاصل
ہوئی تو اسکا حکم تو یکسان مستمر ہی اور رہی عبادت تو وہ بندہ پر لحظہ بلحظہ دم بدم واجب ہی اور بندہ ضعف بشریت کی وجہ سے
اسکے ادا سے عاجز ہی - بالجملہ ایمان و یقین کے لیے بندہ مستحکم ملتجی ہو کہ وہ معرفت ہی - ویستوی المومنون کلھم فی
المعرفۃ والیقین والتوکل والمحبۃ والرضاء والخوف والرجاء والایمان - اور یکسان برابر ہین مومنین سب کے
سب نفس معرفت مین اور نفس یقین مین اور اللہ تعالی پر توکل مین اور محبت مین اور اسکے قضاء و قدر پر راضی ہونے
مین اور اسکے عذاب سے خوف کرنے اور اسکی رحمت کی امید رکھنے مین اور اسکی ذات و صفات پر یقین رکھنے مین -
ویتفاوتون فیما دون الایمان فی ذلک کلہ اور تفاوت رکھتے ہین مومنین باہم ماسواے نفس ایمان مین اور
ان سب امور مین - قاری رح نے لکھا یعنی ماسواے تصدیق و اقرار اصلی کے اطاعت و عصیان مین اور نیز مقامات
و درجات توکل و محبت و رضاء و خوف و خشیۃ وغیرہ مین متفاوت ہین - امام طحاوی رح نے عقیدہ مین لکھا کہ ایمان تو
ایک ہی ہی اور اصل ایمان مین جو ایمان والے ہین برابر ہین و لیکن انہین از راہ خوف و خشیۃ و تقوی و مخالفت نفس و

مدارست تقویٰ کے تفاوت و باہمی تفاضل ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ قولہ تعالیٰ وہم من خشیۃ ربہم مشفقون الآیۃ۔ اور قولہ تعالیٰ انما یخشی
اللہ من عبادہ العلماء الآیۃ ودیگر نصوص قطعی تفاضل مقامات پر دلیل ہین ولیکن مومن اگرچہ فاسق ہو اُسی پر ایمان لایا جسپر
مومن صالح ایمان لایا ہے پس نفس ایمان مین برابر ہین اور واضح ہو کہ جو کلام مومن مین ہے اور جو شخص ظاہر مین مسلمان ہو ولیکن
اُسکو یقین نہو یا مشکوک ہو تو وہ مومن ہی نہوگا۔ واللہ تعالیٰ متفضل علی عبادہ وعادل۔ اور اللہ تعالیٰ متفضل ہے بندون
پر اور عادل ہے ف یعنی بعض پر فضل ظاہر کرتا ہے اور بعض پر عدل۔ قد یعطی من الثواب اضعاف ما یستوجبہ العبد
تفضلا منہ۔ کبھی بندہ کو ثواب سے اسکا کئی گونہ دیتا ہے جسکا بندہ مستوجب ہے اپنی طرف سے تفضل کی جہت سے ف
ہر نیکی پر دہ گنہ تو ہر ایک مومن کو عام ہے اور بعضے خاص مخلصین وغیرہ کو سات سو گونہ اور اس سے زیادہ بغیر انداز
عطا فرماتا ہے۔ وقد یعاقب علی الذنب عدلا منہ وقد یعفو فضلا منہ۔ اور کبھی عذاب کرتا ہے بندہ کو گناہ پر اپنی طرف
سے عدل کی جہت سے اور کبھی گناہ کو بخش دیتا ہے اپنی طرف سے تفضل سے۔ وشفاعۃ الانبیاء علیہم السلام وشفاعۃ
نبینا صلی اللہ علیہ وسلم للمومنین المذنبین ولاہل الکبائر منہم المستوجبین للعقاب حق۔ اور برحق ہے شفاعت
کرنا انبیاء علیہم السلام کا عموما اور ہمارے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا خصوصا گنہگار مومنون کے لیے خواہ کوئی گناہ رکھتے
ہون اور مومنون مین سے کبیرہ گناہ والون کے لیے جو سزاوار عذاب ہوئے ہون۔ ف حدیث مین ہے کہ میری شفاعت
میری امت کے کبیرہ گناہ والون کے لیے ہے۔ اِس حدیث کو امام احمد وابوداؤد وترمذی وابن حبان وحاکم نے
انس رضی اللہ عنہ سے اور ترمذی وابن ماجہ وابن حبان وحاکم نے جابر رضی اللہ عنہ سے اور طبرانی نے ابن عباس
رضی اللہ عنہ سے اور خطیب نے ابن عمر اور کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہم سے روایت کیا پس یہ حدیث مشہور ہے اور
احادیث الشفاعۃ متواتر المعنی ہین اور آیات اِنکے ساتھ قطعی دلائل ہین اور اِسی طرح شفاعت کرنا ملائکہ کا ثابت
ہے اور اِسی طرح شفاعت کرنا علماء واولیاء وشہداء وفقراء مومنین کا اور مومنون کے بچون کا جنکی وفات پر والدین
نے صبر کیا ہو ثابت ہے اور امام اعظم نے کتاب الوصیۃ مین کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا شفاعت کرنا اہل جنت کے لیے
برحق ہے اگرچہ کبیرہ گناہ والا ہو۔ انتہی اور بیشک ثبوت ہوا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کئی طرح پر ہوگی یعنی
ازانجملہ ایک شفاعت تو اگلی وپچھلی تمام امتون کے لیے عام ہے ہذا ملخص ما قال القاری رح ووزن الاعمال
بالمیزان یوم القیامۃ حق۔ اور قیامت کے روز میزان مین اعمال کا وزن ہونا برحق ہے ف مومنون کے اعمال
واسطے درجات جنت کے خواہ ابرار ہون یا عام ہون اور کافرون کے اعمال کا وزن بیقدری کا واسطے درکات جہنم
کے ہوگا لقولہ تعالیٰ ومن خفت موازینہ فاولئک الذین خسروا انفسہم فی جہنم خالدون۔ والقصاص فیما بین الخصوم
یوم القیامۃ حق۔ اور قیامت کے روز باہم خصوم مین قصاص ہونا برحق ہے ف یعنی اگر کسی کا دوسرے پر کچھ حق ہے یا
کسی ظلم کا مطالبہ ہے تو دوسرے سے برابر کا بدلا لیا جائیگا اور دوسرے کا بھی اگر اسکی طرف کچھ ہوگا قصاص کیا جائیگا
پس ظالم کی نیکیان مظلوم یا حقدار کو دیدی جاوینگی جسقدر اسکا حق ہے فان لم یکن لہ حسنات طرح السیئات علیہم
وذلک جائز حق۔ پھر اگر ان ظالمون کی نیکیان نہون تو انکے مظلومون کے گناہ ظالمون پر ڈالے جاوینگے اور

یہ سب جائز حق ہی۔ وحوض النبی صلی اللہ علیہ وسلم حق۔ اور حوض نبی صلی اللہ علیہ وسلم برحق ہی ف ترمذی رح نے باسناد حسن روایت کی کہ ہر نبی کے لیے ایک حوض ہی انہیں باہم مباہات ہوگی کہ کس کے حوض کے زیادہ واردین اور مجھے امید ہی کہ سب سے زیادہ واردین میرے حوض پر ہونگے۔ یہ احادیث احاد ہین اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے قطعًا حوض ہی بدلیل قولہ تعالی انا اعطیناک الکوثر۔ اور یہ افضل ہی اور قرطبی رح نے نقل کیا کہ جن لوگون نے جماعت مسلمین سے پھوٹ کر اپنی راہ نکالی جیسے خوارج وروافض ومعتزلہ وغیرہ وے حوض کوثر سے مطرود کیے جاوینگے ایسے ہی جن ظالمون نے فسق کا اعلان کیا ہی حوض سے مطرود کردیے جاینگے۔ اور حدیث حوض کو کچھ اوپر تیس صحابہ رضی اللہ عنہم نے روایت کی اور غایت غمرت سے قریب بمتواتر ہی۔ والجنۃ والنار مخلوقتان الیوم اور جنت ودوزخ اب مخلوق موجود ہین۔ لاتفنیان ابدا ولایفنی ثواب اللہ ولاعقابہ سرمدا۔ یہ دونون کبھی فنا نہونگے اور اللہ تعالی کا ثواب یا عقاب بھی کوئی کبھی فنا نہو گا ف امام رح نے کتاب الوصیۃ مین فرمایا اور جنت ودوزخ برحق ہین اور وہ دونون مخلوق موجود ہین اور دونون کے لیے فنا نہین اور ان دونون کے لوگون کے لیے بھی کبھی فنا نہین ہی انھی یعنے جنتی اور دوزخی ہمیشہ باقی ہین۔ واللہ تعالی یہدی من یشاء فضلا منہ اور اللہ تعالی اپنے فضل کی راہ سے جسکو چاہتا ہی ہدایت دیتا ہی ف یعنی ایمان وطاعت کی طرف پس اسکو مظہر جمال ورحمت کردیتا ہی ویضل من یشاء عدلا منہ۔ اور گمراہ کرتا ہی جسکو چاہے اپنے عدل کی راہ سے ف پس اسکو مظہر جلال وغضب کرتا ہی پھر ہدایت کرنا اللہ تعالی کا یہ کہ اسکو توفیق دینا اور احسان کرتا ہی۔ واضلالہ خذلانہ۔ اور اللہ تعالی کا گمراہ کرنا یہ کہ اسکو خوار چھوڑتا ہی۔ وتفسیر الخذلان ان لایوفق العبد علی مایرضاہ عنہ۔ اور خوار چھوڑنے کے یہ معنی ہین کہ توفیق نہ دے بندہ کو ایسی چیز کی جسکو اس سے برضاو پسند کرے۔ وہو عدل منہ۔ اور یہ خوار چھوڑنا اسکی طرف سے عدل ہی ف کیونکہ اللہ تعالی پر کسی کی کوئی چیز واجب نہین ہی اور ہر چیز اپنے موقع پر رہنا ہی عدل واعتدال ہی وکذا عقوبۃ المخذول علی المعصیۃ۔ اور یون ہی جس شخص کو خوار چھوڑا ہی اسکو نافرمانی پر عذاب کرنا بھی عدل ہی ولانقول ان الشیطان یسلب الایمان من عبدہ المومن قہرا وجبرا۔ ہم نہین کہتے کہ شیطان چھین لیتا ہی ایمان کو اللہ تعالی کے مومن بندے سے از راہ قہر وجبر کے ف یعنی شیطان کو خود قدرت قہری وجبری نہین ہی وقد قال تعالی ان عبادی لیس لک علیہم سلطان۔ یعنی شیطان کو فرمایا کہ میرے جو بندے ہین ان پر تجھے قہری سلطنت نہین ہی۔ وسوسہ وانموا شیطان ان پر یہانتک اثر نہین کرتا کہ ایمان چھوڑین۔ جنکو اللہ تعالی پر جزم ویقین نہین وے ایمان کا جزم چھوڑتے اور مذبذب ہو جاتے ہین۔ ولکن نقول العبد یدع الایمان۔ ولیکن ہم کہتے ہین کہ بندہ خود ایمان کو چھوڑ دیتا ہی یعنی یقین چھوڑ دیتا ہی۔ فاذا ترکہ فحینئذ یسلب منہ الشیطان۔ پھر جب اسنے جزم یقین کو چھوڑا تو اس وقت اس سے شیطان چھین لیتا ہی ف اسوقت شیطان کو اسپر سلطانی قابو ہو جاتا ہی اور شیطان اپنی مصلحت کے موافق اسکو دنیاوی مطالب دکھا کر گمراہی میں ڈال دیتا ہے یعنی ضلالت مین سکھلاتا ہی انجام اسکا موت پر خذلان ودائمی بربادی ہی۔ وسوال منکر ونکیر فی القبر حق۔ اور سوال کرنا منکر ونکیر کا یعنے تیرا کون رب ہی کیا دین ہی کون تیرا نبی ہی۔ قبر مین یعنی

یعنی بعد مرگ جہان پڑے وہان برحق ہو وقف انبیاء علیہم السلام وشہید و اطفال اس سوال سے مستثنی ہین - بعض نے کہا کہ مسلمانون کے اطفال بیشک متعور ہین اور اس سوال مین حکمت ہو کہ اسپر عموم اطلاع نہین ہو - امام اعظم رح نے کافرون کے اطفال کے سوال اور انکے جنت مین جانے مین توقف کیا واللہ تعالی اعلم - دوسرون نے کہا کہ اہل جنت کے خادم ہونگے - مترجم کہتا ہو کہ حیات دنیا مین جو اعتقاد حق اُسنے رکھا یا اعتقاد باطل رکھا وہ اسکے آئنہ قلب پر چھپا ہو جسپر اُسی پر اُٹھیگا اور کچھ تبدل ممکن نہین ہو لہذا جو دنیا سے صدق یقین پر اٹھا صحیح جواب دیگا اور جو کفر پر اٹھا نعوذ باللہ من ذلک تو وہ اپنا باطل ہونا جان لیگا ولیکن اسکے آئنہ مین سواے باطل کے اب تبدل نہین ہو سکتا پس اُسکا جواب وہی باطل ہو

واعادة الروح الی العبد فی قبرہ حق - اور اعادہ روح کا بندے کی طرف اسکی قبر مین یعنی جہان مرکر پڑے برحق ہو

وضغطة القبر حق - اور قبر کا بھینچنا برحق ہو وقف اہل ایمان کے لیے جیسے مادر مہربان پشانی ہو اور کافر کے لیے جیسے دشمن جان کہ ادھر کی پسلیان اُدھر نکل آتی ہین اور یہ امر عجیب حکمت بعیت ہو اور اہل حواس جاہل وسواس مین ہین - اعوذ باللہ من الکفر - وعذابہ حق کائن للکفار اجمعین - اور عذاب قبر کا برحق ہونے والا ہو کافرون سب کے لیے

ف کوئی نہین بچتا ہو اللہ تعالی نے فرمایا النار یعرضون علیہا غدوا وعشیا ویوم تقوم الساعة ادخلوا آل فرعون اشد العذاب - یعنی آگ ہو کہ یہ لوگ اسپر پیش کیے جاتے ہین صبح وشام اور وہ دن کہ قیامت قائم ہوگی حکم ہوگا کہ داخل کرو آل فرعون کو سخت تر عذاب مین - ولبعض المسلمین - اور یہ عذاب قبر بعض گنہگار مسلمانون کے لیے بھی برحق ہو وقف امید یہ کہ مومن گنہگار کو اس قسم کے عذاب مین سے نہین جو کافرون کے لیے ہو واللہ تعالی اعلم - اور واضح ہو کہ آرام وراحت

قبر بھی برحق ہو - قال تعالی ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربہم یرزقون فرحین - جو لوگ اللہ تعالی کی راہ مین شہید ہوئے انکو مردے مت خیال کیجیو وے زندہ ہین اپنے رب کے یہان رزق پاتے ہین بہت فرحت مین ہین آخر تک آیت - قال القاری رح یہ عذاب وثواب روح کے ساتھ ہو یا بدن کے ساتھ ہو یا دونون کے ساتھ ہو صحیح یہی ہو کہ دونون کے ساتھ اور ہم جانتے ہین اور اپنی ہستی سے زیادہ اسکی کیفیت کے پیچھے نہین پڑتے اور یعنی کیفیت آخرت کی نہین دریافت ہوتی ورنہ حکمت مین فرق آوے اور کیونکر کہ دنیا مین کوئی جنت کی راہ طے کرتا ہو اور کوئی دوزخ کی اور انکو احساس نہین ہو اور اللہ تعالی کے بندے ہین کہ انکو علم وفہم عطا فرمائی کہ سمجھتے بوجھتے ہین پس ہمارا وہ ہوا کہ ایمان نہین لایا - پھر شیخ قاری رح نے لکھا جسکا خلاصہ یہ کہ لوگون نے روح کی حقیقت مین گفتگو کی بعض نے کہا کہ وہ ایک جسم لطیف ہو کہ جسد مین اسطرح مختلط ہو گیا ہو جیسے سبز لکڑی کی رگ وریشہ مین پانی ساری ہوتا ہو اللہ تعالی نے جاری فرمایا ہو کہ جب تک یہ روح جسم مین رہے جسم مین حیات رہے پس جب یہ روح اس سے نکلے تو موت سے حیات جاتی رہے اور اُنھون نے کہا کہ حیات واسطے روح کے بمنزلہ شعاع آفتاب کے ہو اللہ تعالی نے جاری فرمایا کہ جب تک آفتاب طالع ہو تو عالم نور سے منور رہے اسی طرح جب تک روح بدن مین رہے بدن کے واسطے حیات پیدا فرماتا ہو - اسی قول کی طرف مشائخ صوفیہ نے میل کیا ہو - ایک جماعت اہل سنت نے کہا کہ روح ایک جوہر لطیف ہو جو جسم مین اسطرح ساری ہو جیسے گلاب کے پھول مین گلاب ہوتا ہو - قاری رح نے کہا کہ یہ قول اور پہلا قول

دونون سب باتون مین برابر ہین صرف اسقدر فرق ہے کہ روح جسم لطیف ہے یا جوہر ہے پس اول قول مین جسم لطیف کہا
اور دوسرے قول مین جوہر کہا ہے اور لکھا کہ صحیح یہ ہے کہ وہ جسم لطیف ہے کیونکہ روح کے واسطے وارد ہوا کہ وہ داخل جسم
ہوتی اور خارج ہوتی اور علیین کی طرف صعود کرتی ہے اور کافرون کی روح سجین کی طرف گرائی جاتی اور مانند اسکے جو
روح کے جسم لطیف ہونے پر دلالت کرتی ہین - پھر کہا کہ ایسا کلام دربارہ روح کے منافی قول اللہ تعالی ہے کہ فرمایا
قل الروح من امر ربی یعنی کہدے کہ روح از امر رب ہے اور اللہ تعالی نے فرمایا ان الامر کلہ للہ - امر سب اللہ تعالی ہی
کے واسطے ہے - اور لکھا کہ سب سے زیادہ قوی واولی قول یہ ہے کہ روح کا علم اللہ تعالے کو ہے اور یہی جمہور اہل سنت والجماعۃ
کا قول ہے - مترجم کہتا ہے کہ شیخ روزبہان شیرازی رح جو ایک ائمہ اولیاء مین سے ہین انھون نے روح کے بارہ مین جسم
لطیف یا جوہر ہونے وغیرہ کا کوئی کلام نہین کیا بلکہ صریح اشارہ اس جانب فرمایا کہ مابین تجلی صفات وذات کے امر الہی سے
اسکا ظہور ہے اور اسکی حقیقت پر اطلاع نہین ہے اور یہ قول موافق قرآن پاک اور مطابق جمہور سواد اعظم اہل السنۃ والجماعۃ ہے
اور اسمین ایک بسیط کلام مترجم کی اردو تفسیر جامع مین ائمہ علماء سے منقول ہے واللہ تعالی اعلم - بالجملہ ہمکو روح مین یہ اعتقاد ہے
کہ جو اللہ تعالی نے روح کی نسبت فرمایا اور احادیث قطعیہ مین وارد ہے حق ہے اور حقیقت کی گفتگو ہم نہین کرتے ہین مگر فہم کی
زیادتی کے واسطے نہ واسطے اعتقاد کے اور امام رح نے کتاب الوصیۃ مین فرمایا کہ ہم اقرار کرتے ہین کہ اللہ تعالی زندہ
کریگا ان نفوس کو بعد موت کے کہ انکو اٹھائیگا ایک دن کے لیے جسکی مقدار پچاس ہزار برس کی ہے واسطے بدلا دینے
اور ثواب دینے اور باہم اداے حقوق کے لیے اور اللہ تعالی نے فرمایا وان اللہ یبعث من فی القبور - یعنی اور اللہ تعالی
مبعوث فرمائیگا جو خاک مین ہے - قاری رح نے اسکے واسطے دیگر آیات جو حشر جسمانی کے واسطے قطعی نصوص مین ذکر کین اور
کہا کہ اسمین فلاسفہ پر رد ہے جو حشر جسمانی سے انکار کرتے ہین اور کہا کہ امام رازی رح نے فلاسفہ کے اوہام انکاری کو رد کرکے
آخر انکو نمایش کی کہ جب ہم حشر جسمانی کے معتقد ہوئے اور اخلاق جمیلہ و اعمال صالحہ سے اسکا سامان حاصل کیا اور اخلاق
رذیلہ وبدکاریون کو چھوڑا تو ہم کہتے ہین کہ ہمارے وتمھارے درمیان اختلاف ہے تمنے یہ سامان نہ کیا پس خیال کرو کہ
اگر وہ حق ہے جیسا ہم کہتے ہین تو ہم اچھے رہے اور جو منکر تھا وہ برباد ہوا اور اگر منکر کا کہنا فرض کیا جاوے کہ وہ نہین ہے
تو ہمارا کچھ نقصان نہوا - انتہاے درجہ وہ منکر یہ کہیگا کہ دنیاوی شراب وسور کا گوشت وغیرہ ہمنے دنیا مین نہین پایا تو
ہر عاقل سمجھ سکتا ہے کہ ان چیزون کے کھانے مین کوے وکتے وکیڑے شریک ہین تو اگر ایسی چیز جاتی رہے جسمین یہ لوگ
ہمارے شریک ہمسر ہین تو التفات کے قابل نہین ہے - امام رح نے فرمایا وکل ما ذکرہ العلماء بالفارسیۃ من صفات
اللہ تعالی عزت اسماؤہ وتعالت صفاتہ جائز القول بہ سوی الید بالفارسیۃ ویجوز ان یقال بروی
خدای بلا تشبیہ ولا کیفیۃ اور صفات الہی مین جسکو علماء سلف رحمہم اللہ تعالی نے فارسی مین یعنی سواے عربی کے
دوسری زبان مین تعبیر کیا ہے تو اسی طرح کہنا جائز ہے سواے صفت ید کے کہ اسکو فارسی مین تعبیر نہ کیا جاوے اور
جائز ہے کہ کہے بروی خدا اے یعنی اللہ تعالی کے روبرو مگر تشبیہ وکیفیت کے بغیر یعنی اسکی تشبیہ کسی مخلوق سے یا کیفیت
اسکی تصور مین نہو بلکہ اللہ تعالی کو تشبیہ وکیفیت سے منزہ وپاک جانے - ولیس قرب اللہ تعالی ولا بعدہ من طریق

طول المسافة وقصرها ولا على معنى الكرامة والهوان اور قرب اللہ تعالیٰ بندگان مطیع سے یا دوری اسکی بندگان
عاصی سے ازراہ درازی مسافت وکمی مسافت کے نہین ہو اور نہ قرب سے مراد کرامت اور دوری سے مراد خواری ہو
یعنی جیسے تاویل والے کرتے ہین - ولكن المطيع قريب منه بلا كيف والعاصي بعيد عنه بلا كيف - ولیکن یہ اعتقاد
حق ہو کہ بندہ مطیع اپنے رب عزوجل سے قریب ہو جسکی کیفیت غیر معلوم ہو اور بندہ عاصی اپنے رب عزوجل سے دور ہو
بلاکیف ف خلاصہ یہ کہ قرب وبعد معلوم اور کیفیت مجہول ہو اور کسی طرح کی تشبیہ تعطیل نہین ہو - والقرب والبعد والاقبال
يقع على المناجي - اور جو بندہ اپنے رب عزوجل سے مناجات کرتا ہو مثلاً نماز پڑھتا ہو تو اسکے حق مین قرب اور متوجہ
ہونا واقع ہو اور جو بندہ روگردان ہو اسکے حق مین بعد اور اعراض صادق ہو ولیکن بے کیفیت ہو - وكذلك جواره
في الجنة والوقوف بين يديه بلا كيف اور اسی طرح جنت مین جوار رب العالمین ہونا اور قیامت مین اسکے روبرو
حضور ہونا حق ہو مگر بلا تشبیہ وکیفیت ہو ف قاری رح نے کہا کہ تحقیق مقام یہ کہ امام اعظم رح کے نزدیک حق تعالیٰ کا قرب
خلق سے یا خلق کا قرب حق عزوجل سے ایک وصف تحقیقی ہو ولیکن جو کوئی اپنے تصور سے اسکی صورت وتشبیہ بمخلوقات
خیال کرے باطل ہو اسکی کیفیت کیونکر وکس طرح فہم عقل سے باہر ہو اور متاخرین بعضے اور جمہور فرقہ مبتدعہ کے اس
وصف مین تاویل کرتے ہین اور قرب کے معنی رحمت الٰہی کے بوجہ اسکی طاعت کے اور بعد کے معنی دوری بوجہ معصیت
کے قرار دیتے ہین - اور ارباب اشارہ کہتے ہین کہ قرب رب عزوجل کی شان سے ہو کہ تو اپنے تمام حالات مین اللہ تعالیٰ
کی نعمت اپنے اوپر دیکھے اور اُسی کی منت مشاہدہ کرے اور اپنی طاعت وفرمانبرداری کو نگاہ مین نہ دیکھے بعض علماء
نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے قرب بے قیاس سے تو اسکو نہین دیکھتا اور تو اس سے انتہا ے دور ہو کر اسکے سواے غیر کو
دیکھتا ہو - والقرآن منزل على رسول الله صلعم وهو في المصاحف مكتوب اور قرآن منزل ہو ۲۳ برس مین رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم پر اور وہ مصحف مین مکتوب ہو - وآيات القرآن كلها في معنى الكلام مستوية في الفضيلة والعظمة
اور آیات قرآن سب کی سب اس معنی مین کہ کلام الٰہی ہین فضیلت وعظمت مین برابر ہین - الا ان لبعضها فضيلة
الذكر وفضيلة المذكور - بات اتنی ہو کہ بعض آیات کیو اسطے فضیلت ذکر کی اور فضیلت مذکور کی ہو - مثل آية الكرسي
لان المذكور فيها جلال الله وعظمته وصفته فاجتمعت فيها فضيلة الذكر وفضيلة المذكور - جیسے آیۃ الکرسی کہ اسمین
سب آیات کی طرح فضیلت ذکر کی تو موجود ہو اور ذکر جسکا ہو اس مذکور کی فضیلت زائد ہو کیونکہ مذکور اس آیت
کرسی مین اللہ تعالیٰ کا جلال وعظمت وصفت ہو تو اسمین فضیلت ذکر کی اور فضیلت اسکی جو اس ذکر کا مذکور ہو دونون
جمع ہو گئین ف اسی کے مثل سورہ اخلاص مین بیان ہو یا زائد ہو - وما في قصة الكفار فيها فضيلة الذكر فحسب
وليس للمذكور فيها وهم الكفار فضيلة - اور جو آیات کہ کافرون کے قصہ مین ہین یعنے جیسے تبت يدا ابي لهب الخ تو ان
آیات مین فقط فضیلت ذکر کی ہو کیونکہ جو ان آیات مین مذکور ہو اور وے کفار ہین انکے لیے کچھ فضیلت نہین ہی
ف واضح ہو کہ کفار پر جو غضب قہر الٰہی ظاہر ہوا اور وہ آیات حال کفار مین ضمناً مذکور رہی تو اس شان کی فضیلت
بھی ذکر کے ساتھ ہو ولیکن خالی ان کفار کی کچھ فضیلت نہین ہو جیسا کہ امام رح نے ذکر فرمایا فافہم واللہ اعلم -

وکذلک الاسماء والصفات کلہا مستویۃ فی الفضیلۃ والعظمۃ لاتفاوت بینہا - اور یون ہی اللہ تعالی کے اسماء
وصفات سب کے سب فضیلت وعظمت مین برابر ہین اور ان اسماء وصفات مین کچھ تفاوت نہین ہے ف کیونکہ سب
حضرت باری تعالی جل شانہ کے اسماء وصفات مین وہ سب یکسان ہین اور واضح ہو کر بندہ کے مناسب بعض اسماء وصفات
بعض وجوہ مین خاص ہوتے ہین مثلاً کسی نے گناہ سے استغفار کرنا چاہا تو اسکو یہ مناسب نہین کہ یون التجا کرے
کہ ای قہار ای شدید العقاب مجھے بخشدے بلکہ کہے کہ ای غفار ای ارحم الراحمین مجھے بخشدے - ووالدا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ماتا علی الکفر - اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین دونون کفر پر مرے ف یعنی زمانہ رسالت
واسلام سے پہلے زمانہ کفر مین مرے اور رافضی کہتے ہین کہ امامت کے واسطے شرط ہے کہ اسکا باپ مومن ہو تو امام عم
نے تصریح کی کہ رسالت کے لیے یہ شرط نہین ہے - قاری نے کہا اس کلام مین رد اس شخص کا ہے جو کہ کہتا ہے کہ والدین آپ کے
ایمان پر مرے یا کفر پر مرنے کے بعد اللہ تعالی نے انکو زندہ کیا پھر بمقام ایمان پر موت دی - اور مین نے اس مسئلہ کو
ایک مستقل رسالہ مین تحقیق کیا اور جو کچھ سیوطی رح نے اپنے تینون رسائل مین لکھا تھا یعنے خلاف قول امام اعظم
کے لکھا تھا اسکو دلائل کتاب وسنت وقیاس اور اجماع امت سے دفع کیا اور عجیب قضیہ اس مقام پر یہ ہے کہ حنفیہ مین
سے بعض جاہلون نے اس کلام سے جو یہان امام اعظم نے کہا ہے انکار کیا اور اشارہ کیا کہ یہ قول شان امام رح کے
لائق نہ تھا اور یہ اس شخص کا انکار ایسا ہی ہے جیسے گمراہ جہمیہ کے سردار جہم بن صفوان نے کہا کہ مجھے آرزو ہے
کہ مصحف مین سے قولہ تعالی الرحمن علی العرش استوی - چھیل ڈالون - اور جیسے احمد بن ابی داؤد گمراہ نے
مامون رشید بادشاہ کو کہا کہ پردہ کعبہ پر بجاے لیس کمثلہ شئ وہو السمیع البصیر کے لیس کمثلہ شئ وہو العزیز الحکیم لکھے اور
جیسے برے رافضی کا قول کہ مین اس مصحف سے بیزار ہون جسمین ابو بکر الصدیق کی تعریف ہو - قاری رح نے لکھا کہ انبیاء
علیہم السلام تو ابتداء وانتہاء مین معصوم ہین اور سواے انبیاء علیہم السلام کے (وماسواے ان امت کے جنکے لیے قطعی
جنتی ہونے کی بشارت ہے) باقی اولیاء وعلماء واصفیاء کی نسبت خاص کر کے ہم یہ قطعی حکم نہین کہہ سکتے کہ وے
ایمان پر مرے ہین اگرچہ انسے کمال حالات وخوارق عادات ظاہر ہوئے ہون کیونکہ یہ تو مشاہدہ غیبی پر حکم ہو سکتا ہے
اور وہان مشاہدہ غیبی مستور رکھا گیا ہے - پھر ایک کلام طویل مین یہ استدلال بیان کیا کہ جو وجوہ جنتی کے نشان اور
ہوئے ہین انکے موافق ظنی گواہی دے کما فی الحدیث ہذا اثنیتم علیہ خیرا وجبت لہ الجنۃ وہذا اثنیتم علیہ شرا وجبت لہ النار
انتم شہداء اللہ فی الارض - یعنی اس مردے پر تمنے بھلائی کی شہادت دی اسکے لیے جنت واجب ہوئی اور وہ
مردہ تمنے اسپر برائی کی شہادت دی اسکے لیے دوزخ واجب ہوئی تم زمین مین اللہ تعالی کے گواہ ہو - وابو طالب
عمہ صلی اللہ علیہ وسلم مات کافرا - اور ابو طالب آپ کا چچا کافر مرا ف ابو طالب نے زمانہ اسلام پایا اور وفات
کے وقت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابو طالب پاس آئے اور وہان ابو جہل وغیرہ کافرون کی جماعت کو پایا تو حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ ای چچا کلمہ توحید کہدے تاکہ تیرے واسطے اللہ تعالی کے یہان میرے پاس حجت ہو اور
اور ابو جہل وغیرہ نے کہا کہ ای ابو طالب کیا تم ملت عبد المطلب سے پھروگے اور یہ کلام وہان تکرار رہا - ابو طالب

کہاکہ ای چچا اگر قریش نہ کہتے کہ ابو طالب ڈر گیا تو مین یہ کلمہ کہکر تیری آنکھیں ٹھنڈی کرتا ولیکن ابوجہل وغیرہ سے کہاکہ
مین عبدالمطلب کی ملت پر ہون اور وفات پائی اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہاکہ واللہ لاستغفرن لک مالم انہ عنک
مین واسطے تیرے واسطے استغفار کرونگا جب تک منع نہ کیا جاؤن پس اللہ تعالی نے نازل فرمایا ماکان للنبی والذین
آمنوا ان یستغفروا للمشرکین ولو کانوا اولی قربی من بعد ما تبین لہم انہم اصحاب الجحیم - اور بھی ابو طالب کے معاملہ مین
نازل ہوا قولہ انک لاتہدی من احببت ولکن اللہ یہدی من یشاء الآیہ - کما رواہ البخاری ومسلم - وقاسم وطاہر و
ابراہیم کانوا بنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم - اور قاسم وطاہر وابراہیم بیٹے تھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
ف قاسم اول پسر ہیں سے آپ کی کنیت ابوالقاسم ہے اور اول ہی مرے اور ابن عبدالبر والدارقطنی نے بیان کیا کہ
ایک پسر عبداللہ جسکو طیب وطاہر دونون کہتے تھے مکہ مین انتقال کیا اور ابراہیم پیدا ہوئے جاریہ قبطیہ سے اور مدینہ
مین مدفون ہین - وفاطمة وزینب ورقیة وام کلثوم کن جمیعا بنات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم - اور فاطمہ
وزینب ورقیہ وام کلثوم سب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیان تھین ف سب بیٹیان واُنکی اولاد نے وفات پائی
سواے فاطمہ رض کے جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ عزیز تھین اور آپ کی نسل انھین سے رہی بوسیلہ دونون
نواسے حضرت حسن وحسین کے اور آپ مے بحکم الٰہی عزوجل حضرت فاطمہ رض کا نکاح حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کیا تھا اور حضرت
علی کرم اللہ وجہہ کی اُنسے اولاد حسن وحسین سردار شباب اہل جنت کے اور محسن جو صغیر وفات پا گئے وام کلثوم وزینب
ہوئی - اور امام ابو حنیفہ رح نے ازواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کتاب مین نہین ذکر کیا اور مین مجمل لکھتا ہون کہ
مومنون کی مائین خدیجہ وسودہ وعائشہ وحفصہ وام سلمہ وام حبیبہ وزینب بنت جحش وزینب بنت خزیمہ اور میمونہ و
جویریہ وصفیہ رضی اللہ عنہن یہ گیارہ تو وہ ہین کہ جنکے بارہ مین اختلاف نہین کہ نکاح مین اور بستر مین آئین اور ند کور ہ
کہ انکے سواے بھی ہین جنمین اختلاف ہین - ہذا تلخیص ماقال القاری - واذا اشکل علی الانسان شئی من دقائق
علم التوحید فینبغی لہ ان یعتقد فی الحال ما ہو الصواب عند اللہ تعالی الی ان یجد عالما فیسألہ اور جب
کسی آدمی پر علم توحید کی باریکیون مین سے کوئی چیز مشکل ہو تو اسکو چاہیے کہ اس بات کی نسبت فی الحال یون اعتقاد کرے کہ جو اللہ
کے نزدیک صواب ہے مین نے اسکو مانا اس وقت تک کہ کوئی عالم ربانی پاوے کہ جس سے دریافت کرلے - ولا یسعہ
تاخیر الطلب ولا یعذر بالوقف فیہ ویکفر ان وقف - اور اس شخص کو یہ گنجایش نہین ہے کہ عالم ربانی کے طلب
کرنے مین ڈھیل و دیر کرے اور نہ اسکا عذر اس مسئلہ مین توقف کرنے کا قبول ہوگا اور کافر ہو جائیگا اگر توقف کریگا
ف معنی توقف کے یہ ہین کہ اس مسئلہ مین بالفعل کچھ اعتقاد نہ کرے بلکہ کہے کہ مین توقف کرتا ہون جب حل ہوگا
ویسا اعتقاد کرونگا - امام رح نے فرمایا کہ اس سے کافر ہو جائیگا بلکہ یون اعتقاد کرے کہ اس مسئلہ مین جو اللہ تعالی
کے نزدیک حق ہے مین نے اسکو مانا - واضح ہو کہ علم توحید کی قید لگائی اسواسطے کہ شرائع احکام واعمال تو رحمت ہین
اور اعمالی مسائل مین توقف جائز ہے اور یہ بھی واضح ہو کہ توحید سے مراد اللہ تعالی کی توحید ہے اور عقائد کی کتابون
مین جو باتین اکثر امامت وغیرہ کے متعلق یا مثلاً حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات واولاد طاہرات کا بیان ہے

انمین توقف مفر نہین ہو مگر حضرت ام المومنین عایشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی آیات قرآنی مین منصوص ہو اگر
اسمین کچھ توقف کیا تو انجام اپنا برباد کیا نعوذ باللہ من ذلک - پھر عقائد مین جو امور مذکور ہین اگر انسے مخالفت کی تو
گمراہ بدعتی ہو اور احکام شرعی مین اگر خلاف کیا جبکہ اجتہاد سے ہو تو معفو ہو اور امت کے لیے رحمت ہو - وخبر المعراج
حق فمن ردہ فہو ضال مبتدع - اور خبر معراج کی برحق ہو سو جس نے اسکو نہ مانا وہ گمراہ مبتدع ہو - ف یعنی حدیث
مین آیا کہ محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جسم شریف کے ساتھ جاگتے مین معراج ہوئی آسمان تک اور آسمان سے جہانتک
اللہ تعالی نے چاہا مقامات اعلی مین عروج ہوا تو یہ حدیث حق ہو ضرور ثابت ہو - ظاہر کلام دلیل ہو کہ امام رح کے نزدیک
جسطرح حدیث مین عروج آسمانون تک ثابت ہو وہ برحق ہو اُس سے انکار گمراہی ہو - اور خلاصہ مین لکھا کہ جس شخص نے
معراج کا انکار کیا تو دیکھا جاوے کہ اگر اسنے کہ معظمہ سے بیت المقدس تک اسراء سے انکار کیا تو وہ کافر ہو اور اگر
بیت المقدس سے آگے معراج کا انکار کیا تو کافر نہوگا وجہ یہ ہو کہ اسراء حرم کہ سے حرم بیت المقدس تک آیت کریمہ
قرآنی سے ثابت ہو اور وہ قطعی ہو اور معراج بیت المقدس سے آسمانون وآگے تک سنت سے ثابت ہو اور اسکی
روایت مین ظن ہو - اقول شیخ نسفی رح نے عقائد مین بھی معراج کو مفصل لکھا ہو ولیکن ظاہر کلام امام رح کا اشارہ کرتا ہو
کہ معراج کا اعتقاد اسی طرح چاہیے جسطرح مشہور حدیث مین آیا ہو ولیکن حدیث کے رد کرنے والے کو گمراہ مبتدع فرمایا ہو
قاری رح نے کہا کہ علماء نے انتہاے معراج مین اختلاف کیا ہو بعض نے کہا کہ جنت تک اور بعض نے کہا کہ عرش تک
اور بعض نے کہا کہ اس سے برتر مقام دنی فتدلی فکان قاب قوسین او ادنی ہو - وخروج الدجال ویاجوج وماجوج
وطلوع الشمس من مغربہا ونزول عیسی علیہ السلام من السماء وانہ لعلم للساعۃ وسائر علامات یوم القیامۃ
علی ما وردت الاخبار الصحیحۃ حق کائن - اور دجال کا نکلنا - اور یاجوج وماجوج کا نکلنا اور آفتاب کا اپنے مقام
غروب سے طلوع ہونا اور عیسی علیہ السلام کا آسمان سے اُترنا اور یہ کہ عیسی علیہ السلام علامت قیامت کے لیے ہین اور
دیگر علامات روز قیامت موافق اسکے جو اخبار صحیحہ مین وارد ہین سب برحق ہونے والے ہین - ف - قاری رح نے
شرح مین کہا کہ امام رح نے اس کلام مین علامات قیامت جمع کر دیے ہین ترتیب سے بیان مقصود نہین ہو اور ترتیب
واقعات علامات کی اسطرح ہو کہ مہدی خلیفہ برحق پہلے تو حرمین شریفین مین ظاہر ہونگے پھر بیت المقدس مین آوینگے
پھر وہان دجال آویگا اور انکو محاصرہ کریگا پس عیسی علیہ السلام دمشق کی مسجد کے منارہ شرقیہ پر آترینگے اور دجال
کے قتال کو نکلینگے اور اسکو ایک ضربہ سے مارینگے اور وہ نزول عیسیٰ کے وقت گلنے لگیگا جیسے پانی مین نمک گل جاتا ہو
پس عیسی علیہ السلام ومہدی رحمہ اللہ تعالی جمع ہونگے اور نماز قائم ہوگی پس مہدی رح عیسیٰ کو اشارہ کرینگے کہ پیش امام ہون
پس عیسی علیہ السلام انکار کرینگے اور یہ عذر کرینگے کہ یہ نماز آپ کے لیے قائم کی گئی ہو پس آپ ہی امامت کیواسطے
اولی ہو اور عیسی علیہ السلام مہدی رحمہ اللہ کی اقتدا کرینگے تاکہ ظاہر ہو کہ عیسی علیہ السلام متابع حضرت سرور عالم
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہین چنانچہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکا اشارہ فرمایا ہو بقولہ علیہ السلام ولو کان موسی
حیا لما وسعہ الا اتباعی - یعنے اور اگر موسی زندہ ہوتے تو انکو سواے میری پیروی کرنے کے اور کچھ گنجایش نہوتی -

اور کہا کہ شرح عقائد مین ہو کہ اصح یہ ہو کہ عیسی علیہ السلام لوگون کو نماز پڑھاوین اور امامت کرینگے اور مہدی رح انکی اقتدا کرینگے کیونکہ عیسی افضل وانکی امامت اولی ہو انتہی - قاری رح نے کہا کہ جو ہمنے اوپر بیان کیا اُس سے یہ خلاف نہین ہی کما لا یخفی - مترجم کہتا ہی کہ مراد قاری رح کی یہ ہو کہ وقت نزول کے جو نماز عصر کی اقامت ہوگی خاص اِس نماز مین عیسی ع اقتدا کرینگے اور باقی نمازون مین جیسا شرح عقائد مین ہو ہو سکتا ہی - مترجم کہتا ہو کہ علامات قیامت جو امام رح نے بیان فرمائے بہت قرب کی اور بہت بڑی علامات ہین اور مین انشاء اللہ تعالی علامات صغری وکبری کے بارہ مین منتشر لکھونگا - پھر قاری رح نے کہا کہ ابو داؤد طیالسی کی روایت کے موافق عیسی علیہ السلام چالیس سال زمین مین ٹھہرینگے پھر مرینگے اور مسلمان لوگ انپر نماز جنازہ پڑھینگے اور دفن کرینگے - اور روایت ہو کہ عیسی علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وصدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے درمیان دفن ہونگے اور روایت ہو کہ صدیق اکبر وعمر فاروق رضی اللہ عنہما کے بعد دفن ہونگے پس حضرت صدیق وفاروق رضی اللہ عنہما کو مبارک ہو کہ دو پیغمبر اولو العزم کے درمیان ہونگے - اور لکھا کہ ایک روایت یہ کہ عیسی علیہ السلام زمین پر سات برس ٹھہرینگے - بعض نے کہا کہ یہی اصح ہو اور پہلی روایت مین چالیس کے یہ معنی ہین کہ آسمان پر جانے سے پہلے اور اُترنے کے بعد سب مدت چالیس ہی کیونکہ جب اُٹھائے گئے تو سات کم چالیس کے تھے - مترجم کہتا ہو کہ حاکم کی روایت مستدرک مین مروی ہو کہ وقت اُٹھائے جانے کے ایک سو بیس برس کی عمر تھی اور مترجم نے اردو تفسیر مین قولہ تعالی اذ قال اللہ یا عیسی انی متوفیک ورافعک الی الآیہ کی تفسیر مین اِس مسئلہ کو مفصل ذکر کیا ہی - قاری رح نے کہا کہ بعد نزول عیسی علیہ السلام کے اور قتل دجال کے پھر یاجوج وماجوج ظاہر ہونگے اور آخر ببرکت دعاء عیسی علیہ السلام کے اللہ تعالی سب یاجوج وماجوج کو ہلاک فرما دیگا پھر بعد وفات عیسی علیہ السلام کے یہ علامت ہوگی کہ مومنین سب مرجاوینگے اور آفتاب اپنے مقام غروب سے طلوع ہوگا اور قرآن اُٹھا لیا جائیگا جیسا کہ ابن ماجہ نے حدیث حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ کہنہ ہوجائیگا اسلام جیسے کہنہ ہوجاتے ہین کپڑے کے کنارے حتی کہ دریافت ہوگا روزہ نہ نماز اور نہ نسک اور نہ صدقہ اور اللہ تعالی کی کتاب قرآن پر ایک رات مین اسراء واقع ہوگا تو رہے زمین پر اُس سے کوئی آیت نہ رہیگی - بیہقی نے شعب الایمان مین ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ تم پڑھو قرآن کو قبل اسکے کہ اُٹھا لیا جاوے کیونکہ قیامت نہین قائم ہوگی یہانتک کہ یہ قرآن اُٹھا لیا جاوے کہنے والون نے کہا کہ یہ مصاحف اُٹھائے جاوینگے تو جو سینون مین ہو وہ کیونکر اُٹھایا جائیگا فرمایا کہ عدوہ ہوگا انپر ایک رات مین پس انکے سینون سے اُٹھا لیا جائیگا پس صبح کرینگے اس حال مین کہ کہینگے کہ ہم تو کچھ جانتے تھے پھر اشعار مین پڑجاوینگے قرطبی رح نے کہا کہ یہ اسوقت ہوگا کہ عیسی علیہ السلام کا انتقال ہوجاوے اور حبشہ والے کعبہ کو ہدم کردین - مترجم کہتا ہو کہ عیسی علیہ السلام ویاجوج وماجوج کے بعد موافق حدیث صحیح کے حج وعمرہ کعبہ معظمہ کا لوگ کرینگے پھر حبشہ کے ہدم کے قریب مومنین سب مرجاوینگے پھر حبشہ والے خانہ کعبہ ہدم کرینگے واللہ تعالی اعلم واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم - اور اللہ تعالی جسکو چاہتا ہو راہ مستقیم کی ہدایت دیتا ہو - چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا واللہ یدعو لی

واراالسلام ویہدی من یشاء الی صراط مستقیم یہان تک فقہ اکبر مصنفہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ترجمہ ہوا چونکہ عقائد مین علامہ نسفی رح وغیرہ نے بعضے مسائل زیادہ کیے ہین بہذا الطریق ملحقات کے مترجم انکا ترجمہ کرتا ہے۔ اور عقائد نسفی وملحقات شیخ علی قاری وتکمیل الایمان محدث عبد الحق دہلوی وغیرہم رحمہم اللہ تعالی سے بڑھاتا ہے اور ہر مسئلہ کو بدون عبارت کے صرف ترجمہ پر اول ودوم وغیرہ کے شمار سے لکھتا ہے

ملحقات عقائد والفاظ کفر وغیرہ

اول مسئلہ تفضیل بعض انبیاء کی بعض پر۔ قاری رح نے کہا کہ اجمالی تفضیل تو قطعی ہے بدلیل قولہ تعالی ولقد فضلنا بعض النبیین علی بعض الآیۃ۔ یعنی علم نبوت مین نہ مال وفانیات مین۔ اور تفصیلی تفضیل مین کہا کہ یہ امر ظنی ہے اور راعتماد کا اعتقاد یہ کہ تمام خلق سے افضل ہمارے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالی کے حبیب ہین۔ بعض علماء نے اسپر اجماع کا دعوی کیا ہے پس ابن عباسؓ نے کہا کہ اللہ تعالی نے فضیلت دی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اہل آسمان اور انبیاء پر اور حدیث مسلم وترمذی مین انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انا سید ولد آدم یوم القیامۃ ولا فخر۔ مین سردار اولاد آدم ہون قیامت کے روز اور فخر سے نہین کہتا۔ امام احمد وترمذی وابن ماجہ نے ابی سعیدؓ کی روایت سے زیادہ کہا کہ وبیدی لواء الحمد ولا فخر۔ اور میرے ہی ہاتھ مین لواء حمد ہوگا اور فخر نہین کرتا۔ وما من نبی یومئذ آدم فمن سواہ الا تحت لوائی وانا اول من تنشق عنہ الارض ولا فخر وانا اول شافع واول مشفع ولا فخر۔ اور نہین کوئی نبی اس روز خواہ آدم ہو یا اسکے سواے ہو مگر کہ وہ میرے لواء کے نیچے ہوگا اور مین اول وہ شخص ہون کہ اس سے زمین کشادہ ہوگی اور فخر نہین کرتا اور مین پہلا شفاعت کرنے والا اور پہلا شفاعت قبول کیا گیا ہون اور فخر نہین کرتا واضح ہو کہ جن احادیث مین انبیاء کے درمیان تفضیل دینے سے ممانعت ہے تو تاویل یہ کہ باہم تفضیل دینا ایسے طور پر نہو کہ جس سے شان مین نقص وباہم خصومت پیدا ہو۔ مترجم کہتا ہے کہ تفضیل ایسے طور پر مت دو کہ باہمی جنبہ داری سے اور اپنی راے سے ہو اور یہان جو کلام تفضیل مین ہوا وہ نصوص سے ہے۔ دوم مسئلہ علو الٰہی از راہ مرتبہ کے ہے نہ از راہ مکان کے اور جس نے زعم کیا کہ اللہ تعالی آسمان پر یا عرش پر ہے اور اسکے لیے علو مکان ہے وہ گمراہ ہے اور قاری رح نے لکھا کہ ابو مطیع بلخی کی روایت امام ابو حنیفہ رح سے باطل ہے اور ابو مطیع مرد وضاع ہے اور شیخ امام ابن عبد السلام نے کتاب حل الرموز مین لکھا کہ امام ابو حنیفہ رح نے کہا کہ جس کسی نے کہا کہ مین نہین پہچانتا کہ اللہ تعالی آسمان مین ہے یا زمین مین ہے تو وہ کافر ہوا کیونکہ یہ قول موہم ہے کہ حق عز وجل کے لیے مکان ہے اور جس نے توہم کیا کہ حق تعالے کے لیے مکان ہے وہ مشبہ ہے انتہی قاری رح نے کہا کہ عز الدین ابن عبد السلام اجل علماء مین سے ہے اسکی نقل پر اعتماد ہے۔ اور شیخ ابو معین نسفی رح نے تمہید مین کہا کہ محققین نے تقریر کر دیا کہ حالت دعاء مین آسمان کی طرف ہاتھ اٹھانا محض حکم تعبدی ہے۔ شارح علامہ سغناقی رح نے کہا کہ یہ رد اس شخص کا ہے جو کہتا ہے کہ اللہ تعالی عرش پر ہے سوم مسئلہ محبت وخلت اللہ تعالی کی اس شان سے ہے جیسے اسکی ذات پاک کے لائق ہے جیسے دیگر صفات ہین۔

بعض نے اسپر اجماع نقل کیا - اور اول جس نے خلت و محبت الٰہی سے انکار کیا وہ جعد بن درہم ہی جسکو خالد بن عبد اللہ
قسری امیر عراق و مشرق نے فتوی علماء رتت سے واسط مین بقر عید کے روز ذبح کر دیا - مسئلہ چہارم بعد
محمد صلی اللہ علیہ وسلم حبیب اللہ کے ابراہیم خلیل اللہ ہین پھر نوحؑ و موسیٰ و عیسیٰ افضل ہین باقی انبیاء سے اور یہ
پانچون اولوالعزم رسل ہین - مسئلہ پنجم قاری رح نے ذکر کیا کہ قونوی رح نے کہا کہ ایک نبی افضل ہی تمام اولیاء سے اور
اور بہت سی قومین ولی کو نبی پر تفضیل دینے مین گمراہ ہوئین بگمان اسکے کہ موسی علیہ السلام نبی کو خضر رح ولی سے
تعلیم حاصل کرنے کا حکم ہوا - مترجم کہتا ہی کہ ان لوگون کی گمراہی اظہر ہی و لیکن یہان ایک مسئلہ یہ ہی کہ نبی مین اسکی
جہت نبوت افضل ہی یا جہت ولایت افضل ہی اور ایک جماعت نے میلان کیا کہ جہت ولایت افضل ہی - اس سے
دوسرے عوام نے ولایت کو نبوت پر مطلق تفضیل دی اور کہا کہ ولی افضل از نبی ہی اور یہ جہل عظیم ہی اور پیغمبر مین
دو جہت نکالنا نبوت و ولایت تکلف ہی پھر پیغمبر کے ساتھ جو ولایت تجویز کرتے ہین اسمین شک نہین ہی کہ اس
ولایت کا قیاس دوسرے اولیاء پر نہین ہوسکتا ہی اور فیصلہ یہ ہی کہ نبوت ازلی فضل الٰہی ہی اور اللہ تعالے اپنی
رحمت کے ساتھ جسکو چاہے مختص فرمادے پس کسی کے واسطے دخل نہین ہی - مسئلہ ششم ملائکہ اللہ تعالی کے
بندے معصوم ہین جو حکم اللہ تعالی کا ہوتا ہی جسطرح ہوتا ہی اسکو اسی طرح کرتے ہین کھانے پینے جماع وغیرہ حوائج سے
پاک ہین انکو مذکر کہ سکتے ہین نہ مونث کہ سکتے ہین یعنی انکی شان سے نری و مادگی کی صفت نہین ہی - کمافی
عقائد النسفی - مسئلہ ہفتم انبیاء علیہم السلام کے بعد خاص ملائکہ مانند جبرئیل و میکائیل وغیرہم کے عام اولیاء
و علماء سے افضل ہین اور خواص ملائکہ مین سے جبرئیل افضل ہین اور عامہ ملائکہ عام مومنون سے افضل ہین
کذا ذکر القاری - مسئلہ ہشتم سحر سیکھنے مین کفر نہین بلکہ اسپر اثر مترتب ہونے کے اعتقاد مین یعنی اثر کو سحر کیطرف
مستند کرنے اور اسپر عمل کرنے مین کفر ہی کمافی شرح العقائد اور صاحب الروضہ نے کہا کہ سحر کا فعل بالاجماع حرام ہی
اور اسکے سیکھنے دکھلانے مین تین قول ہین - جمہور کے نزدیک دونون فعل حرام ہین اور یہی صحیح ہی - دوم یہ کہ
دونون مکروہ ہین و سوم یہ کہ دونون مباح ہین - مسئلہ نہم شیخ ابو منصور بغدادی نے جو اکابر ائمہ شافعیہ مین سے ہی
بیان فرمایا کہ اہل السنۃ والجماعۃ نے اجماع کیا ہی کہ صحابہ رضی اللہ عنہم مین سے سب سے افضل ابو بکر الصدیق پھر عمر
فاروق پھر عثمان رض پھر علی ہین پھر باقی عشرہ مبشرہ بالجنۃ پھر باقی اہل بدر پھر باقی اہل احد پھر باقی اہل بیعۃ الرضوان
جو حدیبیہ مین واقع ہوئی تھی پھر باقی صحابہ رضی اللہ عنہم انتہی کلامہ اور یہی عبارت عقائد نسفی مین ہی اور حدیث
ابوداود و ترمذی مین ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لایدخل النار احد ممن بایع تحت الشجرۃ یعنی
دوزخ مین نہین داخل ہوگا کوئی ان لوگون مین سے جنھون نے شجرہ کے نیچے بیعت کی ہی - قال الترمذی ہذا حدیث
حسن صحیح - یہ بیعت الرضوان حدیبیہ ہی تو ظاہر ہی کہ جو انسے افضل ہین وہ بدرجہ اولی دوزخ مین نہ داخل ہونگے
اور یہی اللہ تعالی ارحم الراحمین سے قوی امید ہی - مسئلہ دہم طبقہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد تابعین ہین جنھون نے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایمان لاکر نہین دیکھا بلکہ آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کو ایمان کے ساتھ دیکھا ہی

شیخ الاسلام محمد بن خفیف شیرازی رحمہ نے کہا کہ تابعین میں کون افضل ہے لوگوں نے اختلاف کیا اہل مدینہ کہتے ہیں کہ سعید بن المسیب افضل ہیں اور اہل البصرہ کہتے ہیں کہ حسن بصری افضل ہیں اور اہل کوفہ کہتے ہیں کہ اویس قرنی سب سے افضل ہیں۔ بعض متاخرین نے کہا کہ صحیح بلکہ صواب یہی اہل کوفہ کا مذہب ہے کیونکہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ خیر التابعین رجل یقال لہ اویس الحدیث۔ یعنی تابعین میں سب سے بہتر ایک مرد ہے جسکو اویس کہتے ہیں آخر تک۔ رواہ مسلم فی الصحیح۔ حاصل یہ کہ بعد صحابہ رضی اللہ عنہم کے تابعین اس امت میں افضل ہیں علامہ قاری رحمہ نے کہا کہ اب ہم اعتقاد کرتے ہیں کہ امام ہمام ابو حنیفہ ائمہ مجتہدین میں افضل اور ائمہ فقہاء میں اکمل ہیں انکے بعد امام مالک پھر امام شافعی پھر امام احمد بن حنبل ہیں۔ واضح ہو کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سیدۃ نساء الجنۃ کی اولاد کو باقی صحابہ رضی اللہ عنہم کی اولاد پر فضیلت ہے پس اولاد فاطمہ رضہ وہی ذریہ طیبہ وعترت طاہرہ ہیں کما فی الکفایۃ۔ مسئلہ یازدہم۔ ولی کسی حال میں کبھی نبی کے درجہ تک نہیں پہونچتا کیونکہ انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں اور خوف خاتمہ سے مامون ہیں اور وحی الٰہی عزوجل سے مکرم ومشاہدہ ملائکہ سے مانوس ہیں اور احکام پہونچانے اور لوگوں کو ہدایت کرنے پر مامور ہیں اور ولی میں چاہے کسی درجہ پر ہو سوا کوئی کمال نہیں ہوتا جو انبیاء علیہم السلام میں نہو پس جو بعض کرامیہ سے منقول ہے کہ جائز ہے کہ ولی افضل از نبی ہو یہ قول کفر والحاد وضلالت وجہالت ہو۔ ہاں کبھی اس بات میں البتہ تردد ہوتا ہے کہ مرتبہ نبوت افضل ہے یا مرتبہ ولایت افضل ہے بعد یقین اس امر کے کہ نبی ان دونوں مرتبہ سے متصف اور وہ ولی سے جو نبی نہیں ہے افضل ہے۔ پس بعض نے کہا کہ نبوت افضل ہے کیونکہ نبی میں مرتبہ نبوت تو غیر کی تکمیل کا ہے اور غیر کو کامل کرنا بعد اپنے کمال کے ہے اور موید اس قول کی حدیث فضل العالم علی العابد کفضلی علی ادناکم۔ یعنی عالم کو فضیلت عابد پر جیسے میری فضیلت تمہارے ادنی آدمی پر ہے۔ اس سے تعلیم وتکمیل کی جہت افضل ثابت ہوئی کیونکہ نبی کی بعثت واسطے تعلیم کے ہے لقولہ انما بعثت معلما۔ میں تو تعلیم ہی کرنیوالا بھیجا گیا ہوں۔ وقد قال تعالیٰ ربنا وابعث فیہم رسولا منہم یتلو علیہم آیاتک ویعلمہم الکتاب والحکمۃ ویزکیہم۔ اس سے بھی ظاہر ہے بعثت تعلیم کتاب وحکمت ہے اور بعض نے کہا کہ مرتبہ ولایت کا نبی میں اسکی نبوت سے افضل ہے بایں خیال یہ بات کہی کہ ولایت عبارت معرفت الٰہی سے ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک قرب وکرامت ہے اور نبوت کا مرتبہ انکے نزدیک اللہ تعالیٰ اور اسکے بندوں کے درمیان سفارت ہے کہ احکام الٰہی انکو پہونچا دیے جاویں۔ علی قاری رحمہ نے کہا کہ ان لوگوں نے غائب کو شاہد پر اور خلق کو مخلوق پر قیاس کیا کہ ولی کو ہمنشین بادشاہی اور نبی کو وزیر قرار دیا جو کہ بادشاہی کام پورا کرتا ہے اور ان لوگوں نے یہ نجانا کہ انبیاء علیہم السلام کو مقام جمع الجمع حاصل ہے بلکہ انبیاء علیہم السلام کے اتباع اصفیاء کو حاصل ہوتا ہے اور یہ جمع الجمع کا مقام یہ ہے کہ کثرت انکے واسطے وحدت سے پردہ نہو سکے اور وحدت میں بھی کثرت دیکھتے ہیں اور یہ مقام بہ نسبت صرف توحید کے بہت اعلیٰ ہے اور عموم کو صرف توحید حاصل ہے اور یہ جو بعض صوفیہ نے کہا کہ ولایت افضل از نبوت ہے معنی یہ کہ پیغمبر کی ولایت اسکی نبوت سے افضل ہے مسئلہ دوازدہم بندہ جب تک کہ عاقل بالغ ہے کبھی ایسے مقام پر نہیں پہونچتا کہ اس سے امر ونہی یعنی اللہ تعالیٰ کے احکام شرعی کی بجا آوری

ساقط ہو جاوے بقولہ تعالیٰ واعبد ربک حتی یاتیک الیقین۔ مفسرین نے اجماع کیا ہے کہ یقین سے مراد موت ہے یعنے اباحیہ فرقہ کے اسطرف گئے ہین کہ بندہ جب انتہاے محبت کو پہونچ گیا اور غفلت سے اسکا قلب صاف ہوگیا اور اسنے ایمان کو کفر پر اختیار کیا تو اس سے امر و نہی ساقط ہوجاتی ہے اور ایسے شخص کے کبیرہ گناہ کرنے سے بھی اللہ تعالیٰ اسکو دوزخ مین داخل نہین کریگا۔ اور بعضے اباحیہ اسطرف گئے کہ اسکے ذمہ سے ظاہری عبادات ساقط ہوجاتی ہین اور اسکی عبادت یہی رہ جاتی ہے کہ تفکر کرے اور اخلاق باطنی کو درست کرے۔ قال القاری رح یہ سب کفر و زندقہ و الحاد و ضلالت و جہالت ہے اور امام حجۃ الاسلام رح نے کہا کہ ایسے شخص کا قتل کر دینا سو کافرون کے قتل سے بہتر ہے اور یہ جو بعض صوفیہ سے مذکور ہے کہ بندہ سالک جب مقام معرفت مین پہونچ جاتا ہے تو اس سے عبادت کی تکلیف دور ہوجاتی ہے بعض محققین نے کہا کہ اسکے یہ معنی ہین کہ تکلیف ماخوذ از کلفت یعنی مشقت ہے اور عارف سے عبادت کا صدور بلا کلفت و مشقت ہوتا ہے بلکہ عارف کو عبادت مین لذت ہوتی ہے اور اسکا قلب طاعت مین کھل جاتا ہے اور اسکا شوق و نشاط بڑھتا ہے۔ اسی واسطے بعض مشائخ نے کہا کہ دنیا بہ نسبت آخرت کے ایک بات مین افضل ہے کہ یہ دنیا مقام خدمت ہے اور آخرت مقام نعمت ہے اور خدمت کا مقام بہ نسبت نعمت کے مقام کے اولیٰ ہے اور نقل کیا جاتا ہے کہ اگر مجھے مسجد و جنت مین اختیار دیا جاتا تو مین مسجد کو اختیار کرتا کیونکہ مسجد تو حق اللہ تعالیٰ ہے اور جنت حظ نفس ہے اسی واسطے بعض اولیاء نے دنیا مین دراز زندگی کو پسند کیا کہ خدمت مین حاضر رہین باوجودیکہ عقبیٰ مین حصول مشاہدہ ہے۔ مسئلہ ستر دہم نصوص قرآن و حدیث کے اپنے ظاہر پر محمول رہینگے جب تک کہ آیت از قسم متشابہات نہو یعنے متشابہات مین بھی سلف کے نزدیک عدم تاویل ہے اور بعض خلف کے نزدیک تاویل مناسب ہے۔ پھر یہ کہ ظاہر نصوص قرآن و سنت کو ایسے معانی کی طرف پھیرنا جنکو کچھ تعلق نہین ہے صرف باطنیہ ملاحدہ انکے مدعی ہین تو یہ الحاد و زندقہ کفر ہے۔ اگر کہا جاوے کہ تمہارے بیان صوفیہ بھی کچھ معنی لیتے ہین تو جواب یہ کہ ہمارے صوفیہ کہتے ہین کہ نصوص اپنی ظاہر عبارات پر ہین اور ان ائمہ نے اسمین بہت تاکید و تشدید فرمائی ہے ہان یہ کہتے ہین کہ ان نصوص کے ظاہر معنی کے سواے و نیز بعض اشارات ہین تو یہ کمال ایمان اور جمال عرفان سے ہے جیسا کہ امام حجۃ الاسلام سے منقول ہے کہ قولہ علیہ السلام لا یدخل الملائکۃ بیتا فیہ کلب۔ مین اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ایسے دل مین نہین سماتی جسمین درندگی کی صفت راسخ ہو۔ مسئلہ چہارم دیدار حق سبحانہ تعالیٰ دنیا مین چشم سر سے اولیاء کو ممکن ہے یا نہین ہے۔ علامہ علی قاری رح نے کہا کہ ائمہ اہل سنت والجماعۃ نے اجماع کیا ہے کہ دیدار الٰہی جل شانہ دنیا و آخرت مین از راہ عقل جائز ہے یعنے عقل کے نزدیک کوئی دلیل محال ہونیکی قائم نہین اور آخرت مین مومنون کے واسطے بدلیل سمعی و نقلی واقع ہے۔ رہا دنیا مین اسکا جواز شرعی تو اکثرون نے ثابت کیا ولیکن مخصوص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے شب معراج مین اور شرح عقائد مین ہے کہ صحیح یہ ہے کہ آپ نے بفوادہ دیکھا ہے۔ صاحب التعرف فی التصوف نے فرمایا کہ سب مشائخ نے اتفاق کیا کہ امت مین جو کوئی دعویٰ کرے کہ مین نے اللہ تعالیٰ کو دنیا مین بچشم بصر دیکھا تو گمراہ جھوٹا ہے اور شیخ ابو سعید خراز و سید الطائفہ جنید رح نے فرمایا کہ جس نے ایسا کہا اوسنے اللہ تعالیٰ کو نہین پہچانا اور قونوی رح نے اسکو اپنی شرح مین مقرر رکھا

صاحب عوارف المعارف نے اپنی کتاب اعلام الہدیٰ وعقیدہ ارباب التقیٰ مین لکھا کہ دیدار عیان اس دنیا مین متعذر
ہے کیونکہ یہ دار فنا ہے اور آخرت دار بقا ہے لیکن دنیا مین علما کی ایک قوم کو علم الیقین نصیب ہے اور دوسری قوم کو
اس سے اعلیٰ عین الیقین ہے چنانچہ انمین سے بعض نے کہا کہ میرے دل نے میرے رب کو دیکھا انتہی۔ بالجملہ امت
متفق ہے کہ دنیا مین دیدار بعین نہین ہے سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ آپ کے بارہ مین اختلاف شب معراج
مین ہے اور ایک جماعت نے اجماع نقل کیا کہ اولیاء کو دنیا مین دیدار الٰہی نہین حاصل ہوتا ہے۔ شیخ ابن الصلاح و ابو شامہ
نے کہا کہ بیداری مین دیکھنے کا جو شخص مدعی ہو اسکی تصدیق نہ کیجاوے کیونکہ اس سے تو موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام روک
دیے گئے۔ اور ایسا ہی کواشی رح نے کہا ہے اور علامہ اردبیلی رح نے انوار مین لکھا کہ اگر کسی نے کہا کہ مین دنیا مین
اللہ تعالیٰ کو عیاناً دیکھتا ہون یا بلا حجاب مجھسے کلام فرماتا ہے تو یہ کفر ہے انتہی۔ قاری رح نے اس طرف میل کیا کہ ضلالت
و گمراہی کا اطلاق کیا جاوے تکفیر سے پرہیز کیا جاوے۔ مسئلہ پانزدہم خواب مین دیدار الٰہی عز وجل اکثرون کے نزدیک
بدون کیفیت وجہت وہیآت کے جائز ہے۔ امام ابو حنیفہ و امام احمد اور بہت سے سلف سے دیدار خواب کی حکایات
ہین اور حدیث مین دیدار الٰہی سبحانہ تعالیٰ کا خواب وارد ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ ترمذی نے کہا کہ حدیث حسن ہے اور بعض نسخہ
کتاب مین حسن صحیح ہے اور شیخ ابن کثیر رح نے نقل کیا کہ ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے اور شیخ ابن الجوزی رح
نے علل متناہیہ مین بعضے ائمہ حفاظ سے تضعیف و اسانید کی تجریح کے بعد ایک اسناد کی بطریق امام احمد رح کے نقل کرکے
تحسین کی اور کہا کہ یہ اسناد حسن ہے قاری رح نے کہا کہ یہ ایک نوع کا مشاہدہ قلبی ہے جو کسی کے اختیار مین نہین سو اس کے
انکار کی کوئی وجہ نہین ہے۔ امام رازی رح نے تاسیس التقدیس مین کہا کہ جائز ہے کہ پیغمبر اپنے رب عز وجل کو خواب مین دیکھے
کسی مخصوص صورت مین انتہی اور ہمارے بعضے مشائخ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ سبحانہ کے واسطے عقبیٰ مین تجلیات صوری ہین
لیکن قاضی خان رحمہ اللہ تعالیٰ نے فتاویٰ مین اس سے منع کیا اور بعضے علماء فخام سے تائید نقل کرکے منع کو قوی
کیا۔ مین نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ مین اسکا جواب دیا اور صواب کو بیان کر دیا۔ مسئلہ شانزدہم عقائد نسفی وغیرہ مین ہے
کہ مقتول اپنی اجل مقدر پر مرتا ہے۔ معتزلہ نے زعم کیا کہ قاتل نے مقتول کی اجل کاٹ دی اور یہ باطل ہے بلکہ علم الٰہی مین بندہ
کی ایک اجل معلوم ومقدر ہے و لقد قال تعالیٰ فاذا جاء اجلہم لا یستاخرون ساعۃ ولا یستقدمون۔ اور قاتل نے ایسے
فعل کو کمایا جو ممنوع اور اسکا اثر اللہ تعالیٰ موت پیدا کرتا ہے لہذا قاتل مجرم بلکہ اگر خود زہر کھاوے تو قاتل النفس ہے۔ پس
واضح ہو کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے خلق کے لیے ہر ایک کی قدر و اجل مقدر کر دی ہے بقولہ تعالیٰ خلق کل شیء فقدرہ تقدیرا۔ وقولہ تعالیٰ
انا کل شیء خلقناہ بقدر۔ وقولہ تعالیٰ ولن یؤخر اللہ نفسا اذا جاء اجلہا۔ وقولہ تعالیٰ ما کان لنفس ان تموت الا باذن اللہ
کتابا موجلا۔ اور ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مقادیر
خلق کو آسمانون و زمین سے پچاس ہزار برس پہلے مقدر کیا ہے اور اسکا عرش پانی پر تھا۔ رواہ مسلم فی صحیحہ۔ اور
ابن مسعود رض کی حدیث مین ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی دعا پر فرمایا کہ تونے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا
در بارہ آجال مضروبہ و ایام معدودہ وارزاق مقسومہ کے کہ نہین تعجیل فرما دیگا قبل اسکے وقت کے اور نہین تاخیر ہوگا

اجلہائے مقررہ ۱۲ اندازہ کیے ہوئے ۱۲ تقسیم کیے ہوئے ۱۲

کسی کو اُسکے وقت حلول سے اور اگر تو نے اللہ تعالی سے دعا کی ہوتی کہ وہ تجھے عذاب النار سے پناہ دے اور عذاب القبر
بچادے تو یہ تیرے واسطے بہتر و افضل ہوتا - والحدیث فی صحیح مسلم - بالجملہ مقتول اپنی اجل پر مرتا ہے اور اللہ تعالی کے علم
مین مقدر ہے اور اسنے پورا کر دیا ہے کہ یہ مثلاً بسبب مرض مریگا اور وہ بسبب قتل اور یہ بہدم دیوار اور وہ بغرق مثلاً
اور یہ بقبض یا اسہال اور وہ بزہر یا اسہال مریگا - پھر واضح ہو کہ روح محدث و مخلوق مصنوع و مربوب داخل تحت ید
الٰہی ہے اور دین اسلام مین بالضرور یہ بات معلوم ہے اور رہم اس بات مین صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم اللہ تعالی کے ساتھ
ہین اور اہل سنت والجماعۃ نے اتفاق کیا کہ وہ مخلوق ہے اور محمد بن نصر المروزی و ابن قتیبہ وغیرہ نے اس اجماع کو
نقل کیا ہے - پھر روح مرتی ہے یا نہین - دونون قول دو گروہ کے ہین اور صحیح قول اس گروہ کا کہ نہین مرتی ہے وہ بعبار
کے یہ مخلوق ہے اور ابدان مرتے ہین اور احادیث اسی پر دلالت کرتی ہین جنمین بعث حشر سے عذاب و ثواب کا بیان
ہے - اور واضح ہو کہ بدن سے روح کے پانچ نوع کے تعلقات ہین اور ہر ایک کے واسطے علحدہ حکم ہے - اول تعلق روح
کا بدن سے مان کے پیٹ مین جس حال مین جنین تھا - دوم تعلق روح کا بدن سے رہنا جب وہ مان کے پیٹ سے
نکلتا ہے - سوم تعلق اسکا بدن سے نیند کی حالت مین کہ وہ ایک طرح کا تعلق اور ایک طرح کا فراق ہے - چہارم اسکا تعلق
عالم برزخ مین کیونکہ روح اگرچہ بدن سے جدا ہوگئی اور علحدہ مجرد ہوگئی ولیکن بدن کا تعلق بالکل نہین چھوڑا ہے کہ کچھ
بھی بدن کی طرف التفات نہو کیونکہ جو کوئی قبر پر اسکو سلام کرتا ہے تو وہ سلام کا جواب دیتا ہے اور وارد ہوا ہے کہ جب
دفن کرکے چلتے پھرتے ہین تو وہ لوگون کی جوتیون کی آواز سنتا ہے اور یہ ایک خاص قسم کا تعلق بدن سے ہے جس سے
یہ نہین سمجھنا چاہیے کہ قبل قیامت کے زندگی ہوجاتی ہے - پنجم روح کا تعلق بدن سے جبکہ حشر جسمانی ہوگا اور یہ تعلق
سب سے زیادہ کامل ہے کہ پھر بدن اسکے ساتھ مین دائم ہے موت و فنا کے قابل نہین ہے - اور واضح ہو کہ احکام دنیا
کا ورود بدنون پر ہے اور ارواح تابع ہین اور احکام برزخ کا ورود ارواح پر ہے اور بدن تابع ہین اور احکام حشر و نشر
کا ورود ارواح و اجسام دونون پر ہے - مسئلہ ہفتدہم کافرون پر بھی دنیا مین اللہ تعالی کی نعمتین ہین مانند حواس و
صحت وغیرہ کے ولیکن جب ان نعمتون سے اسنے سعادت حاصل نہ کی تو یہ آخرت مین اسپر عذاب ہین پس دنیا
کی راہ سے نعمت ہین اور آخرت کی راہ سے نقمت ہین - شیخ ابن الہمام رح نے کہا کہ یہ نعمتین اپنی ذات سے نعمت ہین
اگرچہ کافر کے حق مین سبب عذاب و نقمت ہین - مسئلہ ہیژدہم - اللہ تعالی پر کوئی چیز واجب نہین یعنی جیسے ہم لوگون
پر عبادت وغیرہ فرض و واجب ہے کہ ہم کو ضرور کرنا چاہیے ایسے اللہ تعالی جل شانہ پر کوئی چیز واجب نہین ہے - معتزلہ
وغیرہ نے جہالت سے ٹھہرایا کہ جو بندے کے حق مین بہتر ہو وہ اللہ تعالی پر واجب ہے اسکے خلاف نہین کرسکتا -
یہ قول سخت نالائق اور محض بے ادبی ہے اللہ تعالی کی شان اعلی ہے کہ مخلوق حقیر اسکی جناب عزوجل مین ایسا کلام کرے
اور حق یہ ہے کہ اللہ تعالی جل جلالہ پر کوئی چیز واجب نہین ہے ورنہ وہ کافر فقیر کو جو دنیا و آخرت مین خرابی مین ہے پیدا
نہ کرسکتا کیونکہ ایسے کافر کے لئے وجود سے عدم بہتر ہے - علاوہ برین جب اصلح واجب ہوا تو جو بھلائی کسی بندے پر
کی وہ اللہ تعالی پر واجب تھی تو اللہ تعالی کا اسپر کچھ احسان و منت نہین ہے حالانکہ اللہ تعالی نے صریح فرمایا بقولہ بل اللہ

یمن علیکم ان ہداکم الآیہ یعنے بلکہ اللہ تعالی تم پر منت و احسان کرتا ہے کہ اسنے تمکو ہدایت دی الخ - علاوہ برین دعا کرنا
اللہ تعالی سے محفوظ رکھنے اور توفیق خیر عطا کرنے کی اور بیماری و مفلسی دور کرنے اور آسایش و راحت دینے وغیرہ
کی بیفائدہ و بے معنی ہوتی کیونکہ جو اسنے بندے کے حق مین کیا وہ سب بہتر تھا تو اللہ تعالی پر اسکا ترک کرنا واجب
ہے - غزالی رح نے کہا کہ واجب ہوتا کہ انکو جنت مین پیدا کرے اور اس دار محنت مین کبھی نہ لاوے آخر تک - قاری
وغیرہ نے کہا کہ یہ قول معتزلہ کا ایسا خراب ہے کہ اسکے مفاسد اتنی کثرت سے ہین کہ کچھ بھی پوشیدہ نہین ہین بلکہ بہت سے
اقوال معتزلہ کے ایسے ہی ظاہر البطلان ہین اور یہ حالت ان معتزلہ کی اس جہت سے ہے کہ انہون نے راہ رسالت و
منہاج نبوت مین قیاس کو دخل کیا اور انکی دنی طبیعت ان معارف الٰہیہ متعلقہ ذات و صفات الٰہی سے بوجہ قیاس
مخلوقات کے قاصر ہوکر گمراہی مین پڑ گئی - اور کوئی کچھ سمجھ سکتا ہے کہ بھلا اللہ تعالی جل شانہ الوہیت و ربوبیت کی شان
والا اسپر واجب و فرض وغیرہ کے احکام عبودیت کیا معنی رکھتے ہین تعالی اللہ عما یقول الظالمون - مسئلہ نوزدہم عقائد
نسفی وغیرہ مین ہے کہ اللہ تعالی جسکو چاہے اضلال فرماتا ہے اور جسکو چاہے ہدایت فرماتا ہے معنی یہ ہین کہ اللہ تعالی ضلالت
کو اور ہدایت کو موافق مشیت کے پیدا کرتا ہے کیونکہ خالق وہی ہے سوائے اسکے درحقیقت خالق کوئی نہین ہے - مسئلہ بستم
جیسے حلال رزق ہے ویسے حرام بھی رزق ہے اگرچہ حرام رزق سے معصیت ہوتی ہے کیونکہ رزق وہ ہے جو اللہ تعالے
حیوان کی طرف روان کرے جس سے وہ کھانے پینے وغیرہ سے انتفاع اٹھاوے اور جو جاندار رزق پاتا ہے
وہ اللہ تعالی ہی سے پاتا ہے تو ہر ایک کو اسکا رزق پہونچا تو حرام و حلال دونون رزق ہوئے بقولہ تعالی ما من دابۃ فی الارض
الا علی اللہ رزقہا - کیونکہ جو رزق اللہ تعالی نے کسی جاندار کا رکھا وہ پورا پاویگا اور ممتنع ہے کہ اسکا رزق دوسرا
کھا جاوے اور وہی رزق پاویگا جو مقدر ہے اور رزاق وہی اللہ عز و جل ہے - مسئلہ بست و یکم - تمام امت کا اجماع ہے
کہ وعدہ و وعید دو قسم ہین وعدہ یعنے ثواب و نعمت کا وعدہ جو اللہ تعالی نے فرمایا اسمین خلاف نہین ہو - رہا وعید
یعنے عذاب کا وعدہ تو بعض نے زعم کیا کہ اسمین درگذر کرنا کرم ہے اور محققین نے کہا کہ وعید مین بھی خلاف نہوگا کیونکہ
قول تبدیل ہوجائیگا و قال تعالی ما یبدل القول لدی الآیہ یعنی کسی قول مین خلاف و تبدیل نہین ہے خواہ وعدہ ہو یا
وعید ہو - مسئلہ بست و دوم - صغیرہ گناہ پر عذاب ہونا جبکہ کبیرہ گناہون سے اجتناب کیا ہو جائز ہے مولانا عصام الدین
رح نے اختیار کیا کہ حق یہ ہے کہ کبیرہ گناہون سے اجتناب کی صورت مین صغیرہ مغفور ہین بدلیل قولہ تعالی ان تجتنبوا
کبائر ما تنہون عنہ نکفر عنکم سیاٰتکم الآیہ - یعنی اگر تم کبائر منہی عنہا سے اجتناب کرو تو ہم تمہارے سیات کو بخشدینگے
اور قاری رح نے اس قول کو منظور نہ کیا اور یہ اختیار کیا کہ معنی آیت مین یہ ہین کہ اگر کبائر سے پرہیز کرو تو ہم طاعات
سے تمہاری سیات بخشدینگے بدلیل قولہ تعالی ان الحسنات یذہبن السیات - اور بدلیل احادیث جو گناہون کے
کفارہ ہونے مین وارد ہین - اقول اسکا مآل آخر وہی ہے جو شیخ عصام رح نے کہا - واضح ہو کہ امام ابو حنیفہ رح نے
عقائد مین اس امر کیطرف اشارہ فرمایا ہے کہ صغیرہ پر مواخذہ جائز ہے اور عقائد نسفی مین اسکی تصریح کردی اور شاید
نکتہ اس باب مین یہ ہے کہ کبائر سے اجتناب کا یقین دشوار ہے تو صغیرہ کا ارتکاب جرأت ناہموار ہے لہذا صغیرہ

خوف عقاب ہی واللہ اعلم بالصواب - مسئلہ بست وسوم - زندون کی دعا سے جو مردون کے حق مین ہو اور زندون کے
صدقات کا ثواب مردون کو واسطے مردون کے نافع ہی - اسپر تمام اہل سنت وغیرہم کا اتفاق ہی ولیکن معتزلہ نے خلاف
کیا اور ان گمراہون کا اعتبار نہین ہی اسلئے احادیث صحیحہ بہت ہین کہ جنمین اموات کے لیے دعا آئی ہی اور احادیث
زیارت و استغفار معروف ہین خصوصاً نماز جنازہ مین دعا واسطے میت کے سلف رضی اللہ عنہم سے متوارث متواتر
ہی اور خلف رحمہم اللہ نے اسپر اجماع کیا ہی سو اگر اموات کے لیے اسمین نفع نہوتا تو فعل عبث کیونکر جائز ہوتا بلکہ
آیات قرآن بہت ہین جو اموات کے لیے دعا کو متضمن ہین کقولہ تعالی رب ارحمہما کما ربیانی صغیرا - وکقولہ تعالے
رب اغفرلی ولوالدی ولمن دخل بیتی مومنا وللمومنین والمومنات الآیہ اور سب سے زیادہ صریح قولہ تعالی ربنا
اغفرلنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان الآیہ - اور سعد بن عبادہ رض سے مروی ہی کہ کہا کہ یا رسول اللہ سعد کی مان
مرگئی تو کون صدقہ افضل ہی آپ نے فرمایا کہ پانی پس سعد رض نے کنوان کھدوایا اور کہا کہ یہ ام سعد کے لیے ہی
رواہ ابو داؤد والنسائی - بالجملہ اہل السنۃ کا اجماع ہی کہ اموات کو ثواب پہونچتا ہی اب یہان تین چیزین ہین ایک
دعا و استغفار دوم مالی صدقات کا ثواب تو ان دونون مین کچھ خلاف نہین کہ اموات کو نافع ہین - سوم بدنی
عبادات کا ثواب تو اسمین خلاف ہی - تو نووی رح نے کہا کہ اصل اہل السنۃ کے نزدیک یہ ہی کہ آدمی مختار ہی کہ
اپنے عمل کا ثواب دوسرے کو دیدے خواہ نماز ہو یا روزہ یا حج یا صدقہ یا کوئی اور ہو اقول اسطرح کہنا چاہیے
تھا کہ اصل اہل السنۃ کے نزدیک یہ کہ اموات کو احیاء کے ثواب دینے سے ثواب پہونچ جاتا ہی پھر امام ابو حنیفہ
رح وغیرہ کے نزدیک ہر عمل کا ثواب خواہ نماز ہو یا روزہ الخ اور اسکے بعد کہا کہ اور شافعی رح کے نزدیک صدقہ
اور عبادات مالیہ مین اور حج مین پہونچتا ہی - اور جب قبر پر قرآن پڑھا جاوے تو میت کو سننے والے کا ثواب ہی
اقول کیونکہ میت انکے نزدیک سنتے ہین - اور شافعی رح نے کہا کہ قرارت قرآن کا اور نماز و روزہ و دیگر عبادات
بدنی کا جو مالی نہین ہین انکا ثواب نہین پہونچتا ہی اور امام ابو حنیفہ و انکے اصحاب کے نزدیک انکا ثواب بھی
میت کو پہونچتا ہی - اور شارح عقیدہ طحاویہ نے کہا کہ اہل السنۃ نے اتفاق کیا ہی کہ اموات کو احیاء کی سعی سے دو طریقہ سے ثواب
پہونچتا ہی اقول یون کہنا چاہیے تھا کہ اہل سنت نے اتفاق کیا ہی کہ اموات کو دو طریقہ سے ثواب پہونچتا ہی ایک یہ کہ میت اپنی
زندگی مین اسکا باعث ہو گیا ہو اقول جیسے کنوان ضرورت کے مقام پر کھدوا گیا یا مسافر خانہ وقف کر گیا یا کوئی اور وقف یا مدرسہ
و مسجد وغیرہ یا کسی کو علم دین تعلیم کر گیا یا کوئی کتاب نافع دین مین تالیف کر گیا اور مانند اسکے کوئی فرزند صالح اپنے حق مین دعا کرنیوالا
چھوڑ گیا یہ زیادہ امید کے لائق ہی - پھر شارح نے کہا اور دوم مسلمانون کی دعا و استغفار اسکے حق مین ہو اور صدقہ دینا اور اسکی
طرف سے حج ولیکن محمد بن حسن رح سے مروی ہی کہ میت کو نفقہ حج کا ثواب ملتا ہی اور حج اُسی کا ہوتا ہی جس نے حج کیا اور
عامۂ علماء کے نزدیک ثواب حج کا اسکو ہی جسکی طرف سے حج کیا گیا اور یہی صحیح ہی اور عبادات بدنیہ مین مانند روزہ
و نماز و قرأت قرآن و ذکر کے اختلاف ہی پس مذہب ابو حنیفہ و احمد و جمہور سلف کا یہ ہی کہ میت کو اسکا ثواب
پہونچتا ہی اور مشہور مذہب شافعی و مالک سے یہ ہی کہ نہین پہونچتا ہی - اور بعضے مبتدعین متکلمین مین سے اسطرف

کے کہ سوائے دعا کے میت کو کچھ نہین پہونچتا اور یہ قول بدلیل کتاب وسنت باطل ہی اور اس بدعتی نے استدلال کیا بقولہ تعالی وان لیس للانسان الا ما سعی یعنی اور نہین انسان کے لیے مگر وہی جو اسنے سعی کی - تو یہ استدلال صحیح نہین کیونکہ اس سے معلوم ہوا کہ انسان کی ملک وہ ہی جو اسنے سعی کی اور یہ نہین ہی کہ آدمی کو دوسرے کی سعی سے نفع نہیں ہی اور ان دونون باتون مین کھلا ہوا فرق ہی پس اللہ تعالی نے آگاہ فرمایا کہ آدمی مالک نہین مگر اپنی سعی کا اور غیر نے جو سعی کی وہ غیر کی ملک ہی تو وہ چاہے اپنی ملک رکھے اور چاہے دوسرے کو دیدے اور حق تعالی نے یہ نہین فرمایا کہ نہین نفع اٹھاتا آدمی مگر اپنی سعی سے - اول دنیا مین تو ظاہر ہی کہ ہدیہ سے آدمی کو نفع ہوتا ہی حالانکہ وہ دوسرے کی ملک وسعی تھی جو اسنے ہدیہ کردی وحاصل یہ کہ آیت کریمہ کا مصداق یہ ہی کہ دو آدمیون نے مثلاً اپنے واسطے سعی کی تو ہر ایک کے واسطے اسکی سعی ہی اور یہ نہین ہو سکتا کہ ایک کی سعی کا مالک دوسرا ہو جاوے پھر ظاہر ہی کہ جو ہر ایک نے ملک واجرت حاصل کی ہی چاہے وہ دوسرے کو ہبہ کردے - اور کہا کہ ثواب عبادت مالی پہونچنے کے دلائل مین سے حدیث جابر رضہ ہی کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عید اضحی کی نماز پڑھی جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو ایک کبش آپ کے حضور مین لایا گیا پس آپ نے اسکو ذبح کیا پس کہا کہ بسم اللہ واللہ اکبر اللہم ہذا عنی وعمن لم یضح من امتی - رواہ احمد وابو داؤد والترمذی اور حدیث دو کبش والی جسمین ایک کو فرمایا کہ اللہم ہذا من امتی جمیعا اور دوسرے مین فرمایا کہ اللہم ہذا عن محمد وآل محمد - اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا اور قربانی مین قربت تو اراقۃ الدم ہی اور اسی کو آپ نے غیرون کے واسطے کر دیا اور کہا کہ یون عبادت بدنی کا حکم ہی کہ عبادت حج بدنی ہی اور اسمین مال کچھ رکن نہین ہی بلکہ وسیلہ ہی تم نہین دیکھتے کہ مکی پر حج واجب ہی جبکہ اسکو عرفات تک جانے کی قدرت ہو بدون مال کے شرط کے اور یہی قول اظہر ہی یعنی حج مرکب از مالی وبدنی نہین بلکہ محض بدنی ہی جیسا کہ متاخرین اصحاب ابی حنیفہ رح مین سے ایک جماعت نے تنصیص کردی ہی - قاری رح نے کہا کہ یہ صحیح نہین ہی اسواسطے کہ صحت بدن کے وجوب ادا کے واسطے شرط ہی اور اسی سے مریض پر غیر سے حج کرا دینا یا وصیت کرنا شرط ہی - مترجم کہتا ہی کہ یہ اعتراض مین خوب نہین سمجھا کیونکہ ہر عبادت بدنی مین صحت بدن شرط ہی جیسے نماز جمعہ وغیرہ پھر وجوب ادا مین صحت بدن کی شرط سے یہ کیون لازم آوے کہ وہ بدنی نہین ہی فافہم - پھر قاری نے کہا کہ قراءۃ قرآن اور اسکا ہدیہ کرنا میت وغیرہ کو بدون اجرت کے میت وغیرہ کو پہونچتا ہی ولیکن اگر میت نے وصیت کی ہو کہ اسکے مال مین سے کچھ مقدار اسکو دیجاوے جو اسکے قبر پر قرآن پڑھے تو وصیت باطل ہی کیونکہ یہ اجرت کے معنی مین ہی کذا فی الاختیار شرح المختار - قاری رح نے کہا کہ یہ اس بنا پر ہی کہ طاعات پر اجیر مقرر کرنا نہین جائز ہی ولیکن اگر اس شخص کو جو قرآن کی قراءت کرتا ہی یا تعلیم کرتا یا سکھاتا ہی کچھ مال بغرض اسکی معونت کے دیا گیا تو یہ دینے والے کی طرف سے از جنس صدقہ ہی پس جائز ہی - پھر قبرون کے پاس قرآن کی قراءت امام ابو حنیفہ ومالک واحمد کے نزدیک مکروہ ہی کیونکہ یہ بدعت ہی کہ سنت وارد نہین ہوئی ہی اور ایک روایت امام احمد سے اور وہ قول محمد بن حسن رح کا ہی کہ مکروہ نہین ہی بدلیل اسکے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ انھون نے وصیت کی تھی کہ میری قبر پر وقت دفن

کے شروع وخاتمہ سورۂ بقر پڑھا جاوے واللہ تعالی اعلم۔ مترجم کہتا ہے کہ مضمرات مین لکھا کہ محمد بن الحسن رح کا قول اصح ہے لیکن صرف مضمرات کے قول پر اعتماد نہین ہوگا تا وقتیکہ کسی معتمد مین نہو۔ اور ذخیرہ کے فصل قرأۃ القرآن مین ہے کہ امام ابوبکر محمد بن الفضل سے روایت ہے کہ فرمایا کہ مقبرہ مین قرآن پڑھنا جب ہی مکروہ ہے کہ جب جہر سے ہو اور اخفار کے ساتھ پڑھنا روا ہے اگرچہ ختم کردے اور شیخ ابواسحق حافظ نے اپنے استاد امام محمد بن ابراہیم سے نقل کیا کہ سورۃ الملک کا پڑھنا مقابر مین روا ہے خواہ جہر سے ہو یا اخفار سے ہو اور سواے سورۃ الملک کے باقی قرآن نہ پڑھے۔ اور تفسیخان مین لکھا کہ کسی نے قبر کے پاس قرآن پڑھا پس اگر یہ نیت ہو کہ اسکو آواز قرآن سے استیناس ہوگا تو پڑھے اور اگر یہ نیت نہین تو اللہ تعالی قرأت قرآن کو سنتا ہے جہان کہین ہو۔ انتہی بظاہر یہ جواز کی طرف اشارہ ہے اور ارجح قول امام محمد بن ابراہیم رح ہے واللہ تعالی اعلم۔ اور واضح ہو کہ لوگ میت کے تیجے کے روز قرآن وکلمہ وغیرہ پڑھتے ہین اور اسمین یہ امر زیادہ مکروہ ہے کہ کچھ لوگ مجتمع ہوکر ہر ایک آواز سے قرآن کو پڑھتا ہے اور باقی لوگ کلمہ پڑھتے ہین اور بنابر اصل حنفیہ کے قرآن کی قرأت سننا واجب ہے بقولہ تعالی اذا قری القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا الآیہ۔ اور جس نے کہا کہ سب اگر قرارت مین مشغول ہون تو مضائقہ نہین ہے تو وارد ہوگا کہ بنابر قول شافعی رح کے امام قرارت فاتحہ مین مشغول ہو اور مقتدی قرارت فاتحہ مین مشغول ہون کچھ مضائقہ نہین ہے بنابر احادیث باب کے اور یہ کسی نے نہین کہا ہے کیونکہ یہ مناقض اصل ہے اور مخالف آیت۔ وتمام البحث فی الجنائز۔ مسئلہ بست وچہارم قاری رح نے لکھا کہ جائز نہین کہ کہا جاوے کہ کافر کی دعار قبول ہوتی ہے یہ مذہب جمہور کا ہے بقولہ تعالی وما دعاء الکافرین الا فی ضلال۔ یعنی کافرون کی دعار ضائع وخاسر ہے کچھ نافع نہین ہے اور قاری رح نے اعتراض کیا کہ اس کا مورد خاص عقبی کے ساتھ ہے تو امر دنیا مین کافر کی دعار قبول ہونے کو منافی نہین ہے چنانچہ ابلیس کی دعا قبول ہوئی اور مہلت دی گئی اور حدیث مین ہے کہ مظلوم کی دعا قبول ہوتی ہے اگرچہ وہ کافر ہو اور شیخ ابوالقاسم اور شیخ ابونصر الدبوسی اسطرف گئے کہ کافر کی دعا قبول ہونا جائز ہے اور شیخ صدر شہید نے فرمایا کہ اسی پر فتوی دیا جاوے پھر قاری رح نے لکھا کہ امام ابوحنیفہ وصاحبین نے کہا کہ مکروہ ہے کہ آدمی یون کہے کہ مین تجھسے دعا کرتا ہون بحق فلان یا بحق انبیار ورسل یا بحق بیت الحرام وماننداسکے اسواسطے کہ کسی کا اللہ تعالی پر کچھ حق نہین ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اسکو عقائد مین بھی لیا ہے اور بحرمت فلان وغیرہ ودیگر الفاظ حرمت سے کہنا چاہیے۔ مسئلہ بست وپنجم جن مین سے جو کافر ہے بالاجماع وہ عذاب جہنم سے سزا پاویگا بقولہ تعالی لاملئن جہنم من الجنۃ والناس الآیہ۔ اور قولہ تعالی لقد ذرأنا لجہنم کثیرا من الجن والانس الآیہ۔ اور جن مین سے مسلمان کو ثواب جنت ہے یہ امام ابو یوسف وامام محمد رح کا قول ہے اور باقی اہل السنۃ والجماعۃ کا بھی یہی قول ہے ولیکن امام ابوحنیفہ رح نے انکی کیفیت ثواب مین توقف کیا ہے۔ اور ملائکہ کو عقاب نہین ہے اسپر اجماع ہے۔ مسئلہ بست وششم شیاطین کا تصرف بشرائط خود بنی آدم مین ہوتا ہے اور اسمین معتزلہ وغیرہ جاہلون کا خلاف گمراہی ہے۔ قاری رح نے کہا کہ وے ہمکو دیکھتے ہین اور ہم انکو نہین دیکھتے ہین اسمین یہ حکمت ہے کہ وے جس صورت آتشی قبیح پر مخلوق ہین اگر ہم دیکھین تو ہمارا کھانا پینا چھوٹ جاوے پس رحمت سے مخفی کردیے گئے اول بلکہ حکمت الہیہ اس حسن نظام پر ہے

اوران اسرار کو اہل معرفت پر محول کر دینا بہتر ہو اور کہا کہ ملائکہ ایسے نورانی حسین صورت ہر ہین کہ انکے دیکھنے سے ہماری
ارواح کو انہیں کی طرف پرواز ہو ۔ مسئلہ بست و ہفتم اللہ تعالی نے جو خبر دی اہل جنت کے لیے حور و قصور اور نہرین و
درخت وغیرہ اور اہل دوزخ کے لیے زقوم و حمیم و طوق و زنجیر یہ سب برحق ہین اور ظواہر نصوص کو پھیر کر فرقہ باطنیہ جن باتون
کا دعوی کرنے مین وہ الحاد و گمراہی ہو کما فی النسفیہ وغیرہ ۔ مسئلہ بست و ہشتم نصوص کا رد کرنا کفر ہو ۔ یہ عقائد نسفیہ مین مذکور
ہو اور اسکی دو صورتین ہین اول یہ کہ کسی نص کی نسبت کہے کہ ہم اسکو نہین مانتے ہین خواہ ہماری عقل مین نہین آتی
یا ہماری خواہش نہین ہو تو اسمین کچھ شک نہین کہ یہ کفر صریح ہو ۔ دوم یہ کہ اس نص کو مانے ولیکن اسکے معنی مین تاویل کرے
کہ ہمارے نزدیک اسکے یہ معنی ہین تو ایسی صورت مین تکفیر مین اختلاف ہو اور حق یہ ہو کہ جو آیات محکمات ہین اور
انمین تاویل کو گنجایش نہین ہو جیسے فرضیت نماز و زکوۃ مثلا تو انکے انکار سے کفر ہو اور مترجم کہتا ہو کہ یہ بھی ضرور کہنا چاہیے
کہ تاویل نصوص کی بمعانی نصوص دیگر و احادیث ہو یعنی جس طریقہ سے تاویل ہونا چاہیے اور وہ دلیل شرعی ہو اور اگر اس
طریقہ سے نہو بلکہ صرف اپنی رائے و قیاس اور دعوی عقل سے ہو جیسے سابق مین باطنیہ فرقہ کرتا تھا یا ہمارے زمانہ
مین نیچریہ فرقہ کرتا ہو تو یہ کفر ہو اور ایسی ہی جس نے صریح آیات برات حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے
باوجود انکی نسبت رفض بد کیا تو یہ کفر ہو ۔ مسئلہ بست و نہم عقائد نسفیہ مین ہو کہ صغیرہ ہو یا کبیرہ ہو کسی معصیت کو حلال کر لینا
کفر ہو ۔ مترجم کہتا ہو کہ معنی یہ ہین کہ کسی معصیت کو معصیت جانکر پھر اسکو حلال کہنا کفر ہو اور توضیح اسکی یہ ہو کہ بہت سے
معاصی تو بالاجماع قطعی ضروری طور پر معلوم ہین کہ یہ اسلام مین معصیت ہین ولیکن کسی نے غلبہ شہوت مین یا کسی طور پر انکا ارتکاب
کیا اور وہ جانتا ہو کہ یہ فعل معصیت ہو تو وہ گنہگار ہو کافر نہین ہو اور اگر اسنے ان معاصی مین بدون شرعی دلیل اور بدون قوت
اجتہاد کے کلام کیا اور اپنی رائے سے بخواہش انکو حلال تصور کیا تو اسکا کچھ اعتبار نہین اور وہ بھی معصیت کا حلال
کر لینے والا ہو اور چونکہ قوت اجتہاد اس زمانہ مین مفقود ہو تو ان اجماعی مسائل مین کچھ قوت اجتہاد ہونا کافی نہین ہو اور
اگر مدعی ہوا تو وہ بھی از قسم مذکور ہو ۔ یہ تو قطعی ضروری معصیات کا حکم ہو خواہ صغیرہ ہون یا کبیرہ ہون ۔ اور بہت سے
معاصی اجتہادی ہین یعنی اللہ تعالی نے جن بندون کو علماے ربانی مجتہد کیا تھا انکے اجتہاد بدلائل شرعی سے
انکا معصیت ہونا معلوم ہوا ہو جیسے بہت سے واقعات بعد زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واقع ہوگئے ہین
تو اللہ تعالی نے ان علمی باتون مین اپنی فرمانبرداری کے لیے حکم عام دیا کہ علماے قرآن وحدیث سے حکم حاصل کر لو
تو اس سے دو قسم کی آسانی و رحمت عطا فرمائی ایک یہ کہ ان بندون کو جو عالم ہین ثواب جمیل عطا فرمایا کہ انھون نے
کمال توجہ و کوشش سے اللہ تعالی و اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کتاب پاک و احادیث سے اس واقعہ کا حکم
نکالا اور اللہ تعالی سے ڈرتے ہوے اور دعا کرتے ہوتے کہ الٰہی مجھ بندے کو خطا سے بچائیو اور عذاب نہ فرمائیو
کہ شاید مین پوری کوشش نہ کر سکا ہون یا مجھسے چوک ہوئی ہو پس اللہ تعالی اسکو ثواب جمیل عطا فرماتا ہو اور
دوم یہ کہ عام لوگون کو اسمین آسانی ہو اور اختلاف ان احکام مین جنکے استنباط کرنے کی اجازت ہو عین رحمت ہو
کیونکہ تمام واقعات کا حکم قرآن مجید مین بصراحۃ نہین مذکور ہو اور کوئی فعل ہو اسکے ساتھ شرعی اجازت یا ممانعت

متعلق ہونا ضروری ہی تو استنباط مین اجازت صاف ہی اور اختلاف رحمت باری تعالی بہت عظیم ظاہر ہی پس ان مسائل اجتہادی مین اگر اپنے عالم کا حکم حاصل کر کے معلوم کر لیا کہ یہ فعل معصیت ہی پھر اسکو حلال کہا تو اپنے کفر کیا اور اگر ایک نے ایک مجتہد سے حکم لیا جس نے اللہ تعالی کے دین مین اپنی حد بھر کوشش کی اور نکالا کہ مکروہ تحریمی ہی اور دوسرے نے دوسرے مجتہد سے دریافت کیا اُسنے حکم نکالا کہ مباح ہی تو دونون اپنے اعتقاد پر ٹھیک ہین ہان اگر پہلا شخص باوجود اس یقین کے کہ شرع مین کروہ تحریمی ہی اسکو مباح کہے یا دوسرا شخص باوجود اس یقین کے کہ شرع مین مباح ہی اسکو مکروہ تحریمی کہے تو یہ کفر ہوگا لیکن اگر اول شخص نے اول مجتہد کے قول پر یقین نہ کیا یہ گمان کیا کہ شاید اس سے چوک ہوگئی ہی اور دوسرے مجتہد کے قول پر یقین کیا یا دوسرے شخص نے اول مجتہد کے قول پر یقین کیا تو کافر نہوگا - قاری رح نے اس مسئلہ مین بہت تطویل کی اور چونکہ یہ باب خود بہت اہتمام و توجہ کے لائق ہی کیونکہ جب کسی پر کفر ثابت ہوا تو تمام خطرہ اسکے سامنے موجود ہی لہذا مترجم اس مسئلہ خاص کو قاری رح وغیرہ کی توضیحات سے خاص عقائد مین لکھیگا انشاء اللہ تعالی - مسئلہ سی ام و معرفت فعل الٰہی سبحانہ تعالی - عقائد نسفیہ مین ہی کہ اللہ تعالی کے فعل کے واسطے غرض نہین ہی - معنی یہ ہین کہ آدمی اگر کوئی فعل کرتا ہی تو اسکی کوئی غرض اس سے متعلق ہوتی ہی جس حاجت کے واسطے وہ یہ فعل کرتا ہی تو اللہ تعالی جل شانہ ایسی غرض و حاجت سے پاک ہی اور قطعی دلیل اسپر عقلا یہ کہ حاجت نقص ہی کہ جسکے ہونے پر یہ نقص رفع ہو اور احتیاج غیر کی جانب منافی کمال ہی اور اللہ تعالی کامل الصفات بے احتیاج بدون تغیر ہی پس اسکے افعال بغرض نہین ہو سکتے ہین لہذا قال تعالی ان اللہ لغنی حمید - اللہ تعالی بالکل غنی بے احتیاج محمود ہی - یہ وہم نہو کہ اسکے کام بغیر حکمت و بیفائدہ ہونگے - ہرگز نہین بلکہ ہر فعل اسکا سراسر حکمت کاملہ اور کامل النفع ہی اور یہ سب خلق کیطرف راجع ہین اور خلق کا وجود و عدم اسکی ذات پاک کی نسبت کر کے یکسان ہی لہذا خلق کا کوئی حق اسپر نہین ہی بلکہ اُسی کا محض فضل ہی فضل ہی اور اسکے سوائے کوئی حاکم نہین ہی - مسئلہ سی دکم از عقائد نسفیہ جب بندہ سے تصدیق و اقرار پایا جاوے تو کہے کہ مین مومن ہون کیونکہ معنی ایمان کے یہی ہین اور بندے مامور ہین کہ مومن ظاہر ہو کر مومنون کی جماعت مین شامل ہون تاکہ انکے ساتھ محبت و ارتباط سے احکام اسلام و ایمان کے برتے جاوین اور یون نہ کہے کہ مین انشاء اللہ تعالی مومن ہون کیونکہ یہ تو کافر بھی کہہ سکتا ہی مومنون کو تردد اور پریشانی ہوگی کہ معلوم نہین ہوتا کہ یہ کس حال مین ہی - ہان اگر اس سے کوئی کافر پوچھے کہ اب تم اللہ تعالی کے فلاح پانے والے بندون مین سے ہو گئے اور اللہ تعالی کے مقبول ہوئے یا خاتمہ تمھارا گروہ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ہی تو یہ امور غیب ہین انمین انشاء اللہ تعالی کہنا جائز ہی - مسئلہ سی و دوم - از نسفیہ آنکہ ایمان یاس مقبول نہین ہی - یعنی سکرات موت و معائنہ احوال آخرت کے وقت ایمان لانا قبول نہین ہی کیونکہ وہ ایمان بالغیب نہین ہی اور اسوقت تو خواہ مخواہ ہر کافر مان جائیگا لیکن اسکو کچھ نفع نہین ہی اور اسپر تمام امت متفق ہی کہ ایمان الیاس مقبول نہین ہی - بعض نے زعم کیا کہ توبہ وقت الیاس کے مقبول ہی اور یہ غلط وہم ہی توبہ بھی مقبول نہیں ہی بدلیل قولہ تعالی ولیست التوبۃ للذین یعملون السیئات

حتی اذا حضر احدہم الموت قال انی تبت الآن الآیۃ پس ایمان وتوبہ کوئی وقت الیاس مقبول نہین ہی - اور اصح یہ ہی
کہ وقت یاس وہ ہی کہ غرغرہ لگ جاوے اور زیست سے یاس ہو جاوے کہ وہی مردہ پر وقت ظہور آخرت ہو جاتا ہی جسکو
لوگ گھبرا لگنے کا وقت کہتے ہین - قال المترجم گویا کہ روح کے جزم علوم وعقائد وکمالات کے لیے یہ جسم ہی اور حلق پر
دم ہونے کے وقت روح کو عقلی ونظری مشاہدہ ہی نہ اقرار ونقش جزم پس روح اس فرمان کرامت سے بوجہ نزع جسم کے
خالی ہی اور جاننا بیفائدہ ہی فافہم واللہ تعالے اعلم - مسئلہ سی وسوم - از عقائد نسفیہ - واضح ہو کہ کسی گناہ کو ناچیز سمجھنا کفر ہی
اور شریعت الٰہی تعالی سے مشغول کرنا کفر ہی اور کلمہ کفر کے ساتھ ہزل ودل لگی کرنا کفر ہی اور جو نشہ مین مست ہو
اسکے کافر ہونے کا حکم نہ کیا جائیگا - مسئلہ سی وچہارم - از نسفیہ اللہ تعالی سے نڈر ہونا کفر ہی اور اللہ تعالی سے
مایوس ہو جانا بھی کفر ہی - اول بدلیل قولہ تعالی ولا یامن مکر اللہ الا القوم الخاسرون - یعنی اللہ تعالی کے برتاوے
جسکا انجام وحکمت پوشیدہ ہی اسکو نڈر ہو جانا اور یہ سمجھ لینا کہ مین بیخوف ہون یہ کافرون ہی کا کام ہی اور دلیل دوم
قولہ تعالی ولا ییئس من روح اللہ الا القوم الکافرون - یعنی اللہ تعالی کی رحمت سے مایوس نہین ہوتے مگر وہی جو
کافر ہین - مومن ہرچند گناہگار رہو اسکو رحمت الٰہی سے مایوس نہونا چاہیے امید ہی کہ توبہ سے بخشدے اور اگر
توبہ نصیب نہ ہوئی تو امید ہی کہ جیسا ایمان لایا ہی وہ قادر مختار اسکو فضل وکرم سے بخشدے اور آخر اسکو اپنی رحمت
مین داخل فرما دیگا لہذا عقائد نسفیہ مین لکھا کہ خوف وامید کے درمیان ایمان ہی - قال تعالی اعلموا ان اللہ شدید العقاب
وان اللہ غفور رحیم - خوب آگاہ رہو کہ اللہ تعالی سخت عقاب کرنے والا اور اللہ تعالی بڑا بخشنے والا رحمت کرنیوالا ہی -
خوف اسقدر رہنا چاہیے کہ اگر بالفرض ایک مسلمان کو دوزخ سے عذاب کیا جائیگا تو ڈرے کہ شاید وہ مین ہی نہون
اور اگر حدیث کا بیان سنے کہ اللہ تعالی نے بہت گناہگار کو جسکے پاس صرف کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ تھا
بخشدیا تو امید کرے کہ شاید وہ مین ہی ہون - مسئلہ سی وپنجم - از نسفیہ وغیرہ مجتہد کبھی چوک جاتا ہی اور کبھی ٹھیک
حکم پا جاتا ہی - قاری رح نے کہا کہ تحقیق یہ ہی کہ جو مسئلہ اجتہادی ہی اسمین چار احتمال ہین اول یہ کہ اس مسئلہ مین اللہ تعالی
کی طرف سے کوئی حکم معین نہو بلکہ اسکا حکم وہ ہو جو مجتہد نے اپنی کوشش سے استنباط کیا پس اگر چار مجتہد ہون اور
مسئلہ مین ہر ایک کے اجتہاد مین دوسرے مجتہد سے مغائر حکم نکلا تو اس احتمال مذکور کے موافق اس ایک مسئلہ مین
چار حکم ہوے اور چارون حق ہوے تو ہر مجتہد صواب پر رہا کسی سے خطا نہوئی - اقول اگر کہا جاوے کہ اللہ تعالی
تو علیم ہی اور اسکا علم صفت ازلی ہی اسکے علم مین تو ضرور معلوم ہی پھر اس احتمال کے اہل سنت کے نزدیک کچھ معنی نہین ہو سکتے
ہین جواب یہ کہ عبارت مین سہولت کر دے ورنہ مراد یہ ہی کہ اللہ تعالی کو معلوم ہی کہ اسکے بندون مین کسقدر بندے
آخر زمانہ تک اس واقعہ مین اجتہاد کرینگے اور انکی کوشش سے اتنے احکام نکلینگے لیکن واضح رہے کہ یہ قول اسوجہ سے
ضعیف ہی کہ اگر فرض کیا جاوے کہ کسی مجتہد کے نزدیک جواز نکلا اور دوسرے کے نزدیک ناجواز تو دونون ایک ہی
چیز کی شان سے غیر معقول ہین - پھر قاری رح نے لکھا کہ احتمال دوم یہ ہی کہ حکم تو اللہ تعالی کی طرف سے معین ہی ولیکن
اللہ تعالی کی طرف سے اسپر کوئی رہنمائی کی دلیل نہین ہی بلکہ ایسی یہ حالت ہی جیسے کوئی اچانک کہین سے دفینہ پاگیا

مترجم کہتا ہے کہ یہ تقریب باطل ہے بدلیل قولہ تعالی والذین جاہدوا فینا لنہدینہم سبلنا۔ کیونکہ جہاد فی اللہ جو عام ہے کہ قتال
کفار بھی ضرور داخل اور سوائے اسکے جہاد کے وجوہ داخل ہین اور کمتر اس سے نہین کہ ہمارے دعوی کے لیے
دلالت یا اشارت نص ہے۔ احتمال سوم یہ کہ حکم معین ہے اور دلیل قطعی ہے۔ اقول دریافت نہوا کہ دلیل قطعی سے کیا مراد
ہے اگر یہ مراد ہے کہ اصول احکام شرعیہ مین اسکی دلیل قطعی موجود ہے اگرچہ وہ معلوم الکل ہو تو اسمین شک نہین ہے ولیکن
کلام مجتہد کے معلوم ہونے مین ہے اور جب مسئلہ اجتہادی مانا گیا تو ضروری نہ رہا جسکی دلیل قطعی معلوم ہو پس شاید
مراد شق اول ہو وعلی ہذا یہ احتمال اور چہارم احتمال درحقیقت واحد ہین چنانچہ فرمایا کہ احتمال چہارم یہ ہے کہ حکم معین ہے
اور اسپر دلیل ظنی ہے۔ اقول دلیل کا ظنی ہونا باعتبار علم مجتہد کے ہے ورنہ اللہ تعالی کے نزدیک قطعی معلوم ہے پھر قاری رح
نے کہا کہ ان احتمالات مین سے ہر ایک کی طرف جانیوالے گئے ہین اور مختار یہ ہے کہ حکم معین ہے اور اسپر دلیل ظنی ہے
اگر مجتہد نے اس دلیل کو پایا تو حکم صواب پایا اور اگر نہ پایا تو چوک گیا ولیکن مجتہد کو اللہ تعالی نے فضل عمیم سے اس امر
کا مکلف نہین کیا ہے کہ وہ لامحالہ اس دلیل کو پاوے اور یہ اس جہت سے کہ دلیل مذکور خفی غامض ہے اسی واسطے
مجتہد جس سے چوک ہو جاوے معذور ہوتا ہے۔ اقول بعض نے کہا کہ معذور اسوقت ہے کہ اپنی کوشش پوری کر دی ہے
مین کہتا ہون کہ یہ قید مکرر ہے اسواسطے کہ جب مجتہد اسکو کہا تو یہی معنی ہین کہ اسنے جہد بلیغ کیا جیسے مجتہد کے نام مین
یہ شرائط معتبر ہین کہ زبان عربی وبلاغت ضروری ولغت سے واقف ہو اور موارد استعمال جانتا ہو اور کم سے کم
آیات احکام واحادیث احکام سے واقف اور اصول فقہ وطریقہ استنباط وغیرہ سے ماہر ہو اور ناسخ منسوخ وغیرہ
ضروریات سے آگاہ وبیدار ہو قاری رح نے کہا کہ پھر اس مسئلہ کی دلیل کہ مجتہد سے کبھی چوک ہو جاتی ہے قولہ تعالی
ففہمناہا سلیمان الآیہ۔ یعنی واقعہ حکومت جو داؤد علیہ السلام کے سامنے پیش ہوا تھا اور داؤد علیہ السلام نے حکم
کیا تو سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ مین اس سے سوائے دوسرا حکم ان دونون کے حق مین بہتر جانتا ہون اور وہ بیان
کیا تو داؤد علیہ السلام نے اسی کو اختیار کیا۔ یہ دلیل ہے کہ دونون حکم باجتہاد تھے ورنہ وحی ہوتی تو اس سے رجوع
کے کچھ معنی نہوتے اور نہ تفہیم سلیمان علیہ السلام کی تخصیص موجہ ہوتی۔ قال المترجم اسمین تنبیہ ہے کہ کبھی متقدم سے
متاخر کو بعض صورت مین فوقیت ہو جاتی ہے اور تفہیم اللہ تعالی کی طرف سے ہے۔ قاری رح نے کہا کہ یہ بیان اس
اعتقاد پر ہے کہ انبیاء علیہم السلام بھی اجتہاد کرتے ہین اور کبھی انسے چوک ہو جاتی ہے ولیکن متنبہ کر دیے جاتے
ہین اور بعض نے کہا کہ چوک ہو جانا یہان ظاہر نہین بدلیل قولہ تعالی وکلا آتینا حکما وعلما۔ یعنی ہمنے دونون مین سے
ہر ایک کو حکم وعلم دیا تھا اس سے مفہوم ہے کہ ہر ایک حکومت مین صواب پر تھا اور خود قول سلیمان علیہ السلام یہ تھا کہ
مین اس سے بہتر جانتا ہون تو حکم داؤد بھی حق تھا ولیکن حکم سلیمان اس سے بہتر واولی تھا۔ مترجم کہتا ہے کہ صحیح بخاری
وصحیح مسلم مین حدیث ابن عمر رض مین ہے کہ حاکم نے جب اجتہاد کیا پس حکم صواب پایا تو اسکے واسطے دو اجر ہین اور
اگر اجتہاد کیا اور چوک گیا تو اسکے واسطے ایک اجر ہے بالجملہ آثار متواتر المعنی سے یہ امر قطعی ہے کہ سلف رضی اللہ عنہم
اسی پر تھے کہ مجتہد کو مصیب ومخطی جانتے تھے اور باہم بعض کا بعض تخطیہ کرتا تھا اور یہ خالص اللہ تعالی کے واسطے

بدون تعصب نفسانی کے تھا۔ بہرحال اس امر پر اجماع ہو کہ مجتہد سے اگر خطا ہوئی تو بھی وہ گنہگار نہیں ہو۔ پھر واضح ہو کہ انبیاء علیہم السلام کو بعد انتظار وحی کے اجتہاد کرنا چاہیے یا اول ہی سے اجتہاد روا ہو پس بخاری رح نے لکھا کہ اکثر کے نزدیک تو انتظار و بغیر انتظار کے مطلقاً اجتہاد روا ہو اور علماے حنفیہ کے نزدیک بعد انتظار وحی کے اجتہاد کرنا روا ہو اسی کو شیخ ابن الہمام نے تحریر میں اختیار کیا ہو۔ اور مسایرہ میں لکھا کہ انبیاء علیہم السلام کو راہ صواب پانا خواہ ابتدا مین ہو یا انتہا مین ہو ضرور ہو۔ مترجم کہتا ہو بعد سوال یہ کہ اجتہاد باقی ہو یا منقطع ہوا۔ اس مسئلہ مین بڑا اختلاف ہو علماء حنبلیہ کے نزدیک یہ ہو کہ کوئی زمانہ مجتہد سے خالی ہونا جائز نہیں ہو اور شیخ ابو اسحق زبیری نے بھی اسی پر جزم کیا اور ابن دقیق العید رح سے منقول ہو کہ میرے نزدیک بھی یہی مختار ہو۔ اور علماے حنفیہ کے نزدیک اور بھی امام نووی وغیرہ شافعیہ نے لکھا ہو کہ اجتہاد مطلق تو طبقہ امام ابو حنیفہ و مالک و شافعی و احمد کا تھا وہ منقطع ہوئے زمانہ ہوا اور انکے بعد اجتہاد مقید ناقص جاری رہا حتی کہ ایک جماعت متاخرین نے علماے حنفیہ مین سے ادنی درجہ اجتہاد کو بھی امام حافظ الدین نسفی پر ختم کر دیا اور اس بحث کو انشاء اللہ تعالی آخر مین لکھونگا۔ اور واضح ہو کہ اجتہاد جیسے مسائل فروع عملی مین جاری ہو ویسے ہی بعض مسائل اصول اعتقادی مین بھی جاری ہو اور اس حصہ ملحقات مین اکثر مسائل اسی قسم کے ہین جنمین اجتہاد کو دخل ہو جیسے اصل کتاب فقہ اکبر مین اکثر مسائل وہ ہین جو محکمات قطعیہ ہین اور انمین اجتہاد کو دخل نہین مگر باستدلال باین معنی کہ استدلال شرعی سے معنی قطعی سمجھ لیے گئے ولہذا جو کوئی قطعیات سے منکر ہو کافر ہو پھر واضح ہو کہ ظاہر کلام امام ابو حنیفہ رح یہ ہو کہ اللہ تعالی کی معرفت صفات مین جو کچھ مذکور ہوا از قسم قطعی ہو غیر از ینکہ بعض مین ادراک عاجز ہو فعلی ہذا۔ ایمان باللہ عز و جل یہی اعتقاد ہو جو اسکی شان عالی متعالی صفات مین مذکور ہوا وہ بالکل مباین ہو تمام دوسری چیزون کی نسبت اعتقاد کے پس یہود و نصاری کا ایمان اللہ تعالی پر نہوگا اور یہ جیسے امام رازی رح نے مجسمہ فرقہ کی نسبت کہا کہ اسنے کبھی اللہ تعالی کی عبادت نہین کی بلکہ وہ اپنی خیالی جسمانی صورت کو پوجتا ہو ایسے ہی یہود و نصاری مجسمہ لوگ ہین بلکہ مجسمہ سے بہت سی باتون مین کفر کی جانب بڑھے ہوے ہین کیونکہ نصاری مثلاً جسمانیت کے احکام بیٹا و جورو کے مانند ثابت کرتے ہین پاک ہو اللہ تعالی ان گمراہون کے بہتان سے۔ ولہذا اللہ تعالی نے کتاب پاک مین یہود و نصاری اہل کتاب کے اللہ تعالی پر ایمان لانے کا رد کر دیا بقولہ تعالی قاتلوا الذین لا یومنون باللہ الآیہ۔ یعنی جہاد کرو ان لوگون پر جو اللہ تعالی پر ایمان نہین لاتے ہین۔ پس انکا اقرار کہ ہم اللہ تعالی کو مانتے ہین دروغ ہو انھون نے اپنی خیالی صورت کا نام خدا رکھا ہو اور تجھے معلوم ہو کہ اصل معرفت الہی عز شانہ ہو ولہذا امام ابو حنیفہ رح نے کہا کہ ہم اللہ تعالی کو جیسا چاہیے پہچانتے ہین اور چونکہ پہچان سے ظاہر ہوا کہ اسکی شان نہایت عالی ہو تو عبادت اسکی کوئی جیسی چاہیے نہین کر سکتا ہو ولہذا ایمان لایا مین اللہ تعالی پر جس شان پر حقیقت مین ہو اور ادراک تام وہان محال ہو لہذا قاری رح نے کہا کہ شمس الائمہ رح نے فرمایا کہ مومنون مین دو فریق ہین ایک وہ کہ صفات الہی سبحانہ تعالی مین غور کرتا ہو بوجہ اسکے کہ ہمین ایک جہالت سمائی ہوئی ہو اور دوم وہ کہ اسکو ایک نوع کا علم معرفت عطا کر دیا گیا ہو تو حقیقت کو جانکر غور مین توقف کرتا ہو اور اسکی خوبی ظاہر ہو کہ حقیقت کو اعتقاد کرکے تو مومن ہو جو اسکی ہستی سے ملائم ہو خود بیان کرتا ہو کہ عقل

کسی چیز کی موجب نہین ہوسکتی پس جہان عقل کو مجال نہین وہان حقیت کا اعتقاد لازم ہی پس اسکو معرفت ہی کہ امر وحکم
اللہ تعالی ہی کے واسطے ہی وہ جو چاہتا ہی کرتا ہی اور جو چاہتا ہی حکم دیتا ہی - قاری رح وغیرہ نے ذکر کیا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ
نے فرمایا کہ مین بقدر اپنے علم کے منبر پر ہون اور اگر بقدر جہل ہوتا تو آسمان کو پہونچتا - جیسے قاضی ابو یوسف رح نے
کہا کہ بقدر علم کے مین بیت المال سے وظیفہ لیتا ہون اور اگر اپنے جہل کے اندازہ پر لیتا تو دنیا بھر کے اموال لیتا
اور مجھے کافی نہوتے - مسئلہ سی وششم - عقل آلہ معرفت ہی اور موجب درحقیقت اللہ تعالی ہی اور عقل سے ایمان
واجب ہونا امام ابو حنیفہ رح سے مروی ہی چنانچہ حاکم شہید رح نے منتقی مین ذکر کیا کہ ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ اپنے خالق
کے نہ پہچاننے مین کسی کو عذر نہین بوجہ اسکے کہ وہ آسمانون وزمین واپنی ذات وغیرہ کو مخلوق دیکھتا ہی - حاکم شہید رح
نے کہا کہ ہمارے مشائخ اہل سنت وجماعت اسی پر ہین حتی کہ شیخ امام ابو منصور ماتریدی نے کہا کہ طفل عاقل پر اللہ تعالی
کی معرفت واجب ہی اور یہی بہت سے مشائخ عراق کا قول ہی اور بہت سے مشائخ نے اسمین خلاف کیا ہی بدلیل عموم
قولہ علیہ السلام رفع القلم عن ثلث الصبی حتی یبلغ الحدیث - یعنی تین سے قلم مرفوع ہی طفل سے یہانتک کہ بالغ ہو آخر
حدیث تک اور شیخ ابو منصور نے کہا کہ اسپر تو اتفاق ہی کہ طفل عاقل کا ایمان لانا صحیح ہی پھر یہ حدیث سوائے ایمان
کے شرائع پر محمول ہی اور بالاتفاق طفل عاقل مثل بالغ کے ایمان کی طرف دعوت کیا جاوے - شیخ ابن الہمام رح نے
کہا کہ یہی مختار ہے اور شیخ ابو الیسر بزدوی اسی پر ہی ذکرہ الدہلوی - اور شیخ امام اشعری رح نے کہا کہ نہین واجب
ہی بدلیل قولہ تعالی وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا - پس رسالت پہونچنے سے پہلے عذاب نہوگا - قاری رح نے
کہا کہ اظہر یہ ہی کہ رسالت پہونچنے پر عذاب وثواب کا ترتب ہی اور ایمان عقلی وہ ہی کہ اسکے فعل یا ترک پر ثواب یا
عذاب نہین مترتب ہی اور اسکے بعد لکہا کہ اس اختلاف کا ثمرہ یہ ہی کہ جس شخص کو دعوت اسلام نہ پہونچے یا وہ حضرت
عیسی وحضرت مصطفے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے درمیان زمانہ فترت مین مرگیا تو ہمارے نزدیک اسپر عذاب ہوگا
اور اشاعرہ کے نزدیک نہوگا - مترجم کہتا ہی کہ ثمرہ خلاف نقل کرنا بے موقع ہی بعد اس تحقیق کے کہ ایمان عقلی کے فعل
وترک پر ثواب وعقاب مترتب نہین ہی واللہ تعالی اعلم - مسئلہ سی وہفتم - واضح ہو کہ معتبر وہ سعادت وشقاوت ہی
جسپر خاتمہ ہو اور سعید کرنا یا شقی کرنا اللہ تعالی کے پیدا کرنے سے ہی پھر شقی کبھی سعید ہوجاتا ہی اور سعید کبھی شقی ہوجاتا ہی
یعنی جو شخص بالفعل سعادت ایمان سے بظاہر حال آراستہ ہی وہ کبھی متغیر ہوکر باین طور کہ مرتد ہوکر شقی ہوجاتا ہی
اور جو بظاہر حال شقاوت کفر وغیرہ سے آلودہ ہی وہ کبھی سعید ہوجاتا ہی باین طور کہ یقین ایمان وصالح اعمال سے
آراستہ ہوکر اسی پر خاتمہ ہوا - پس تغیر تو شقاوت وسعادت مین ہوتا ہی اور اشقاء واسعاد جو صفات الہی عز وجل
ہین انمین تغیر نہین ہی - شیخ ابو الحسن الکبری رح نے کہا کہ ایمان جب قلب مین داخل ہوجاتا ہی تو پھر سلب نہین ہوتا
اور عارفین نے کہا کہ مرتد ہوجانا علامت اسکی ہی کہ وہ سعید نہین کیا گیا - شارح عقائد نے کہا کہ اگر ایمان سے مراد
تصدیق واقرار ہی تو یہ معنی بالفعل حاصل ہین وہ بالفعل مومن ہی اور اسکو یہ بھی نہ کہنا چاہیے کہ مین انشاء اللہ تعالی
مومن ہون اور اگر ایمان سے مراد وہ چیز ہی جسپر فلاح ونجات مترتب ہی تو بالفعل اسکا یقین نہین ہوسکتا بلکہ وہ

اللہ تعالی کی مشیت پر ہی تو اس معنی مین وہ کہہ سکتا ہی کہ مین انشاء اللہ تعالی مومن ہون لہذا شیخ اشعری رح کے نزدیک
جس نے فی الحال تصدیق پائی اسکا کچھ اعتبار نہین جیسے کہ جس سے فی الحال کفر پایا گیا اسکا بھی اعتبار نہین بلکہ خاتمہ
کا اعتبار ہی۔ قال القاری۔ پھر تحقیق یہ ہی کہ بندہ کے واسطے دو مقام ہین ایک یہ کہ وہ ظاہر شریعت پر قائم ہو۔ دوم یہ کہ
وہ سکاشفہ مین شروع ہو پس مقام اول مین تو مطلوب یہ کہ سستی نہ کرے اور مقام دوم مین وہ عرض کرتا ہی کہ ای میرے
رب مجھسے ایسی حمد مطلوب نہو کہ وہ لائق جلال احدیت ہی اور نہ وہ شکر کہ لائق کمال صمدیت ہی اور نہ معرفت کہ لائق
حضرت عظمت ہی کیونکہ یہ میری قدرت وطاقت نہین ہی۔ مسئلہ سی و ہشتم۔ دیدار باری تعالی جنت مین ملائکہ وجن
و عورتون کو ہی یا نہین ہی۔ شیخ دہلوی رح نے تکمیل مین لکھا جسکا خلاصہ یہ ہی کہ مشہور یہ ہی کہ ملائکہ کو دیدار نہین اور نہ جن کو
اور شیخ سیوطی رح نے رسائل مین تحقیق کیا کہ یہ صحیح نہین کیونکہ شیخ ابوالحسن اشعری نے تصریح کی کہ ملائکہ کو دیدار ہی اور
بیہقی رح نے بھی تنصیص کی اور احادیث نقل کین اور بعضے ائمہ متاخرین نے بھی ذکر کیا اور جنون مین اختلاف کو گنجائش ہی
کیونکہ امام ابو حنیفہ نے انکا نہایت کار نجات از عذاب ذکر کیا اور شاید فضل الہی سے کسی وقت فائز ہون اور عورتون
مین بھی اختلاف ہی اور حق یہ کہ انکو گاہے گاہے مثل دنیا کے ایام عید کے کہ بار عام و تجلی تام کا وقت ہی دیدار ہوگا
نہ ایسے کہ خواص مومنون کو صبح و شام یا عوام کو جمعہ کے ایام مین ہوگا یہ حاصل کلام سیوطی ہی اور دہلوی رح نے فرمایا کہ
مین کہتا ہون کہ عورتین بھی مومنون مین داخل ہین اور انکا خارج کرنا جائز نہین ہی کیونکہ یہ تجویز ہو سکتا ہی کہ فاطمہ زہرا
و خدیجہ کبری و عائشہ صدیقہ و دیگر ازواج طاہرہ و اہلبیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و مریم و آسیہ کہ کامل اور
عارف ہونے مین بہت سے مردون سے بڑھکر ہین دیدار باری تعالی جل شانہ سے محجوب و ممنوع رہینگی یا عوام مردون
سے اس نعمت مین کمتر رہینگی بلکہ عوام عورتون سے ان عورتون کو مستثنی رکھنا چاہیے اور جن احادیث مین عورتون
کے لیے عید وغیرہ کے طور پر وقت بیان ہوا ہی اسکو عام عورتون کے حق مین رکھا جاوے اقول وفی الحدیث
کمل من الرجال کثیرون ولم یکمل من النساء الا مریم بنت عمران و آسیہ امراۃ فرعون و فضل عائشۃ علی النساء کفضل الثرید
علی سائر الطعام رواہ البخاری وغیرہ۔ یعنی مردون مین سے تو بہتیرے کامل ہوئے اور نہین کامل ہوئین عورتون مین سے
مگر مریم بنت عمران اور آسیہ بی بی فرعون کی اور بزرگی عائشہ صدیقہ رض کی عورتون پر ایسی ہی جیسے ثرید کی بزرگی
باقی کھانون پر ہی۔ اور اللہ تعالی نے ازواج مطہرات کے حق مین فرمایا یا نساء النبی لستن کاحد من النساء الآیہ یعنی
کلام قدیم مین قبل وجود مخلوقات کے تکلم فرمایا کہ ای محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بی بیان تم اور عورتون کے مثل نہین ہو اور
احادیث و شواہد بہت ہین واللہ تعالی اعلم۔ اور بھی سیوطی رح نے لکھا کہ یہ تفصیل اس دیدار مین ہی جو جنت مین داخل
ہونے کے بعد ہوگا اور رہا موقف قیامت تو اسمین دیدار حق عز وجل کسی کے ساتھ مخصوص نہین ہی حتی کہ کافرون و
منافقون کو بھی ہوگا ولیکن کفار کی جماعت کو بصفت قہر و جلال ہوگا اور کفار بعد اسکے محجوب دائمی ہو جاوینگے
مترجم کہتا ہی کہ اصح یہ ہی کہ موقف حشر مین کافرون کے لیے دیدار نہین ہی مگر ظہور تجلیات ہی جسکو دیدار کہا ہی اور یہ
ظہور عام بصفت قہری ہوگا چنانچہ حدیث شفاعت مین انبیاء علیہم السلام کا عذر یہی ہی کہ آج ہمارا رب جل جلالہ ایسے

غضب مین ہر کہ کبھی ایسا غضب ہوا اور نہ ہوگا - ولیکن انبیاء علیہم السلام کا یہ خوف وادب ہر اگرچہ انبیاء علیہم السلام بلکہ
عامۂ اولیاء پر بطور رحمت ہوگا جیسا کہ احادیث صحیحہ وآیات دلیل ہین - مگر کافرون پر بصفت قہری ہوگا اور وے دیدار سے
محجوب ہونگے بدلیل قولہ تعالی - کلا انہم عن ربہم یومئذ لمحجوبون - یہ صریح ہر کہ اُس روز کفار محجوب ہونگے - اور امام مالک رح نے
اِس سے استنباط فرمایا کہ دلیل ہر کہ مومنین محجوب نہونگے - اور کافرون کے حق مین - لا یکلمہم اللہ اور لا ینظر الیہم اور مانند اسکے
بہت نصوص ہین کہ کفار دیدار صفات وتجلیات رحمت سے اور دیدار ذات عز وجل سے محروم ہونگے اور یہی صحیح ہر واللہ
اعلم - پھر شیخ رح نے دیدار خواب کا جواز وقوع بیان کیا اور لکھا کہ یہ درحقیقت مشاہدہ قلبی ہر اور اگر دیدار بصری ہو تو مثل
نہین بلکہ مثال دیکھیگا اور اللہ تعالی کے واسطے مثل نہین مگر مثال اللہ تعالی نے بیان فرمائی ہر مثل قولہ تعالی مثل نورہ کمشکوۃ
فیہا مصباح المصباح فی زجاجۃ الآیہ - اقول یہ کلام تجلیات صفاتی مین ہر - پھر دنیا مین بیداری مین آنکھون سے دیکھنے کا
مسئلہ ذکر کیا اور لکھا کہ سب کا اتفاق ہر کہ سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شب معراج کے کسی کے واسطے وقوع نہین
ہوا اور اسپر محدثین وفقہاء ومتکلمین ومشائخ طریقت سب کا اجماع واتفاق ہر اور کتاب تعرف مین فرماتا ہر کہ مین نے اولیاء اللہ
مین سے کسی کو نہین جانا کہ اسنے ایسے دیدار کا دعوی کیا ہو اور کسی ولی وشیخ سے اسکی حکایت صحت کو نہین پہونچی ہان
بعضے مجہول لوگون کی حکایتین بیان کیجاتی ہین اور یہ لوگ ایسے مجہول وبے نشان ہین کہ انکو کوئی پہچانتا نہین کہ کون
لوگ تھے اور مشائخ کا اتفاق ہر کہ جو ایسا دعوی کرے وہ جھوٹا اور گمراہ ہر یہ ملخص تقریر شیخ رحمہ اللہ ہر - شیخ رح نے
حوض کوثر کے بیان مین لکھا کہ خبر مین آیا ہر کہ حوض کوثر کے پلانے والے حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہہ ہونگے جو کوئی آج
انکی محبت کا پیاسا نہین ہر مشکل ہر کہ اُسکو اس حوض سے قطرہ ملے اور روایات مین وارد ہر کہ حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہہ
نے فرمایا کہ جسکے دل مین ابو بکر رضی اللہ عنہ کی محبت نہو اسکو حوض کوثر سے ایک قطرہ پانی نہ دونگا - مسئلہ سی ونہم خضر
کی نبوت مین کلام ہر - شیخ ابن حجر عسقلانی رح کی نسبت مین شیخ دہلوی نے کہا کہ اصح یہ ہر کہ خضر نبی ہین - پھر اسمین کلام ہر
کہ وہ زندہ ہین یا نہین - تو باتباع قسطلانی وغیرہ لکھا کہ بقول مشائخ صوفیہ وجمہور علماء وہ زندہ ہین اور امام بخاری
وابن المبارک وابن جوزی وغیرہم نے انکی زندگی سے انکار کیا - مترجم کہتا ہر کہ تفسیر مین مین نے یہ مسئلہ بہت توضیح سے
نقل کردیا ہر - مسئلہ چہلم - شیخ رح نے لکھا کہ اہل تحقیق کے نزدیک محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت عام تمام اجزاء
عالم کیطرف ہر خواہ انس ہون یا جن یا ملائکہ یا نباتات یا جمادات ہون اور درخت وپتھر وحیوانات آپ کی شہادت دیتے
اور سلام کرتے تھے اور جن آپ پر ایمان لائے اور قولہ تعالی ما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین - ملائکہ کو بھی شامل ہر اقول
واضح ہو کہ ملائکہ علیہم السلام کا شمول نہ اس طور پر ہر کہ وے ایمان لاوین اور نافرمانی نہ کرین بلکہ شمول ملائکہ سایۂ رحمت
مین ہر اور انکے وجود کی تکمیل ہر مثلاً ملائکہ کو استعداد حصول نعمت دیدار کے سایۂ رحمت مین ہو اور باعتبار نافرمانی
وفرمانبرداری کے نہین مقصود ہر کیونکہ عقائد نسفیہ وغیرہ مین ہر کہ ملائکہ اللہ تعالی کے بندے معصوم ہین انکی شان سے
نر ومادہ ہونا کچھ نہین ہر اور جو حکم جس طرح ہوتا ہر اسی طرح اسکو بجا لاتے ہین یعنی احتمال چوک کا وہان متصور نہین ہر
اور خلقت انکی نور سے ہر جیسے جن کی پیدایش زبانۂ آتش سے ہر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملائکہ کو دیکھا

مسئلہ چہل و یکم ۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج مین جناب باری تعالی جل شانہ کو دیکھا پھر دو قول ہین کہ بچشم دل دیکھا یا بچشم سر دیکھا اور شرح عقائد تفتازانی مین ہے کہ صحیح یہ ہے کہ بچشم دل دیکھا اور قاری رح نے اسکو نقل کرکے برقرار رکھا اور شیخ دہلوی رح نے کہا کہ ہر شخص قابل خطاب حقیقت نہین ہوتا ہے حق یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بچشم سر دیکھا اور جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم اسی قول پر ہین اور یہی صحیح ہے ورنہ دیدۂ دل سے دیکھنا تمام احوال مین حاصل تھا کچھ خصوصیت شب معراج کی نتھی قال المترجم یہی صواب ہے واللہ تعالی اعلم ۔ مسئلہ چہل و دوم ۔ ایمان مخلوق ہے یا غیر مخلوق ہے ۔ قاری رح نے اس مسئلہ کو لکھا کہ مشائخ سمرقند کے نزدیک مخلوق ہے اور مشائخ بخارا کے نزدیک غیر مخلوق ہے حتی کہ بعض مشائخ بخارا نے اسکو کافر قرار دیا جو ایمان مخلوق ہونے کا قائل ہوا اور لازم کیا کہ وہ کلام اللہ تعالی کے مخلوق ہونے کا قائل ہے ۔ واضح ہو کہ یہ مسئلہ عجائب مین سے ہے اور مین قاری رحمہ اللہ کے کلام کو تلخیص کے ساتھ لکھتا ہون کہ قبل استدلال مین خوض کرنے کے یہ جان لینا چاہیے کہ دونون فریق مشائخ کے اس مسئلہ مین متفق ہین کہ بندون کے کل افعال مخلوق الٰہی ہین اور اس مسئلہ مین متفق ہین کہ ذات و صفات الٰہی ازلی قدیم ہین ۔ پھر مشائخ بخارا کی دلیل یہ ہے کہ لا الہ الا اللہ قرآن مین ہے اور محمد رسول اللہ قرآن مین ہے تو دونون کلام اللہ مین سے ہوئے اور کلام اللہ غیر مخلوق ہے تو دونون غیر مخلوق ہوئے اور یہی دونون ایمان ہین تو ایمان غیر مخلوق ہوا ۔ قاری رح نے کہا کہ یہی انکی انتہائے دلیل ہے مشائخ سمرقند نے اہل بخارا کو جہل کی طرف منسوب کیا اور کہا کہ ایمان بالاتفاق تصدیق قلبی و اقرار لسانی ہے اور ان دونون مین سے ہر ایک بندون کے افعال مین سے ہے اور بندون کے افعال بالاتفاق اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک مخلوق باری تعالی ہین ۔ مترجم کہتا ہے اور دلیل مشائخ بخارا کا جواب یہ ہے کہ لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ یہ دونون کلام الٰہی ہین ولیکن ایمان یہ دونون نہین بلکہ ان دونون کی تصدیق و اقرار ہے پس ان دونون کے غیر مخلوق ہونے سے انکی تصدیق و اقرار کا غیر مخلوق ہونا لازم نہین آتا جیسے قرآن کے غیر مخلوق ہونے سے اسکی تلاوت و قرأت کا اور تعلیم و تعلم کا غیر مخلوق ہونا لازم نہین ہے علاوہ اسکے حق یہ ہے کہ ایمان نفس یہ کلام نہین ہے بلکہ لا الہ الا اللہ کے معنی کو سچ اعتقاد کرنا یعنی الوہیت کسی مین نہین سوائے اللہ تعالی کے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالی کے رسول ہین حتی کہ اگر فارسی یا اردو مین کوئی تصدیق کرے تو مومن ہو جائیگا اور یہ وتحقیق ہے خوب سمجھ لینا چاہیے شیخ ابن الہمام رح نے مسایرہ مین لکھا کہ کتاب الوصیۃ مین نص کلام امام ابی حنیفہ رح صریح ہے کہ ایمان مخلوق ہے چنانچہ وہان امام رح نے کہا کہ ہم اقرار کرتے ہین کہ بندہ مع اپنے تمام اعمال و اقرار و معرفت کے مخلوق ہے سو جب فاعل خود مخلوق ہوا تو اسکے افعال بدرجہ اولی مخلوق ہین انتہی مترجما ۔ قاری رح نے کہا کہ شیخ اشعری رح نے حکایت کیا کہ جو لوگ اس جانب گئے کہ ایمان مخلوق حادث ہے انہین سے حارث محاسبی و جعفر بن حرب و عبد اللہ بن کلاب و عبد العزیز مکی وغیرہم ہین جو علمائے نظرین سے ہین پھر کہا کہ اور امام احمد بن حنبل و ایک جماعت اہل حدیث سے منقول ہے کہ انھون نے کہا کہ ایمان غیر مخلوق ہے شیخ ابن الہمام نے مسایرہ مین کہا کہ اسی طرف شیخ اشعری رح نے میلان کیا ہے اور محصل توجیہ یہ بیان کی کہ ایمان دراصل صفت الٰہی مین سے ہے بدلیل قولہ المومن المہیمن ۔ اور مومن جبکہ اسماء حسنی سے ہے تو ایمان حادث نہین ہے ۔ مترجم کہتا ہے کہ پھر اس صورت مین کچھ خلاف نہونا چاہیے کیونکہ صفات کے

قدیم ہونے پر اتفاق ہے گویا مشائخ بخارا کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے اسم پاک المؤمن میں صفت ایمان قدیم ہے اور مشائخ سمرقند
کے نزدیک بندۂ مومن کی صفت ایمان حادث ہے اور ان دونوں میں ظاہر فرق ہے۔ مسئلہ چہل و سوم۔ خواب و غفلت و
بیہوشی و موت کے ساتھ ایمان باقی رہتا ہے باوجودیکہ ان چیزوں میں سے ہر ایک چیز ضد ہے تصدیق و معرفت کی ولیکن شرع نے
تصدیق و معرفت باقی رہنے کا حکم دیدیا یہانتک کہ خود آدمی ان دونوں کو باطل کرے کسی ایسے امر سے کہ شرع نے اس امر کو
منافی تصدیق و معرفت ہونے کا حکم دیا ہے تو اسوقت البتہ ایمان کا حکم مرتفع ہوجائیگا اور اسپر اجماع ہے اور واضح ہو کہ حدیث
میں ہے کہ لایزنی الزانی حین یزنی وہو مومن الخ یعنی زانی زنا نہیں کرتا ہے جب کرتا ہے اس حالت میں کہ وہ مومن ہے اور تمثیل فرمائی
کہ جیسے دونوں ہاتھوں کی گتھی ہوئی انگلیاں علیحدہ ہوجاتی ہیں پھر بعد کو داخل ہوجاتا ہے اور یہ زجر اسکے زوال نور ایما
مسئلہ چہل و چہارم۔ مقلد جسکے پاس دلیل سے استنباط نہیں ہے اسکا ایمان صحیح ہے امام ابو حنیفہ و سفیان ثوری و مالک و
اوزاعی و شافعی و احمد و عامہ فقہاء و محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ نے کہا کہ عقائد میں مقلد کا ایمان صحیح ہے ولیکن وہ استدلال کے
ترک کرنے سے گنہگار ہے بلکہ بعض نے اسپر اجماع نقل کیا ہے۔ پھر اظہر وہ ہے جو شیخ ابو الحسن الرستغفنی و ابو عبد اللہ الحلیمی
نے کہا کہ شرط یہ نہیں ہے کہ ہر مسئلہ کو بدلیل عقلی دریافت کرے بلکہ جب اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بدلالت معجزہ
جان لیا کہ آپ برحق ہیں پس اپنے اعتقاد کو آپ کے قول پر مبنی کیا تو اسقدر صحت ایمان کے لیے کافی ہے اور استدلال
ترک کرنا یہی مراد جمہور ہے کہ یہ بھی متروک کرے۔ قاری رح نے کہا کہ استدلال تو اسی واسطے ہے کہ انجام کو اس سے
تصدیق حاصل ہو سو جب وہ مقصود کو پہونچ گیا اور تصدیق پا گیا تو مطلب حاصل ہوگیا اب اگر ذریعہ و وسیلہ استدلالی
معدوم ہو تو کچھ حرج نہیں ہے اور تحقیق یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مومن شمار کیا ہر ایسے شخص کو جس نے آپ پر
صدق کی گواہی دی اور جو اللہ تعالیٰ کے یہاں سے لائے سب کو مانا اور مسائل اعتقادی میں آپ انکو دلائل عقلی تعلیم کرنے
میں مشغول نہیں ہوئے اور اسی طرح صحابہ رضی اللہ عنہم نے زطیوں و قبطیوں کا ایمان قبول کیا باوجودیکہ وے موٹی عقل
کے بھدے ذہن کے تھے اور اگر یہ ایمان نہوتا تو ضرور ہے کہ دو باتوں میں سے ایک میں مشغول ہوتے یا تو انکو استدلال
عقلی تعلیم کرتے اور انپر ایسے لوگوں کو متعین کرتے جو جھگڑنے میں ہوشیار اور مناظرہ کے طریقہ خوب جانتے ہوتے
پھر جب وہ انکو اسطرح تعلیم کرلیتے تب انکے مومن ہونے کا حکم کرتے جیسے معتزلہ کہتے ہیں کہ اسطرح علم استدلالی حاصل کرے
کہ مخالفین کے ساتھ معقول تقریر کرے و ہر شک و شبہہ کا جواب دے سکے تب مومن ہے پس یا تو وے اس طرح انکو
استدلال تعلیم کرکے تب مومن ہونے کا حکم دیتے یا انکے ایمان لانے سے اعراض کرتے اور جب متواتر معلوم ہے کہ
صحابہ رضی اللہ عنہم نے ایسا نہیں کیا اور نہ جو انکے قائم مقام ہوتے آئے آجتک کسی نے یہ نہیں کیا تو صاف ظاہر ہے
کہ معتزلہ وغیرہ جو استدلال عقلی کی اسطرح ایمان میں شرط کرتے ہیں باطل ہے کیونکہ یہ خلاف اصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
و فعل صحابہ کرام و تابعین عظام و ائمہ انام ہے علاوہ برین ہمارے بعض اصحاب نے کہا کہ مقلد کو ایک قسم کا علم حاصل ہے
کیونکہ جب تک اسکے نزدیک یہ امر متحقق نہیں ہوا کہ مخبر صادق ہے تب تک اسکی خبر میں اسنے تصدیق نہیں کی اور یا ایک
شخص کی خبر پا جو بمنزلہ ایک شخص کے ہو اگرچہ وہ براہ خبر کے محتمل ہے ولیکن جب اسکے نزدیک وہ صادق ہے اور واقع میں

پس صادق ہے تو اس تصدیق سے وہ بمنزلہ عالم کے ہوگیا اور اسکا اعتقاد بدلیل صحیح مبنی ہوگیا - اور جس شخص کو دعوت اسلام نہین پہونچی اور کسی مسلمان نے اسکو دین کی دعوت کی اور بیان کیا کہ اللہ تعالی نے رسول برحق مبعوث فرمایا جس نے ہمکو اسلام پہونچایا اور معجزات اسکے ہاتھ پر ظاہر ہوئے اور یہ سب صحیح ہین اور اس بے خبر نے اسکی تصدیق کی اور بدون تامل و فکر کے اسکی بات مان لی تو ایسے مقلد مین ہمارے اور اشاعرہ کے درمیان اختلاف ہے اور جو کوئی شخص کہ مسلمانون کے درمیان مین پیدا ہوا اور بڑھا تو وہ ایک استدلال کے ساتھ ہے اسکا ایمان مثل بے خبر از دعوت کے نہین ہے اگرچہ وہ عبارت آرائی بطریق مناظرہ کرنیوالون کے نہ کرسکتا ہو تو اسمین ہمارے و معتزلہ کے درمیان خلاف ہے - اور صواب صحیح وہ قول ہے جسپر عامہ اہل علم ہین کہ ایمان فقط تصدیق ہے سو جس نے ایمان کی بات کی تصدیق کی تو صحیح ہوا کہ وہ ایمان لایا اور صحابہ رضی اللہ عنہم ان شہرون کے عوام کا ایمان قبول کرتے تھے جنکو عجم مین بزور شمشیر فتح کیا تھا اور خلاف تو اسمین گنجایش رکھتا ہے کہ جو پہاڑ کی چوٹی پر پیدا ہوا اور بڑھا اور اسنے عالم و اسکے پیدا کرنے والے مین کچھ بھی غور نہ کیا اور رہا وہ کہ جو مسلمانون کے شہرون مین پیدا ہوا اور اسنے اہل علم و نظر کی تسبیح سے اللہ تعالی کی قدرت پر تسبیح پڑھی تو وہ تقلید سے خارج ہے چنانچہ اعرابی سے کہا گیا کہ تو نے اللہ تعالی کو کیسے پہچانا اسنے کہا کہ مینگنی تو اونٹ پر دلالت کرے اور آثار و نشان قدم چلنے والے پر دلیل ہو پھر یہ آسمان بلند اور یہ زمین کے صنائع ارجمند کیون نہین اپنے خالق علیم خبیر پر دلالت کرینگے - قاری رح نے کہا کہ ہان اگر ایک شخص ایسا ہے کہ اسنے اسطرح تقلید کا پٹہ اپنے گلے مین ڈالا کہ مین نے اس کہنے والے کی بات مانی اگر یہ سچ ہے تو برحق ہے اور اگر جھوٹ ہے تو باطل ہے اسکا وبال کہنے والے پر ہوگا تو ایسا مقلد بلاخلاف مومن نہین ہے کیونکہ اسکو اپنے ایمان مین شک ہے - مترجم کہتا ہے کہ توضیح اسکی یہ ہے کہ ایمان تو اعتقاد ہے خواہ وہ استدلال سے آجاوے یا کسی کے کہنے سے معلوم ہوکر جم جاوے پس جب اسکے دل مین جم گیا کہ بات یون ہی ہے تو اعتقاد ہوگیا لیکن یہ جم جانا اسطرح ہو کہ اب خود جم جاوے حتی کہ اگر کہنے والا بھی نہ مانے تو مقلد اسکو مانیگا بخلاف اسکے ایک شخص کے دل مین وہ بات خود سچ ہوکر نہین جمی ہے بلکہ اس وجہ سے جمی ہے کہ فلان شخص اسکو کہتا تھا حتی کہ اگر وہ کہے کہ نہین تو اسکے دل سے نکل جاوے تو اس صورت مین یہ تصدیق اس شخص کی ہے کچھ حق اعتقاد نہین ہے پس ایمان بھی نہین ہے فافہم - قاری رح نے لکھا کہ بعض کے نزدیک مسائل اعتقادی کو اپنے دلائل سے پہچان لینا ہر عاقل بالغ پر فرض ہے مثلاً عالم حادث ہے اور باری تعالی اسکا خالق عزوجل ہے تو نظر کرنا واجب ہے اور تقلید نہین جائز ہے اور اسی کو امام رازی و آمدی نے ترجیح دی اور مراد نظر سے یہ کہ اجمالی دلیل سے اسکو یہ ثبوت جم جاوے اور رہی دلیل تفصیلی کہ جس سے منکرون کے شبہات و الزام کو دفع کرسکے تو یہ فرض کفایہ ہے - رہا جو شخص ایسا ہو کہ خوض استدلالی سے اسکے دل مین شبہہ پیدا ہونگے تو وجہ یہ کہ اسکو استدلال مین نظر ممنوع ہے چنانچہ بیہقی رح نے کہا کہ امام شافعی وغیرہ کا علم کلام سے منع کرنا کمزور لوگون پر شفقت کی جہت سے ہے کیونکہ ضعف عقل کی جہت سے شاید انکی مراد کو نہ پہونچین تو گمراہ ہوجاوین اور تاتارخانیہ مین ہے کہ ایک جماعت نے علم کلام مین اشتغال کو رد جانا ہے اور ہمارے نزدیک اسکی

حاصل یہ ہے کہ وہ مناظرہ و مجادلہ کے ساتھ مکروہ ہے کیونکہ اس سے فتنہ و بدعت اُبھرتی ہے اور جمے ہوئے عقائد مین پراگندگی پیدا ہوتی ہے یا اسوقت مکروہ ہے کہ مناظر کم فہم یا کم معرفت ہو یا طالب حق نہو بلکہ غلبہ کا خواہان ہو اور رہی اللہ تعالی کی معرفت و توحید اور معرفت نبوت و اسکے متعلقات تو یہ فرض کفایہ ہین ۔ شیخ ابن الہمام کی شرح ہدایہ مین ہے کہ قول ابو یوسف رح کا کہ متکلم کے پیچھے نماز نہین جائز ہے تو ہوسکتا ہے کہ مراد امام ابو یوسف رح کی وہ ہو جو امام ابو حنیفہ رح نے تقریر کی جب اپنے بیٹے حماد کو کلام مین مناظرہ کرتے دیکھا تو اسکو منع فرمایا پس حماد رح نے عرض کیا کہ مین نے آپ کو کلام مین مناظرہ کرتے دیکھا اور آپ مجھے منع فرماتے ہین تو فرمایا کہ ہم مناظرہ کیا کرتے اس سکون سے کہ گویا ہمارے سرون پر چڑیان ہین اس خوف سے کہ ہمارا مقابل لغزش نہ کھاوے اور تم اس نیت سے مناظرہ کرتے ہو کہ تمھارا مقابل پھسل جاوے اور جس نے اپنے مقابل کی لغزش چاہی تو اسکا کفر چاہا اور جس نے اسکا کفر چاہا تو خود کافر ہوا پس یہ خوض تو ممنوع ہے ۔ قال المترجم حاصل مذاہب جو اس مقام پر نقل کیے ہین یہ ہین ایک مذہب معتزلہ یہ ہے کہ مسائل اعتقادیہ مین سے ہر مسئلہ بدلیل عقلی اسطرح جانے کہ اسکو خصوم و منکرین کے ساتھ مباحثہ و حجت اسطرح ممکن ہو کہ جو شبہہ کسی قسم کا اسپر وارد کرین اُسکو حل کردے حتی کہ اگر اسکو اسطرح کا علم حاصل نہو تو اسکے ایمان کا حکم نہ دیا جائیگا ۔ دوم مذہب اشعری کہ صحت ایمان کی شرط یہ ہے کہ ہر مسئلہ مسائل اعتقادین سے بدلیل عقلی معلوم کرے لیکن اسکو دل سے جان لینا شرط ہے اور یہ شرط نہین کہ زبان سے تقریر و مناظرہ مین کامل ہو ۔ پھر جو کوئی نظر استدلالی ترک کرے وہ اشعری رح کے نزدیک کافر نہین ہے بوجہ اسکے کہ تصدیق موجود ہے ولیکن عاصی ہے اور اللہ تعالی کی مشیت کے تحت مین ہے جیسے اور گنہگار مومنین چاہے عذاب کرے اور چاہے عفو کرے اور اسکا انجام کار جنت ہے ۔ قاری رح نے کہا کہ صحت ایمان کی شرط جب یہ استدلال ہوا تو پھر تارک اسکا مومن کیونکر ہوگا مگر آنکہ مراد صحت کمال ایمان ہو یعنی کمال ایمان بدون نظر استدلالی نہین تو اس صورت مین اشعری کا مذہب موافق جمہور کے ہے سوم مذہب جمہور کہ ایمان تقلید بدون استدلال کے صحیح ہے اگرچہ ترک استدلال سے وہ عاصی ہے یہ مذہب امام ابو حنیفہ و ثوری و مالک و اوزاعی و شافعی و احمد و عامہ فقہاء و محدثین کا ہے قال المترجم شاید فرق مذہب اشعری اور جمہور کے درمیان یہ ہے کہ جمہور کے نزدیک ترک استدلال سے خواہ کسی قسم کا استدلال ہو مجمل یا مفصل اُسپر گناہ ہے اور تقلید صحیح ہے پس مومن کا ثواب حاصل ہوگا اور اشعری کے نزدیک ہر مسئلہ کے ترک استدلال عقلی و اجمالی پر گناہ ہے اور تقلید صحیح نہین ہے اور اسی کو امام رازی و آمدی نے مرجح قرار دیا ہے واللہ اعلم ۔ مذہب چہارم جو کہ قاری رح نے بطریق تحقیق بیان کیا کہ جس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو برحق رسول جانکر مانا اور جو کچھ آپ اللہ تعالی سے لائے سب کی تصدیق کی اور یہ دل کی تصدیق ہے تو وہ مومن ہے خواہ یہ تصدیق اسکو استدلال سے حاصل ہوئی یا بدون استدلال حاصل ہوئی ہو ۔ مترجم کہتا ہے کہ حق یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ رح و انکے ساتھ والے ائمہ فقہاء و محدثین سب اسی پر متفق ہین کہ یہ تصدیق جو مذکور ہوئی مین ایمان ہے اور اسمین کلام نہین ہے ولیکن سوال یہ ہے کہ جسطرح وہ شخص کہ نظر استدلالی بطریق حق رکھتا ہے اور جسطرح وہ شخص کہ بطریق تقلید مانتا ہے دونون مین فرق ہے اور یہ تو صریح آیات مین و احادیث مین بیان ہے پھر جس شخص نے نظر استدلالی حاصل نہ کی وہ گنہگار رہے یا نہین کیونکہ ہر شخص کو لیاقت

نظر استدلالی کی قطعی حاصل نہین ہو تو امام اعظم رح وانکے ساتھ کے اماموں و محدثین کے نزدیک وہ گنہگار ہو اسکو دین کی
نظر استدلال و تحقیق حاصل کرنا چاہیے تھا اور وے مقلد درنہ رکھے جاوینگے - پھر واضح ہو کہ نظر استدلالی دلائل عقلیہ مین
یا بیان رسالت و وحی حق ہو تو زعم کیا گیا کہ قرآن کا حق ماننا موقوف ہو اللہ تعالی و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے پر تو
قرآن سے اللہ تعالی و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا پہچاننا دوران ہوگا لہذا اللہ تعالی و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا پہچاننا بدلیل
عقلی ہو مترجم کہتا ہو کہ حق تربیت تو یہ ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعثت رحمت پر لوگون کو اپنی رسالت برحق سے
آگاہ کیا اور معجزات ظاہرات سے صدق روشن ہوا تو آپ نے جس طرح اللہ تعالی کی شان ذات و صفات مین اعتقاد چاہ
چاہیے تعلیم فرمایا اور قرآن پاک اللہ تعالی کا کلام سنایا جسمین معارف و حقائق و دقائق توحید سب مذکور مین پس زعم
کرنیوالے نے جو دور گمان کیا وہ باطل ہو دور تو جب ہو کہ دونون مین سے ہر ایک موقوف و موقوف علیہ ایک ہی جہت سے
ہو اور یہان ایسا نہین ہو پس صواب وہ ہو جو امام رستغفنی و حلیمی سے مذکور ہوا اور کوئی شک نہین کہ معارف الٰہیہ مین
عقلی استدلال بالکل لنگ و عقل عاجز ہو اور اس سے یہ وہم نہو کہ عقل تو آلۂ معرفت ہو کیونکہ عقل آلہ معرفت اور بڑی نعمت
الٰہی ہو ولیکن آلہ ہو کہ جو معارف کلام اللہ و احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین بیان ہین انکو عقل کے ذریعہ
سمجھا و یقین کیا جاتا ہو اور جو لوگ عقل سے بے نصیب ہین اور حواس مین چاہے کتنے ہی ہوشیار کاریگر و صناع ہون
وہ بدبخت ہین کہ وہ معارف الٰہیہ و توحید کے دقائق مین سخت جاہل گمراہ ہونگے اور اگر حواس کے بڑے تیز و قوی ہون
تو صناعی مین بڑے ماہر اور دنیاوی آرایش و تدبیر مین بڑے لائق فائق ہونگے ہزارون طرح کی کلین و صنعتین انکے
ذریعہ سے ظاہر ہونگی ولیکن انجام کی راہ سے یہ سب برباد و خواری لازم ہو کیونکہ اس سب کا نفع تا دم مرگ ہو اور
زیست دنیاوی فنا ہو - جب یہ معلوم ہوا تو جان لینا چاہیے کہ عقائد حقہ و معارف توحید سب اللہ تعالی کے کلام
قدیم سے ماخوذ ہین پس وہ اللہ تعالی کے کلام سے استدلال کرکے حاصل کرے اور یہ علم سے ہو کہ بے علم تو ان سے بے
شناخت ؛ ذرا غور کرو کہ کلام الٰہی قدیم و حق ہو اور جو کوئی عقلی تقریر بتادے یہ تقریر و کلام حادث و ناقص و ہیچ ہو تو
جاہل ہوگا جو اسپر اعتماد کرے اور کلام قدیم سے اسکو مقدم کرے پس اماموں و فقہاء و علماء و شیخ ابوالحسن اشعری
وغیرہم سب کے اوپر گمان نیک ہو کہ اصلی مقصود ان بزرگان اہل سنت و جماعت کا یہی ہو جو مذکور ہوا صرف خلاف
اسی قدر ہو کہ جمہور کے نزدیک مقلد کا ایمان جبکہ اسکو تصدیق حاصل ہو صحیح ہو اگرچہ اسنے علم استدلالی کی لیاقت چھوڑ دی
تو اس سے گنہگار ہو کہ اپنے اوقات دنیا مین رائگان کی اور شیخ ابوالحسن اشعری رح کے نزدیک اسکا ایمان بر درجہ
کمال نہین اور ہر عقیدہ کی نسبت ترک استدلال گناہ ہو ولیکن وہ مومن ہو ہان اگر اس مقلد کی یہ کیفیت ہو کہ اسنے
عالم کی بات پر عقیدہ کیا اسطرح کہ بات مان لی اور دل مین اسطرح نہین جمی کہ تصدیق ہو بلکہ یہی کہ اگر یہ در رنج ہو تو اسکا
وبال کہنے والے پر ہو تو یہ شخص یقین سے بے نصیب اور سب کے نزدیک مومن نہین ہو - یہ مترجم کے نزدیک صواب ہو
واللہ تعالی اعلم - مسئلہ جہل و تجسیم - جادر اور چشم بدیعنی نظریہ ہمارے نزدیک حق ہو اور اسمین معتزلہ نے خلاف کیا
اور یہ خلاف ان لوگون کا اس بنا پر کہ ان جاہلون نے جو اس کی بحث مین قرآن و احادیث کی تاویل بیجا طور پر کی

اور حدیث مین ہر کہ العین حق چشم بد ٹھیک ہر رواہ الامام احمد والبخاری ومسلم وابن ماجہ وابو داؤد عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ
اور ایک روایت مین اسقدر زیادہ ہر کہ وان العین لتدخل الرجل القبر والجمل القدر - یعنی چشم بد ڈال دیتی ہر آدمی کو قبر مین
اور اونٹ کو ہانڈی مین - یعنی اثر بد اسکا یہانتک ہر کہ مانند سم قاتل و زہر ہلاہل کے اللہ تعالی اسکے پیچھے موت پیدا کرتا ہر
اور روایات اس باب مین بہت ہین اور ایک حدیث مین ہر کہ السحر حق - جادو ٹھیک ہر اور اسی پر دلالت کرتا ہر قولہ تعالی
وما انزل علی الملکین ببابل ہاروت وماروت - اور قولہ تعالی من شر النفاثات فی العقد - اور مترجم کہتا ہر کہ قاطع دلیل
یہ ہر کہ قرآن مین اللہ تعالے نے یہودیون کو ملامت کی کہ جسکا حاصل یہ ہر کہ ان لوگون نے توریت و شریعت کو چھوڑکر
بابل کا جادو سیکھا اور یہودیون مین سے کسی نے اس سے انکار نہین کیا - اور جو شخص منکر ہو کہتا ہر کہ وہ خیال ہو جاتا
ہے تخییل ہوتا ہر بدلیل قولہ تعالی تخیل الیہ من سحرہم انہا تسعی - یعنی موسی علیہ السلام کو تخییل ہوتا تھا جادوگرون کے جادو
کے سبب سے کہ وہ لکڑیون و رسیون کے اژدہے چلتے ہین - تو یہ خیال تھا - جواب یہ کہ منکر نے معنی نہین سمجھے کیونکہ
جادو کے سبب سے ہونا صاف مذکور ہر پھر اسکا اثر موسی علیہ السلام پر یہ تھا کہ انکی نظر سے خیال مین یہی معلوم ہوتا تھا کہ
اژدہے چلے آتے ہین اور خود دوسری آیت مین مذکور ہر کہ واسترہبوہم وجاؤ بسحر عظیم - یعنی جادوگرون نے اپنے جادو
سے لوگون کو بہت خوفناک کر دیا اور بڑا سخت جادو لائے - یہ صاف ظاہر ہر کہ صناعی سے جسطرح معتزلہ کہتے ہین کہ
پارہ بھرا تھا کہ آفتاب کی تمازت سے وے بل کھاتے تھے یہ ایسی چیز نہین کہ جس سے لوگ ایسے سخت خوفناک
ہون یا سحر عظیم کہا جاوے یا موسی علیہ السلام کے مانند پیغمبر جس نے عصاے موسی کے مثل اژدہا دیکھا اور خود ہاتھ سے
تجربہ کیا تھا وہ ڈر جاوے حالانکہ خیفہ موسی مصرح ہر - مترجم کہتا ہر کہ بنارس مین جوگیون کا ایک خندق مستطیل دو ذرعہ بنانا
اور اسکو آگ سے بھرنا اور جب کوئلہ سرخ ہوے تو اسمین کو دکر برابر آسپر دوڑنا اور انکے ساتھ عموما عوام کے لڑکے خواہ
مسلمان ہون یا ہندو ہون یا مرد جوان ہون کو دکر دوڑنا پھر وقت معہود کے بعد ان لوگون کا اعلان کرنا کہ خبردار اب
کوئی نہ جانا کہ اب آگ کھول دی گئی جو جائیگا جل جائیگا یہ واقعہ مشہور و معائنہ ہر جسمین ہزار دن نصاری بھی حاضر تھے
عبد الحق بدایونی نے انگوٹھی باہر پھینک دی اور مطالبہ کے وقت صاحب مکان کے طاقچہ پر نارنگی پھاڑنے سے
اسکے بیچ سے برآمد ہوئی اور اسی عبد الحق نے بچون کے ہاتھ مین کنکریان بند کین جب بچون نے مٹھی کھولی تو اشرفیان
تھین پھر وے اصلی حالت پر ہوگئین اور مانند اسکے مشاہدہ و متواتر معروف ہین اور تحقیق اسکی مترجم کی تفسیر اردو
کہ جامع التفاسیر ہر اسکی تفسیر سورہ طہ مین شیخ ابن العربی رحمہ اللہ کے قول سے لکھی ہر - واضح رہے کہ جادو سے
ماہیت کا منقلب کرنا ممکن نہین ہر اگرچہ آثار غیر چیز کے ممکن ہین بدلیل آنکہ جادوگرون نے فرعون سے کہا کہ ہم کو انعام
ملیگا اگر ہم غالب ہون پس اگر وے جادو سے کنکریون کو اشرفیان وجواہرات بناتے تو کچھ حاجت نہ تھی اور جب
انھون نے عصاے موسی علیہ السلام کو حقیقت مین منقلب ہوکر اژدہا دیکھا جس نے انکی رسیان و لکڑیان ہضم
کرلین تو قطعی یقین کیا کہ قدرت حضرت باری تعالی جل شانہ ہر اور یہ شخص بے شبہ اسکا رسول برحق ہر اور اسکے
صدق سے انکو اپنی جان کی پروا نہوئی کہ فرعون نے ہرچند اعضا کاٹ کر پارہ پارہ کرنے و سولی دینے کی تہدید

اور رہے اُنکو آسان تھی بالجملہ جو شخص منکر ہے وہ بلا دلیل بوجہ غلبہ حواس کے منکر ہے اور وقائع محسوسات کو دیکھکر متحیر ہے اور
اگر اسکو علوم غیر محسوس کا حاصل ہوتا تو اسکا یہ تحیر رفع ہو جاتا اور وہ معلوم کرتا کہ ہاں جادو ٹھیک تو ہے ولیکن انسان
کے لیے یہ کمال نہیں بلکہ زوال وخبث کی طرف لانیوالا ہے اور فرشتہ خصلت سے دور کر کے شیطانی ذلت مین ڈالنے
والا ہے لہذا شرع حق دا سلام برحق مین سحر سے سخت ممانعت کی گئی ہے کیونکہ انسان اس چند روزہ زندگی کو غنیمت سمجھے
اور آخر یہان سے فنا ہے پھر اگر اُسنے اس زندگی مین عروج کمال کو حاصل کیا تو مرجا اسکو فرشتے بشارتیں دیتے ہین
اور آیندہ وہ دوام عروج مین ہے اور اگر اُسنے راہ بھول کر سحر وغیرہ حضیض زوال مین ڈالا تو شیاطین کے ساتھ لعنت
مین مردود ہے اور آیندہ وہ دوام حضیض وذلت مین ہے - قاری رح نے نقل کیا کہ ہمارے بعض اصحاب سے مروی ہے کہ سحر
کفر ہے تو شیخ ابو منصور ماتریدی رح نے فرمایا کہ مطلق ہر سحر کا کفر ہونا مراد نہیں ہو سکتا کیونکہ اگر اس سحر مین ایسی بات ہو جس سے
شرائط ایمان مین سے کوئی شرط جاتی ہو تو کفر ہے ورنہ کفر نہوگا - پھر اگر ساحر نے سحر سے ایسا فعل کیا جس سے آدمی مرجاوے
یا بیمار ہو یا مرد وا سکی عورت کے درمیان جدائی ہو جاوے مگر یہ ساحر شرائط ایمان مین سے کسی چیز کا منکر نہیں ہے تو وہ
کافر نہ کیا جاوے ولیکن اسنے ملک مین فساد پھیلایا ہے لہذا ساحر مرد ہو یا عورت ہو قتل کر دیے جاوین اور اگر ساحر
ایسا سحر کرتا ہے جو کفر ہے تو وہ مرتد ہے پس مرتد مرد قتل کیا جاتا ہے عورت قتل نہین کیجاتی ہے - یہ قونوی رح نے صاحب الارشاد
سے نقل کیا ہے - قاری رح نے آخر کتاب مین نقل کیا کہ ظہیریہ مین ہے کہ ساحر جب معلوم ہو گیا کہ یہ ساحر ہے تو قتل کیا جاوے
اور اس سے توبہ نہین کرائی جائیگی یعنے توبہ کر کہ اب سحر نہ کرونگا یہ نہین کیا جائیگا اور یہ مراد نہین کہ کفر سے توبہ نہین کرائی جاوے
پھر اگر اسنے کہا کہ مین اب سحر چھوڑ دونگا اور توبہ کرونگا تو اسکا قول قبول نہوگا بلکہ جب اسنے اقرار کیا کہ وہ ساحر ہے تو اسکا
قتل روا ہو گیا اور اسی طرح اگر عادل گواہون نے گواہی دی تو یہی حکم ہے اور اگر اسنے کہا کہ مین تو جادو کرنا چھوڑ چکا اور گرفتار ہونے سے
اتنی مدت پہلے سے مین نے جادو ترک کر دیا ہے تو اسکا قول قبول ہوگا اور قتل نہ کیا جائیگا اسی طرح اگر گواہون سے یہ بات
ثابت ہو تو بھی یہی حکم ہے اور لکھا کہ کاہن کا بھی یہی حکم ہے - قاری رح نے کہا کہ کاہن کا یہ حکم کہ وہ ساحر کی طرح قتل کیا جاوے
لائق بحث ہے یعنی اسکو اچھی طرح کاوش کر کے تحقیق کر لینا چاہیے - مترجم کہتا ہے کہ قنیہ مین اجارات مین یہ مسئلہ لکھا کہ اگر ایک ساحر
کو اجرت پر مقرر کیا کہ میرے واسطے جادو کا تعویذ لکھدے تو اجارہ جائز ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ باطل ہے اور صاحب قنیہ معتزلی ہے اُسنے
اپنے مرض اعتزال سے یہ فریب دیا کہ اجارہ جائز ہے حالانکہ معتزلہ کے قول پر جواز ہے بوجہ اسکے کہ وے سحر کے قائل نہین ہین اور
اہل السنتہ والجماعہ کے قول پر سحر ٹھیک ہے اور اجارہ باطل ہے اور باقی حکم مذکور رہوا - لہذا علامہ علی قاری وغیرہ علماء نے تنبیہ کی ہے کہ
صاحب قنیہ کی کتابون سے استدلال نہ چاہیے تاوقتیکہ وہ مسئلہ کسی معتمد کتاب مین نہو - واضح ہو کہ قاری رح نے دوسرے مقام پر
شارح عقیدہ طحاویہ سے نقلا لکھا کہ جمہور علما واجب کرتے ہین کہ ساحر قتل کیا جاوے چنانچہ امام ابو حنیفہ ومالک کا قول اور امام احمد کا
منصوص عنہ قول ہے اور یہی ماثور صحابہ رضی اللہ عنہم مانند عمر وابن عمر وعثمان وغیرہم سے ہے پھر ان علماء رح نے اختلاف کیا کہ کیا ساحر
سے اس سحر کرنے سے توبہ کرائیجاوے یا قتل کیا جاوے اور تکفیر ہو یا نہین - اور ایک گروہ نے کہا کہ اگر ساحر نے بوجہ سحر کے قتل کیا
ہو تو قتل کیا جاوے ورنہ قتل سے کم سزا دیا جاوے بشرطیکہ اسکے قول وعمل مین کفر نہو اور یہی امام شافعی رح سے منقول ہے اور امام احمد

کے مذہب مین ایک قول ہے اور لکھا کہ اکثر علماء کے نزدیک سحر سے آدمی مرجاتا اور بیمار ہوجاتا ہے بدون اسکے کہ ظاہر مین سموم
تک کوئی چیز ہو یعنی معلوم ہو - مسئلہ چہل وششم - کاہن نے جو غیب کی خبر دی اسمین اسکی تصدیق کرنا کفر ہے - مترجم کہتا ہے
کہ معنی واللہ اعلم یہ ہین کہ تصدیق کرنا کہ یہ غیب جانتا ہے کفر ہے بدلیل قولہ تعالی قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ
اور حدیث مین ہے کہ جو شخص کسی کاہن کے پاس آیا پس اسنے تصدیق کی جو کاہن کہتا ہے تو اسنے کفر کیا اس سے جو محمد
پر اتارا گیا ہے - قاری رح نے کہا کہ کاہن ہر وہ شخص ہے جو آیندہ زمانہ مین ہونیوالے امور کی خبر دے - مترجم کہتا ہے کہ ان
ظاہر عبارات سے مراد یہ کہ بدون دلائل ظاہرہ کے جو معروف ہین بطور علم غیب کے خبر دے یا وہ قرائن کے ساتھ
قطعی وقوع کی خبر دے - پھر قاری رح نے فرمایا کہ منجم نے جب دعوی کیا کہ آیندہ یہ حوادث واقع ہونگے تو وہ مثل کاہن
کے ہے اور اسی کے معنی مین رمال ہے - تو نوی رح نے فرمایا کہ حدیث موصوف کے تحت مین کاہن وعراف ومنجم داخل
ہین پس حلال نہین وروا نہین ہے کہ کوئی شخص پیروی کرے منجم کی یا رمال کی یا اسکے سوا سے کنکریان پھینکنے والے
وغیرہ کی اور جو کچھ ان لوگون کو دے وہ بالاجماع حرام ہے جیسا کہ امام بغوی وقاضی عیاض وغیرہ نے اجماع نقل کیا ہے
اور حلال نہین اتباع ایسے شخص کی جو اپنے الہامات سے خبر دیوے بعد انبیاء علیہم السلام کے اور نہین حلال ہے اتباع
ایسے شخص کی جو علم حروف ہجا کا مدعی ہو کیونکہ یہ سب کاہن کے معنی مین ہین انتہی کلامہ اور قاری رح نے کہا کہ منجملہ
علم الحروف کے مصحف مجید سے فال ہے کہ قرآن مجید کھولتے ہین اور دیکھتے ہین کہ اول صفحہ مین کون حرف ہے پھر ساتوین
ورق کی ساتوین سطر مین کون حرف ہے پھر اگر تشحمکم کے حرفون مین سے کوئی حرف آیا تو حکم لگاتے ہین کہ اچھا نہین ہے
اور باقی حروف مین اسکے خلاف حکم لگاتے ہین اور شیخ ابن العجمی نے اپنی منسک مین تصریح کردی کہ مصحف سے فال دیکھنے
کو علماء رح نے اسمین اختلاف کیا ہے بعض نے کراہت کہی اور بعض نے اجازت اور علماء مالکیہ نے اسکے حرام ہونے پر
تنصیص کردی ہے انتہی کلامہ مترجم قاری رح نے کہا کہ شاید جس نے اجازت دی وہ معنی یہ ہین کہ کھول کر اسکے معنی پر
نظر کی اور حرام کہنے والون نے ان حروف کی فال پر تحریم کی ہے کیونکہ وہ حروف کے طریقہ پر فال بمعنی استقسام بالازلام ہے
اور مترجم کہتا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ فال مصحف مجید سے ہر صورت سے حرام ہے کیونکہ مقصود اس سے اطلاع پر نیک یا بد ہے اور
اللہ تعالی نے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یا سلف صالحین یا ائمہ مجتہدین کسی نے نہین کہا کہ قرآن مجید تمھارے
خیالات کے واسطے کامون مین کہ اس کام کو کرو یا نہ کرو یا مانند اسکے اطلاع دینے والا ہے پس اگر فال نکالی تو خواہ
اسنے یہ زعم کیا کہ خیر ہے یا شر ہے اسی وقت اسنے ایک افترا قرآن پر باندھا اور یہ حرام ہے یا اس سے بھی زیادہ خطرناک ہے
اور اگر اسکو اپنی خیالی زعم کے مخالف وقوع ہوا تو موسے بفساد کبیر ہوگیا اور مشائخ نے تصریح کی کہ جو فعل نوافل مین سے
ثابت مگر ایسا ہو کہ عوام کے واسطے موری فساد ہو تو اسکا ترک کرنا ضرور ہے - پھر یہان تو کچھ بھی ثبوت سابق سے نہین ہے
پس شریعت مقدسہ اسکی اجازت نہین دیتی جہانتک ظاہر ہوا واللہ تعالی اعلم ہے - پھر قاری رح نے لکھا کہ کرمانی رح نے
فرمایا کہ یہ روا نہین ہے کہ تین ٹکڑے سادہ کاغذ پر کرا درست کر یا بہتر و بدتر وغیرہ لکھکر فال لے کیونکہ یہ بدعت ہے انتہی مترجم
یعنے بدعت قبیح ہے اور مدارک مین قولہ تعالی حرمت علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر الآیہ سورہ مائدہ کی تفسیر مین قولہ وان تستقسموا

بالازلام کے تحت مین لکھا کہ جو دلیل ہی کہ اللہ تعالی نے استقسام بازلام مخصوص حرام فرمایا ہی چنانچہ کہا کہ فنہی اللہ تعالے عن ذلک وحرمہ - اللہ تعالی نے اِس سے منع فرمایا اور اسکو حرام کردیا - زجاج نے کہا کہ جیسے استقسام بازلام مشرکون کا تھا ایسے ہی منجمون کا یہ قول ہی کہ فلان ستارہ کی وجہ سے سفر مت کرو اور فلان طلوع پر سفر کرو - دونون مین کچھ فرق نہین کا قاری رح نے لکھا کہ انھین چیزون کے باطل کرنے کے لیے اللہ تعالی نے نماز استخارہ و اسکے بعد کی دعاے ماثور کو مشروع فرمایا جیساکہ مشہور ہی - مترجم کہتا ہی کہ ولیکن جیسے روافض وشیعہ استخارہ انگلیون یا تسبیح کے دانون کے شمار پر کرتے ہین وہ قریب پانسہ وغیرہ کے مکروہ تحریمی ہی - علی قاری رح نے کہا کہ شارح عقیدہ طحاویہ نے فرمایا کہ سلطان و حاکم پر جو فساد دور کرسکتا ہی یہ واجب ہی کہ وہ ان منجمون وکاہنون وعرافون ورمالون وپانسہ پھینکنے والون وقرعہ ڈالنے والون وفال دیکھنے والون کو دور کرے اور ان مفسدون کو دوکانون و بازارون مین بیٹھنے اور لوگون کے مکانون پر انکے پاس جانے سے ممانعت قطعی فرمادے پھر جو کوئی ان چیزون کے حرام ہونے کو اور ان لوگون کے مفسد ہونے کو جانتا ہی پھر وہ انکی ممانعت و دور کرنے مین کوشش نہین کرتا تو اسکی تہدید کے واسطے یہ آیت کافی ہی قولہ تعالے کانوا لا یتناہون عن منکر فعلوہ لبئس ما کانوا یفعلون - اور یہ منجم وکاہن وغیرہ جو مذکور ہوئے اپنے اقوال گناہ ہین اور انکا لکھانا حرام ہی اسپر مسلمانون کا اجماع ہی پھر ایسے بد افعال کرنیوالے چند انواع کے ہین ایک قسم وہ کہ فریبی مکار دھوکہ باز انھین لبعضے ظاہر کرتے ہین کہ جن ہمارے مطیع ہین یا حیلہ بازی سے اپنے واسطے حال ظاہر کرتے ہین جیسے مشائخ نصابی و فقرار کذاب و بازیگر مکار پس یہ لوگ لائق سزا وعقوبت ہین اور مستحق اسکے کہ ایسی سزا دیجاوے جس سے ایسے فریب ومکر سے باز آوین - اور کبھی انہین سے بعض ایسا شخص ہوتا ہی جو مستحق قتل ہی کہ ایسے مکائد ظاہر کرکے شریعت مین سے بعض امور کا تغیر کرنا چاہتا ہی اور ایک قسم وہ ہی کہ جو ان چیزون کو بطریق واقع کے بذریعہ اقسام سحر کے کرتا ہی اور جمہور علمار واجب کرتے ہین کہ ساحر قتل کیا جاوے جیساکہ مذہب امام ابوحنیفہ ومالک کا اور منصوص امام احمد سے ہی قلت عنقریب تمام عبارت کا ترجمہ نقل کرچکا ہون - پھر لکھا کہ اور سب علمار متفق ہین کہ جو اِس قسم سے ہی کہ ساتون سیارون کی دعوت کرنے یا انکے سواے دوسرے ستارون کی دعوت کرنے یا انکو خطاب کرنے یا انکا سجدہ کرنے یا انکی جانب تقرب بذریعہ انکی مناسب لباس وختم ودھونی وغیرہ سے کرتے ہین تو یہ کفر ہی اور یہ سب فساد شرک کے دروازون مین سے بڑا دروازہ ہی اور بھی سب علمار رحمہم اللہ نے اتفاق کیا ہی کہ ہر وہ رقیہ یا تعویذ یا قسم جسمین اللہ تعالی کے ساتھ شرک ہو تو اس سے تکلم کرنا روا نہین ہی اور ایسے ہر وہ کلام کہ جسکے معنی نہین سمجھے جاتے ہین اُس سے تکلم نہین جائز ہی کیونکہ امکان ہی کہ اسمین کوئی شرک ہو جو نہین پہچانا گیا - اسی واسطے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رقیہ کا مضائقہ نہین ہی جہانتک کہ شرک نہو جاوے - اور جنون سے استعانت جائز نہین ہی اور اللہ تعالی نے اسی پر مشرکون کی مذمت فرمائی بقولہ تعالی وانہ کان رجال من الانس یعوذون برجال من الجن فزادوہم رہقا - علمار رح نے فرمایا کہ جاہلیت کے زمانہ مین جب آدمیون مین سے اپنے سفر مین کسی وادی مین اترتے تو کہتے کہ اعوذ بسید ہذا الوادی من شر سفہاء قومہ فیبیت فی امن وجوار حتی یصبح - یعنی مین پناہ

ڈھونڈھتا ہون اس وادی کے سردار کے سایہ مین اسکی قوم کے بیوقوفون کی بدکرداری سے سو وہ رات بھر اُس کی پناہ مین بسر کرتا یہانتک کہ صبح ہو جاتی سو ان انسانون نے ان جن کے لیے اور بھی طغیان و سرکشی بڑھادی اور انھون نے زیادہ جہالت و شرارت و تکبر کیا اور یہ اسطرح ہوا کہ جن نے کہا کہ ہم تو جن و انسان دونون کے سردار ہو گئے پس جب آدمیون نے انسے ایسا برتاو کیا تو اپنے دل ہی دل مین زیادہ پھول گئے - وقال تعالیٰ ویوم یحشرہم جمیعا یامعشر الجن قد استکثرتم من الانس وقال اولیاءہم من الانس ربنا استمتع بعضنا ببعض الایہ - یعنی جس دن ان سب کو محشور فرماویگا تو کہا جائیگا کہ اے گروہ جن تمنے بہت تیسے انسانون مین سے تو انسان مین سے اُسکے دوستدارون نے کہا کہ ہمارے رب ہم مین سے بعض نے بعض سے تمتع حاصل کیا آخر تک - سو آدمیون کا استمتاع جن سے یہ تھا کہ اُسکی حاجت پوری کر دے اور اسکے کہنے کو پورا کر دیا اور غیب کی خبرین دیدین اور مانند اسکے امور ہین اور جنون کا انسان سے یہ نفع تھا کہ انسان انکی تعظیم کرتے اور استعانت و استغاثہ کرتے اور انکے واسطے عاجزی ظاہر کرتے تھے - ایک قسم ان لوگون مین سے وہ ہے کہ احوال شیطانیہ انپر غالب ہین اور ریاضت نفسانی سے انکو کشف ہوتا ہے اور رجال الغیب سے باتین کرنیکے مدعی ہین اور انمین سے بعض کے خوارق عادات ایسے ہین کہ جن سے وے اولیاء اللہ معلوم ہوتے ہین اور انمین سے بعض ایسے کہ جو مسلمان کے مقابلہ مین مشرکون کی اعانت کرتے ہین اور کہتے ہین کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو حکم دیا کہ وے مشرکون کے ساتھ ہو کر مسلمانون سے مقابلہ کرین اس جہت سے کہ مسلمانون نے عصیان اختیار کیا - اور یہ لوگ درحقیقت مشرکون کے بھائی ہین - پھر علماء مین سے رجال الغیب کے حق مین تین گروہ ہین - اول وے کہ رجال الغیب کے وجود سے منکر ہین ولیکن لوگون نے انکو معائنہ کیا اور اہل معائنہ سے یہ بات ثابت ہوئی یا ثقہ لوگون نے انسے روایت کی اور ان لوگون نے جب انکو دیکھا اور انکے وجود کا یقین کیا تو انکے واسطے خشوع و خضوع کرنے لگے دوم گروہ کہ جنھون نے رجال الغیب کو پہچانا اور قدر کی جانب رجوع لائے اور اعتقاد کیا کہ یہان باطن مین اللہ تعالیٰ کی طرف کوئی راہ سواے طریقہ انبیاء علیہم السلام کے ہے - سوم گروہ وہ کہ جن سے یہ ممکن نہوا کہ دائرہ رسول سے خارج کوئی ولی ٹھہراوین پس انھون نے کہا کہ رسول ہی ان دونون گروہ کا مدد ہوتا ہے پس یہ لوگ ہین کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کرتے ہین ولیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین و شریعت سے جاہل ہین اور حق یہ ہے کہ یہ سب گروہ اتباع شیاطین ہین اور رجال الغیب تو جن ہین کیونکہ انسان تو ہمیشہ انسان کی نظر سے محجوب نہوگا ہان کبھی کبھی محجوب ہو سکتا ہے سو جس نے گمان کیا کہ وہ انسانون مین سے ہین تو یہ اسکی غلطی و جہالت ہے پھر رجال الغیب کی جہت سے جو گمراہی و جھوٹ تین گروہ مین ہوئی یہ اس سبب سے کہ لوگون نے اولیاے شیطان و اولیاے الرحمٰن مین فرق نہین کیا - بالجملہ علم بالغیب ایسا امر ہے کہ خالص اللہ جل شانہ اسکے واسطے منفرد ہے اور مخلوق مین سے کسی کو اسکی راہ نہین ہے مگر اس طریقہ سے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلام ہو یا بطریق معجزہ یا کرامت کے الہام ہو یا دلائل شرعیہ سے دلالت ہو مگر یہ سب ایسی چیز مین جسمین اسطرح علم ممکن ہے - اسی واسطے فتاوی مین مذکور ہے کہ اگر کسی نے چاند کا کنڈل دیکھکر بدعو علم غیب کے دعوی کیا کہ پانی برسیگا اور علامت سے پانی برسنے کا قول نہین کہا تو یہ کفر ہے - منجملہ لطائف کے جو بعض علما

لوگون نے لکھا ہے کہ ایک منجم سولی پر چڑھایا گیا تو اُس سے کہا گیا کہ یہ بھی تو نے اپنے نجوم مین دیکھا تھا تو اُس نے کہا
کہ ہان مین نے اپنے واسطے بلندی دیکھی تھی ولیکن مجھے یہ گمان نہ تھا کہ وہ بلندی سولی پر ہوگی - اور واضح ہو کہ انبیاء
علیہم السلام کو غیب کا علم نہ تھا مگر اسی قدر کہ اللہ تعالی نے انکو مختلف اوقات مین اسپر اطلاع دیدی اور علماے حنفیہ نے
تصریح کردی کہ جو کوئی دعوی کرے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم علم غیب جانتے تھے تو وہ کافر ہے بوجہ معارضہ قولہ تعالی قل لا یعلم
من فی السموات والارض الغیب الا اللہ - یہ مسائرہ شیخ ابن الہمام مین مذکور ہے - مسئلہ چہل ونہم - علی قاری رح نے کہا کہ
شارح عقیدہ طحاویہ نے منار سے نقل کیا کہ قرآن نام ہے نظم ومعنی دونون کا اور یہی منار کے سوا دیگر کتب اصول مین مذکور ہے
اور یہ جو امام ابو حنیفہ رح کی طرف نسبت کیا جاتا ہے کہ جس نے فارسی مین نماز پڑھی تو کافی ہے ادا ہوگئی تو امام رح نے اس سے رجوع
کیا اور کہا کہ جب قدرت ہو تو بدون عربی کے نہین جائز ہے اور کہا کہ اگر عربی کے سوا کسی زبان مین تلاوت کی یا تو وہ مجنون ہے
جسکی دوا کیجاوے یا زندیق ہے کہ قتل کیا جاوے کیونکہ اللہ تعالی نے اسی زبان مین کلام فرمایا اور اعجاز اسکے نظم ومعنی دونون
سے حاصل ہے - مسئلہ پنجاہم - شیخ دہلوی رح نے تکمیل مین لکھا کہ اعتقاد کرنا چاہیے کہ اللہ تعالی کے فرشتے ہین اجسام
نورانی لطیف کہ جس شکل مین چاہین ہو جاوین اور انکی حقیقت وہی ارواح مجردہ ہین اور بدن انکے حق مین لباس کے حکم
مین ہے اور انکا توالد وتناسل نہین ہوتا ہے اور فرشتے آسمان وزمین مین ہین اور ہر ایک جزو پر اجزاے عالم مین سے فرشتہ
موکل ہے کہ جو اسکی تربیت وتدبیر وحفاظت کرتا ہے خصوصا آدمی کے ساتھ چند فرشتہ موکل ہین اور حدیث مین ہے کہ خلق کے دس
جزو ہین انہین سے نو جزو ملائکہ اور ایک جزو باقی خلائق ہین - اور لکھا کہ چار فرشتہ ایک جبرئیل دوم میکائیل سوم اسرافیل
چہارم عزرائیل زیادہ مقرب ہین جبرئیل علیہ السلام کے متعلق وحی بجانب انبیاء علیہم السلام لانا وغیرہ متعلق ہے اور میکائیل
علیہ السلام کے ساتھ رزق مخلوق اور اسرافیل کے ساتھ نفخہ صور وبعث وحشر اور عزرائیل علیہ السلام کے ساتھ قبض ارواح
متعلق ہے اور انکے سوا اور بھی فرشتگان مقرب ہین ازانجملہ آٹھ فرشتہ حامل عرش بریں ہین اور بہت بڑی ہیات
کے ساتھ حتی کہ قیاس یہ کرو کہ نرمہ گوش سے کاندھے تک سات سو برس کی راہ ہے اور ہر ایک کے واسطے بارگاہ خداوندی
مین مقام معلوم ہے اُس سے تجاوز وترقی انکے لیے نہین ہے کیونکہ جو کمال چاہیے انکو بالفعل حاصل ہے - مترجم کہتا ہے کہ جبرئیل
ومیکائیل وغیرہ نام اور ہر ایک کا معلوم مقام ہونا قطعی ہے - اور ٹھیک کہ قدرت الہی عزوجل وحکمت بالغہ سے ہر شخص لائق دید
نہین ہے ورنہ سب خارج مین موجود ہے اور ایسے ہی عذاب قبر موجود ہے ولیکن سر کی آنکھون سے ہر شخص کو دیکھنا میسر نہین ہے
آخر تمنے نہ جانا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وبعضے خاص اصحاب فرشتون وجبرئیل کو دیکھتے تھے اور دوسرے محجوب تھے اور
ایمان یہی ہے کہ جو شارع نے فرمایا اسپر دل سے تصدیق کرے اور اگر اسکو اپنی سمجھ کے تابع کرنا چاہے تو وہ اپنے اوپر ایمان
لایا ہنوز اللہ تعالی ورسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہین لایا ہے اور عقل اسکی خود کیا چیز ہے جسپر غرہ ہو پس قبل از واقعہ کے
ایمان کامل لانا چاہیے - جیسے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اسی واسطے وارد ہے کہ طوبی لمن رانی ولمن رای من رانی
الحدیث یعنے بیقیاس مبارکباد اسکو جس نے مجھے دیکھا اور اسکو بھی جسنے میرے دیکھنے والے کو دیکھا - جمہور علما
کے نزدیک نظر ایمانی کے ساتھ جس نے آپ کو ایک نظر دیکھا اور ایک ساعت آپ کے حضور مین بیٹھا اور ایک بات

آپ کی زبان مبارک سے سنی اسکو جو کچھ حاصل ہوا کسی کو عمر بھر کی خلوت و چلہ مین میسر نہین ہو سکتا۔ مترجم کہتا ہو کہ یہ کلام بالکل حق و صدق ہو اور جس شخص نے اسمین کچھ بھی تردد کیا اُسنے شان حضرت رسالت مآب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہین پہچانا اور اسی پر متفرع ہو کہ کوئی ولی کسی صحابی کے درجہ کو نہین پہونچ سکتا ہو اور یہ جو بعض احادیث مین آیا کہ میری امت کی مثال مینہ کی سی ہو کہ نہین معلوم ہوتا کہ اول بہتر ہو یا آخر بہتر ہو اور وارد ہوا کہ دے بہتر ہونگے جو بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آپ پر غائبانہ ایمان لائے اور تحقیق مختار وہی ہو جو جمہور علماء کا قول ہو کہ پچھلون کے واسطے جو بہتری ثابت کی گئی وہ اس راہ سے کہ دے غائبانہ ایمان لائے اور اسی جہت سے آیا کہ آخر ایک زمانہ ہو گا کہ اسوقت دین و سنت پر تمسک کرنا ایسا ہو گا جیسے جلتے انگارے کو پکڑنا اس زمانہ مین جو میری سنت پر تمسک ہو گا اُسکو پچاس شخص کا ثواب تم مین سے ہو گا پس پچھلون کے واسطے جو اس قسم کی احادیث بہت ہین تو انہین بھی جو سنت پر مستقیم ہو اُسکو مبارکباد ہو لیکن یہ فضیلت جزوی ہو اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو فضیلت کلی حاصل ہو اور خود کلام الٰہی ازلی قدیم مین اِنکے صفات و آیات کرامت تلاوت کیجاتی ہین اور اِنکے واسطے آیات و احادیث و آثار و دلائل بکثرت و قطعیات ہین پس یہی صحیح ہو کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو جو منزلت و فضیلت کہ ہم لوگون کے خالق جل شانہ نے اپنے فضل و کرم عظیم سے دیدی وہ اُسی قدر کافی ہو کہ اپنے حبیب اکرم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار ایمانی و ساتھ بیٹھنے کے لیے اُنکو مخصوص فرمایا اور ایک ہی وقت مین پیدا کیا پس جیسے کہ آپ کے وقت کے کفار قریش وغیرہ جو کفر پر مرے اور آپ کے دیدار بے مثل سے اندھے ہو کر محروم رہے جیسے یہ کفار بدتری مین قیامت تک کے کافرون کے سردار ہین اسی طرح آپ کے وقت کے مومنین جو صحابہ رضی اللہ عنہم کہلاتے ہین اور آپ کے دیدار بے مثل کے ساتھ آنکھون والے کرکے مشرف منور کیے گئے وے قیامت تک سب مومنون کے سردار ہین اور کوئی فضیلت کمال روحانی مین اِس سے بڑھکر نہین کہ آپ کا دیدار دل کو با ایمان حاصل ہو۔ اور کوئی یہ وہم نہ کرے کہ اولیاء اللہ کو بھی صحبت معنوی حاصل ہوتی ہو کیونکہ یہ وہم بوجہ غفلت اسرار شریعت کے پیدا ہو گا اور معلوم ہو کہ اس جسم کے ساتھ حیات مین جو شخص مثلاً شرف ایمان سے مشرف نہوا تو اُسکو وقت موت کے جو ظاہر ہو کر ایقان ہو گا اُسکا اثر روح کے کمال مین کچھ نہین ہو حتی کہ کفار بعد موت کے سب جان لینگے ولیکن اُنکی ارواح مین وہی حالت رہیگی جیسے وہ مرے ہین پس سمجھنے والے کے واسطے کافی ہو کہ جو دیدار عین حیات مین صحابہ رضی اللہ عنہم کو اپنے کمالات عالیہ کے واسطے حاصل ہوا وہ دوسرے کو میسر ہی نہین ہو سکتا ہو اور مقام زیادہ توضیح چاہتا ہو ولیکن رسالہ بہت مختصر ہو لہذا مترجم نے اشارہ شیخ رح کی اسی قدر توضیح پر اکتفا کیا کہ جسکے دل مین نور ایمان ہو وہ نور خود حق بات کی طرف رہنما ہو۔ پھر شیخ رح نے لکھا کہ اصحاب مین سے افضل چارون خلفاء ہین۔ چارون یاران باصفا جانشین مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سب صحابہ مین سے افضل ہین اور انکے فضائل و مناقب و محامد دین اسلام کی سبقت مین اور دین اسلام کے ظہور و عروج مین اسقدر رہین کہ مثل آفتاب نصف النہار کے روشن ہین و قولہ تعالیٰ لیظہرہ علی الدین کلہ ولو کرہ الکافرون اور دوسری آیت مین ولو کرہ المشرکون

فرمایا یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اس دین اسلام کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے تاکہ اسکو کل دین پر غالب کرے اگرچہ کافر لوگ بُرے بُرا مانا کریں۔ یہ اللہ تعالیٰ نے غیب کی خبر دیدی تھی کہ یہ اسلام سب دینون پر غالب ہو جائیگا حالانکہ مکہ مین اہل اسلام کمزور و تکلیف مین تھے پس یہ قطعی و یقینی مشاہدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انھین خلفاے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین کے ہاتھون پر اسلام کو کامل غالب کر دیا پھر شیخ رح نے لکھا کہ ان چارون مین باہم فضیلت بترتیب خلافت ہے اور افضلیت سے مراد کثرت ثواب ہے۔ پھر شیخ نے اس کلام کی شرح مین لطیف و نفیس تقریر لکھی جسکا ترجمہ مین اس غرض سے درج کرتا ہون کہ اکثر لوگون کو شیطان اس مقام پر اپنے وسواس مین لاکر ضلالت مین ڈالتا ہے اور قبل ترجمہ شروع کرنے کے مین اصول لکھتا ہون اصل اول یہ کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا کلام مجید قدیم ہے حادث نہین اور اسکا علم ازلی قدیم ہے حادث نہین ہے اصل دوم جماعت سے وہ متفق گروہ مراد ہے جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک مین تھا بدلیل قولہ تعالیٰ الف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمته اخوانا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے تمھارے قلوب مین باہم الفت کر دی کہ تم نے اس حالت پر صبح کی کہ باہم بھائی بھائی ہو۔ پس یہ ایمانی الفت انہین قطعی ہے۔ اب سواے کلام الٰہی کے جو کوئی روایت ایسی بیان کیجاوے جس سے یہ ثابت ہو کہ انہین باہم کسی معاملہ مین جھگڑا ہوا تو وہ اسی طرح قرار دیا جائیگا جیسے بھائی بھائی مین جھگڑا ہوجاتا ہے اور ہرگز یہ معنی نہین لیے جاوینگے کہ انہین الفت نہ تھی کیونکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کے علم ازلی ابدی سے انکار و کفر ہے۔ اصل سوم وعد اللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنهم فی الارض الآیہ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے وعدہ دیا ان لوگون کو جو تم مین ایمان لائے اور نیک کام کیے کہ بالضرور اللہ تعالیٰ انکو زمین مین خلیفہ کریگا آخر تک۔ صریح ہے کہ بالیقین جو صحابہ رضی اللہ عنہم مین سے خلیفہ ہوا وہ موافق وعدہ الٰہی عز و جل ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ خلافت واقع ہونا اللہ تعالیٰ کے ارادہ مین ضروری تھا یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور تمام مومنون کو اول ہی سے معلوم تھا اور چونکہ اسی آیت مین بیان ہے کہ بعد خوف کے انکو امن دیگا تو صریح ہے کہ مکہ معظمہ مین قبل ہجرت مدینہ منورہ کے یہ وعدہ دیا جبکہ اہل اسلام کمزور و مغلوب و خائف اور مشرکون کی طرف سے ایذائین اٹھاتے تھے۔ پھر اسی آیت مین بیان ہے اس شان پر خلیفہ کریگا کہ یعبدوننی ولا یشرکون بی شیئا۔ میری ہی عبادت کرینگے میرے ساتھ کچھ شرک نہ کرینگے۔ تو یہ اعلیٰ ندا ہی ایمان از جانب عالم الغیب والشہادۃ ہے۔ اصل چہارم اصحاب رضی اللہ عنہم کے حق مین حضرت عالم الغیب والشہادۃ جل جلالہ کی شہادات قرآن پاک مین قطعی اور اگلی کتابون سے متواتر متوارث ہین کقولہ تعالیٰ محمد رسول اللہ والذین معه اشداء علی الکفار رحماء بینهم الآیہ محمد رسول اللہ اور جو اسکے ساتھی ہین سخت ہین کافرون پر اور مہربان ہین آپس مین آخر تک۔ قولہ تعالیٰ اولئک هم المومنون حقا۔ یہی تو مومنین ہین برحق۔ اولئک هم المفلحون۔ یہی فلاح یاب ہین و قولہ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ اللہ تعالیٰ انسے راضی ہوا اور وے اللہ تعالیٰ سے راضی ہوتے۔ ایسی آیات قطعیات بہت کثرت سے ہین اور سابقین اولین مہاجرین و انصار کی ثنا و صفت انکی رب ارحم الراحمین علیم خبیر ازل و ابد کے جاننے والے اللہ جل جلالہ نے بہت فرمائی ہے پس کیونکر کوئی شخص انکی برابری کر سکتا ہے جنکے حق مین اللہ تعالیٰ کی ثنا و صفت ازلی قدیم سے کلام پاک مین سابق ہو چکی ہے اور کیونکر اولین و آخرین مین سے کسی پیغمبر کے اصحاب ہون کہ ایسے صحابہؓ سے

برابری کر سکتے ہین جنکا پیغمبر خاتم المرسلین افضل الانبیاء اجمعین بلکہ افضل الخلق اجمعین ہے اور اللہ تعالی فرماتا ہے کنتم خیر امتہ
اخرجت للناس - یعنی انسانی امتین جو مخلوق ہوئین تم ای اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم سب امتون سے بہتر ہو پیش موسی
علیہ السلام پر بنو اسرائیل بہت کثرت سے ایمان لائے ولیکن امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام اہل جنت سے تین چوتھائی
ہو گئی اور باقی ایک چوتھائی مین باقی انبیاء علیہم السلام کی امتین ہین انمین سے موسی علیہ السلام کی امت زیادہ ہوگی
پس موسی علیہ السلام کے اصحاب سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب افضل وکثرت سے ہین یعنی صدق واخلاص
وقرب مزید مین لائق صحبت پیغمبر کے اصحاب موسی علیہ السلام سے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم افضل وکثرت ہین
حتی کہ موسی علیہ السلام نے جب الواح توریت مین یہ فضیلت پائی تو جناب باری تعالی سے تمنا کی - پھر وہ محض بدبخت
آدمی ہے جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب مین سے سوائے چند معدودے کے باقیون کو مرتد قرار دیا نعوذ باللہ
من ذلک یہ خارجی ورافضی دونون فرقے کس گمراہی مین ہین کہ انکے اقوال وافعال سے اہل ایمان کے رونگٹے
کھڑے ہوتے ہین پس انھون نے شان پاک جناب رسالت مآب محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ نہ پہچانا اور آپکی
ذات پاک کے فیض کامل ونور واصل کی کچھ قدر نہ پہچانی کہ جسکے نور رحمت ازل کے سامنے آفتاب کو اگر ایک ذرہ
کہا جاوے تو بلا مبالغہ آفتاب بلکہ ہزار آفتاب پھر لانہ سماوے کہا تھے یہ وہم کیا کہ یہ کچھ مبالغہ ہے نہین نہین
واللہ الذی لا الہ الا ہو یہ مبالغہ کیسا کہ میری عبارت حقیقت حال کو ادا کرنے مین قاصر ہے مجھپر مبالغہ کا وہم نہ کرو
بلکہ قصور کا الزام لگاؤ تو بیجا نہین مگر مین معذور ہون کہ عنایت باری جل جلالہ کسی عبارت مین ادا نہین ہو سکتی ہم
اب خلاصہ اسقدر یاد رکھو کہ کلام الہی قطعی ہے اور اسکی ثنا وصفت اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب
کے حق مین وہ بہت رؤف رحیم ہے سابق قدیم ہے تو پھر اسکے بعد کن باتون سے دلیل کرتے ہو اور خارجیون کا پیشوا
جناب علی مرتضی کرم اللہ وجہہ کے حق مین اپنی رائے پلید سے کیا ثابت کر سکتا ہے اور نسبت خلفائے ثلثہ رضی اللہ عنہم کے وہ یہودی
عبد اللہ بن سبا رافضی کیا گفتگو کرتا ہے - کیا تمھارے واسطے اللہ تعالی جل جلالہ کی شہادت کافی نہین اور کیا تمکو
رسول اکرم محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کی منقبت اپنے یار غار واصحاب کبار سے عار آتی ہے اگر کسی مردود کو عار آتی ہے
تو وہ دور ہو اور شیخین رضی اللہ عنہم یار غار وجان نثار تو دونون اپنے سرور احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو مین قرب جوار
سے اب بھی مشرف ہین - اب مین شیخ رحمہ اللہ کی عبارت کا ترجمہ کرتا ہون کہ چارون خلفائے راشدین مین فضیلت
براہ کثرت ثواب کے ترتیب خلافت ہے واضح ہو کہ یہان دو مقام ہین مقام اول یہ کہ خلیفہ برحق بعد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت ابو بکر الصدیق ہین پھر عمر فاروق پھر عثمان ذی النورین پھر علی مرتضی رضی اللہ عنہم
اجمعین اور یہ مسئلہ اہل سنت وجماعت کے نزدیک یقینیات سے ہے یعنی قطعی یقینی ہے اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت
کا اثبات بعض علماء کے نزدیک نص صریح وحدیث صحیح ہے اور جمہور علماء کے نزدیک بقطعی اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم ہے یعنی
تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کے خلیفہ کرنے پر اتفاق کیا اور احکام دنیا وآخرت مین ابو بکر رض کی اطاعت
وفرمانبرداری پر اجماع کیا اور ان لوگون کی شان مین اللہ تعالی فرماتا ہے لا یخافون لومۃ لائم - یعنی اللہ تعالی کی راہ مین

دین کے بارہ مین کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہین ڈرتے ہین اور ایسے ہین حضرت ابوذر وسلمان ومقداد وعمار وصہیب وغیرہ سب تھے اگرچہ امیرالمومنین علی بن ابی طالب وعباس بن عبدالمطلب وطلحہ بن عبیداللہ وزبیر بن العوام ومقداد بن الاسود وغیرہ کہ اعیان واکابر صحابہ مین سے تھے ان لوگون نے وقت انعقاد بیعت خلافت کے وہان حاضر بیعت نہ کی تھی ولیکن دوسرے وقت ان سب نے آکر بیعت کی اور برابر انقیاد وطاعت مین موافقت رہی چنانچہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دوسرے وقت ان اصحاب کو اپنے پاس بلایا اور دیگر اصحاب کبار مہاجرین وانصار حاضر تھے پس حضرت ابوبکر رضہ نے خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ یہ علی بن ابی طالب ہین اور مین امیر اپنی بیعت کے لیے لازم نہین کرتا انکا اختیار انکے ہاتھ ہے اور تم فلان وتم فلان ہو تمھارا بھی اختیار تمھارے ہاتھ مین ہے پھر مین تم سب سے کہتا ہون کہ اگر تم میرے سوا کسی کو خلافت کے لیے مصلحت دیکھتے ہو اور اللہ تعالی کے واسطے اولی جانتے ہو تو متعین کرو اور پہلے جو شخص اس سے بیعت کرے وہ مین ہون حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور ان سب نے جو بیعت کے وقت حاضر نہ ہوے تھے بالاتفاق کہا کہ ہم سواے آپ کے کسی کو عنداللہ تعالی اولی نہین جانتے ہین اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ہمارے دین کے کام یعنی نماز مین آپ کو ہمارا امام کیا تو پھر وہ کون ہے جو آپ کو پیچھے کھڑا کرے یہ اشارہ حضرت علی رضہ کا اس امامت کا ہے جو آپ نے آخر حیات مین حکم دیا تھا کہ ابوبکر رضہ نماز پڑھاوے اور جب اصرار کیا گیا کہ ابوبکر رقیق القلب ہین آپ کی جگہ خالی پاکر کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھا سکینگے تو جھڑک کر فرمایا کہ ہرگز نہین تم کیسے جھگڑالو ہو جاؤ ابوبکر کو حکم دو کہ لوگون کو وہی نماز پڑھاوے پس یہ اشارہ کرکے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہا کہ لیکن اتنی بات ضرور تھی کہ ہمارے دلون کو یہ بات گران گذری کہ ہم لوگ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی اہل بیت اور صاحبان مشورہ واجتہاد تھے ہم لوگ اپنے اہتمام مین پھنسے تھے تو ہمارے بغیر شریک کیے ہوے مہاجرین وانصار نے امر بیعت پورا کردیا اور ہم اب بھی یہی کہتے ہین کہ خلافت وامامت کے واسطے اولی واحق آپ ہی ہین غرضکہ اس شکوہ کے بعد حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہہ اور تمام ساتھیون نے بیعت کے لیے ہاتھ بڑھایا اور علانیہ اشتہار واعلان کے ساتھ بیعت کی۔ اقول یہ خلافت جمہوری تھی یعنے سب اس خلافت مین برابر مستحق تھے لیکن انتظام مین ایک سردار ہونا شرع حق ہے تو سب نے ایسے کو امام کیا جو اللہ تعالی کا سب سے زیادہ مطیع اور سب بھائیون کا بہتر خیرخواہ انکو معلوم ہوا۔ پس وہ وعدہ الٰہی عزوجل پورا ہوا جو اصل سوم مین گذرا اور چونکہ وقوع اسکا بوحی الٰہی عزوجل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہونگے اور وحی جلی قرآن مجید مین وعدہ سابق ہو چکا تھا کہ مومنون کے لیے خلافت بارادۂ ازلی الٰہی تھہ ہونیوالی ہے اور مومنین کے قلوب جمہور متفق ہونگے بابوبکر رضی اللہ عنہ لہذا صحیحین کی حدیث ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا مین ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین نے ارادہ کیا کہ ابوبکر رضہ کو طلب کرکے وصیت خلافت بنام ابوبکر رضی اللہ عنہ لکھدون تاکہ کوئی تمنا کرنیوالا تمنا نہ کرے ولیکن مین نے کہا کہ اللہ تعالی واسکے مومنین بندے ابوبکر رضہ ہی کو چاہتے ہین۔ اور اصل حدیث صحیحین مین ہے یہ اسکا حاصل ہے۔ اور واری وغیرہ مین ہے کہ آپ نے امامت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارہ مین فرمایا کہ یابی اللہ والمومنون الا ابابکر۔ یعنی اللہ تعالی واسکے بندگان مومنین سب سے انکار کرتے ہین

سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے - یعنی اللہ تعالی کی ارادت کے ساتھ تمام مومنون کی ارادت وابستہ ہے کہ سوائے ابو بکر رضی کے
کوئی خلافت کے لیے مجمع علیہ نہو - اور یہی معنی اس حدیث صحیح کے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خلافت کے بارہ
مین سوال ہوا تو آپ نے چارون کی ثنا فرمائی کہ ابوبکر رضہ کو خلیفہ کرو گے تو ایسا ایسا لائق پاؤگے اور عمر رضہ کو کرو تو ایسا
لائق اور عثمان رضہ کو کرو تو ایسا لائق اور علی کو کرو تو ایسا لائق اور آخر مین فرمایا ولا اراکم فاعلین - اور مین تمکو کرنے والا نہین
دیکھتا ہون - یعنی تم موافق ارادت الٰہی عزوجل کے سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کسی پر متفق ہونیوالے نہین ہو
اور واضح ہو کہ یہ خلافت حقہ چونکہ قائم مقامی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی اور اللہ تعالی نے اس خلافت
کے ساتھ قرآن کے وعدون کو پورا کیا از انجملہ سب سے اعلی اظہار دین متین اسلام تھا جیسا کہ اوپر عنقریب بیان
ہوا ہے تو یہ خلافت تیس سال تک کمال ثواب ونہایت اجر جمیل پر مبنی ہے لہذا یہ خلفاے راشدین نہایت عظمی منزلت
پر ہین اور انکی خلافت کے ثواب بے قیاس ہین لہذا یہ لوگ اسکی خواہش مین بنظر ثواب عظیم رغبت کرتے تھے ورنہ
تمکو وسعت کی راہ سے کوئی حاجت نہ تھی اور خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زہد زمانہ خلافت کا جسطرح دن مین ہمیشہ روزہ
رکھنا اور راتون مین عبادت و مسلمانون کی خبر گیری مین صرف کرنا معمول تھا بدرجۂ شہرت وتواتر پہونچا ہے حالانکہ
فارس وعراق وشام ومصر وحبش وبربر وغیرہ تک تمام سلطنتین اسلام کی مطیع تھین اور دنیا وی دولت کی انتہا
نہ تھی - پھر شیخ رح نے نقل کیا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ودیگر اکابر خاندان نبوت کے جو اول وقت بیعت خلافت
ابوبکر رضی اللہ عنہ مین حاضر نہ تھے اسکی وجہ انکا اشتغال بہ تجہیز وتکفین حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم تھا اور
اسی جہت سے مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم نے انکو طلب نہین کیا اور خلافت کا اہتمام کردیا کہ امامت نماز فریضہ و
نماز جنازہ وغیرہ کے کام امام پر موقوف ہین اور بعد فراغت ضروریات کے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کہ مانند دیگر اصحاب
کے سخت محزون وغمناک تھے اور اس آفتاب نبوت کے روپوش ہونے سے یکایک جو کیفیت ہوئی اندازہ سے
باہر ہے جب انھون نے اجتماع بیعت خلافت کو بدون اپنی موجودگی کے سنا تو انکو گران گذرا اگرچہ اسکا عذر تو ظاہر
تھا کہ بسبب ضروری اشتغال کے اس کار دین مین حاضری کی تکلیف انکو نہین دی گئی حتی کہ وہ گرانی رفع ہوگئی -
اور شیخ نے لکھا کہ تاخیر کی مدت مین قیاسات ہین اور صحیح یہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ وغیرہ نے اسی روز تا غروب
یا دوسرے روز باتفاق مین شریک ہوکر بیعت کرلی اللہ یہ جو وہم کیا گیا کہ خانہ نشین ہوگئے اور بعد وفات حضرت
سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا کے بیعت کی جسکو چھ مہینہ کا زمانہ گذرا تو یہ اوہام غلط ہین اور مترجم کہتا ہے کہ حضرت سیدہ
رضی اللہ عنہا کو حزن وملال وفات شریف سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم بہت تھا اور یہی حال حضرت علی کرم اللہ وجہہ
پر دو جہت سے طاری ہوا کہ ادھر تو وفات سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور ادھر حزن وملال حضرت سیدۃ نساء عالم
رضی اللہ عنہا پس حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے زیادہ اہتمام حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کی تسکین ودلدہی مین رکھا
اور گھر مین زیادہ رہنے لگے اور اس مدت مین قرآن مجید کو جمع کیا ولیکن امر الٰہی عزوجل قدر مقدور تھا کہ حضرت
سیدہ نساء عالم رضی اللہ عنہا نے مطابق بشارت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چھ مہینہ پر رحلت فرمائی اسوقت

حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہہ کو زیادہ تو حش ہوا اور مروی ہے کہ انکر وجہ الناس یعنی لوگون کے چہرون کا انکار کیا - یہ لطیف محاورہ ہے کہ جس صورت کو دیکھا کوئی مشابہ بجمال نبوت نظر آئی تو معروف نہین بلکہ منکر ہوئی کیونکہ جس صورت سے مشابہ کہو کہ ایسی صورت اسی سے انکار ہوگا کہ نہین پس یہ معنی انکار وجہ الناس کے ہین اور اس حالت مین آپ اسلام کے کامون ومشاورت مین زیادہ شریک ہوے تو بعضے راویون کو گمان ہوا کہ پہلی بیعت مین داخل نہ تھے اب شامل ہوے ہین اور یہ صحیح نہین بلکہ جیسے شیخ رح نے لکھا - بالجملہ علی مرتضی کرم اللہ وجہہ ہمیشہ مطیع وسامع وفرمانبردار حکم ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے رہے اور نماز فرض وجمعہ وعیدین سب مین ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتدا کرتے تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے وقت جو جہاد بنو حنیفہ پر ہوا جسمین مسیلمہ کذاب مارا گیا حضرت علی کرم اللہ وجہہ خلیفہ برحق کے ساتھ تھے اور اسکے غنائم مین سے ایک باندی لیکر اپنی تحت مین لائے جس سے آپ کے بیٹے محمد بن الحنفیہ پیدا ہوئے جو مشہور معروف ہین اور یہ جملہ ہمراہ امام برحق ہونے کے لیے نہایت کافی شہادت ہے اور کوئی غافل رہا دیکھیگا کہ حضرت علی مرتضی کہ محبوب خدا اور امام اولیا و مرکز دائرہ حق تھے مدت عمر تک نماز وفرائض وجمیع طاعات مالی وبدنی مین باطل کے تابع ہوئے اور مدت عمر زبون واسیر باطل ہوا رہے اللہ تعالی ایسے کہنے والے کا منہ خوار کرے جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی نسبت ایسی تحقیر کرے اور خود معلوم کہ امیر معاویہ سے جنھون نے خلاف کیا تھا لڑائی کی اور حجت حق کو پوشیدہ نہ کیا اور خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بارہ مین فرمایا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ہم لوگون کی امامت کے واسطے منتخب کیا اور مین مدینہ مین موجود تھا سفر مین نہ تھا اور تندرست تھا بیمار نہ تھا باوجود اسکے جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قطعی حکم دیا کہ ابوبکر ہی امامت کرے تو مجھے نزاع کی کیا مجال ہے اور جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رض کو ہمارے دین کے کام مین پیشوا کیا تو کیا ہم اسکو اپنے دنیا کے معاملات مین پیشوا نہ کرینگے - قال المترجم اور اگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ یا کسی کے پاس سوائے ابوبکر رض کے امامت کے نص ہوتی تو وہ ظاہر کرتا حالانکہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ انصاری سردار نے بدون نص کے اپنے واسطے انصار کی خلافت کا دعوی کیا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت سے مدت ہاتھ کھینچا ولیکن اللہ تعالی کا امر تو قدر مقدر تھا سعد رض کی قوم تمام انصار نے کچھ لحاظ اپنے سردار کا نہ کیا اور سب نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کرلی قاری رح نے لکھا کہ ابن بطہ رح نے اپنے اسناد کے ساتھ عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ سے روایت کی کہ انھون نے محمد بن الزبیر حنظلی کو حسن بصری رحمہ اللہ کے پاس بھیجا کہ کیا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر کی خلافت پر نص کردی تھی تو حسن بصری رح نے ایلچی سے کہا کہ ارے کیا تیرا بھیجنے والا اس مین شک بھی کرتا ہے قسم اس خالق عزوجل کی جسکے سوائے کوئی معبود نہین کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر کو خلیفہ کیا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ وہ کامل عالم متقی تھا کہ اگر یہ نہوتا تو کیا خلافت کی طرف قدم بھی بڑھاتا - قاری رح نے کہا کہ مین بالیقین جسکا اعتقاد رکھتا اور دین الہی مین اعتماد کرتا ہون یہ اعتقاد ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت قطعی ہے کہ بخبر متواتر قطعی معلوم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رض کو امام کیا اور امامت افضل کے واسطے معلوم ہے اور اس حالت مین علی کرم اللہ وجہہ وتمام اکابر صحابہ رض اسوقت وہان موجود تھے پس افضل کو امامت کے لیے تعین کیا

اور ختم کر دیا حتی کہ ان ایام مین ایک مرتبہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے غم سے دیر کی تو عمر رضہ نے امامت شروع کی پس عمر رضہ کی آواز سنکر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آنکھ کھول اور فرمایا کہ کون امامت کرنے لگا یابی اللہ والمومنون الا ابا بکر۔ انکار کیا اللہ تعالی و مومنوان نے سب کو سوائے ابوبکر رضہ کے اور صحاح مین مشہور ہے وہ قصہ کہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضہ نے اپنے باپ کے بارہ مین عذر کیا کہ وہ رقیق القلب ہین آپ کی جگہ خالی پاکر امامت کی تاب نہین لا سکتے اور اسپر مکرر اصرار ہوا تو آپ نے جھڑک کر قطعی حکم دیا کہ ابوبکر ہی امامت کرے۔ اور یہین سے اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم مع علی کرم اللہ وجہہ کے کہتے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے دین مین ابوبکر رضہ کی امامت کو پسند فرمایا تو کیا ہم اپنے دنیاوی سلطنت مین انکو امام اختیار نہ کرینگے۔ شیعہ و روافض نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی بیعت وانقیاد کو تقیہ پر محمول کیا اور کہا کہ خوف جان وہلاکت اہل ایمان کی وجہ سے یہ تقیہ کیا۔ پناہ بخدا کہ جب اس قول کو ذرا غور وانصاف سے دیکھو تو کس قدر عیب ونقصت ہے کہ علی مرتضی رضہ نے حق خلافت طلب نہ کیا اور سکوت کیا بلکہ باطل کے تابع ہو گئے یہ سب اسوجہ سے کہ اعداء سے ڈرتے تھے کہ وہ انکو مار نہ ڈالین۔ نعوذ باللہ من ذلک۔ اس قوم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو باہم دشمن قرار دیکر اللہ تعالی کے کلام پاک الف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا۔ اور قولہ تعالی رحماء بینہم سے انکار کیا اور قولہ لا یخافون لومۃ لائم۔ سے برعکس انکو خائف قرار دیا۔ پھر علی مرتضی کرم اللہ وجہہ باوجود اس کمال ایمان اور کمال شجاعت کے کیونکر یہ ہو سکتا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو خلیفہ کیا پھر آپ ڈر سے خاموش ہو رہے حالانکہ خلافت کے کچھ اور معنی نہین سوائے اسکے کہ اجرائے احکام دین واشاعت اسلام کا کام تیرے تعلق ہے۔ پھر آپ خوف جان سے یہ کام نہ کرین اور دین اسلام کو بے سر دیا چھوڑ دین اس خوف سے کہ مین مارا جاؤنگا اور یہ بھی ذرا غور کرو کہ تقیہ تو وہان ہوتا ہے کہ صاحب حق کمزور ومغلوب ہو یہان تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ شجاعت وشہامت کے سرتاج اور دین مین مستحکم اور خدائے عز وجل پر متوکل تھے اور آپ کی بی بی حضرت سیدہ نساء جنت جگر گوشہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور حسن وحسین نواسہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور انصار مدینہ جان نثار رضی اللہ عنہم اور عباس بن عبد المطلب چچا اور زبیر بن العوام تمام شجاعت آپکے پھوپھی زاد بھائی آپ کے ہمراہ اور بنو ہاشم وبنو عبد المطلب باآن شجاعت وشوکت آپ کے ساتھی بھائی تھے پھر یہان کمزوری وزبونی کیسی اور یہ شیطانی وسلوس کیسے ہین اور خود روایت ہے کہ ابوسفیان نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ وبنو عبد مناف سے کہا کہ ای بنو عبد مناف یہ تم کو کیا ہوا کہ تمنے بنو تیم مین سے اپنا امام کیا تم دعوی کرو تو مین اسقدر سوار وپیادہ لاؤن کہ یہ تمام وادی بھر جاوے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے سنا تو جھڑک کر فرمایا کہ ای جاہل تو اسلام مین رخنہ پیدا کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ یہ فرقہ شیعہ تو عجیب شیطانی وساوس مین گرفتار ہین کہ پیغمبرون پر تقیہ کا الزام لگاتے ہین بلکہ کہتے ہین کہ مقام خوف مین تقیہ کرنا پیغمبرون پر واجب ہے حتی کہ کہتے ہین کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امامت نماز کے لیے علی مرتضی کرم اللہ وجہہ کو تجویز کیا تھا لیکن دل ہی مین رکھا اور ظاہر کرنے سے خوف مانع ہوا لہذا تقیہ کر کے ابوبکر رضہ کو تجویز کیا۔ جب شیعہ کی یہ کیفیت ہے حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے حق مین قریب وقت وفات شریف کے کہ جب اللہ تعالی نے تکمیل دین متین کر دی بقولہ تعالی الیوم اکملت لکم دینکم الآیہ اور لوگ

اسلام مین فوج فوج داخل ہوگئی لقولہ ورایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا۔ اسوقت مین حضرت سید المرسلین
صلی اللہ علیہ وسلم پر خوف کی وجہ سے تقیہ واجب کرتے ہین تو ان احمقون سے کوئی کہا کہ اللہ تعالیٰ انکو شرارت سے
کرکے جاہل و بد اعتقاد لوگ ہین اگر انبیاء علیہم السلام ہی حق کو پوشیدہ کرین تو پھر حق کہان سے ظہور کریگا اور ذرا
دیکھو کہ قوم نوح کس حد جہ مغرور تھی اور نمرود کتنا متمرد تھا اور فرعون کیسا متکبر تھا اور ان لوگون کی کثرت و قوت و شوکت
کس قدر زیادہ تھی باوجود اسکے حضرت نوح و ابراہیم و موسیٰ علیہم السلام نے اعلان کے ساتھ حق کو اظہار کیا پھر تقیہ کے
کیا معنی ہوسکتے ہین۔ یہ سب اوہام شیطانی ہین کہ جب قطعی فرمان الٰہی کو ترک کرکے اپنی راے کی طرف رجوع لائے
تو اللہ تعالیٰ نے اس ناشکری کے وبال مین اہل شک کو شیطان کے اوہام مین مبتلا کردیا اور جس حالت پہ پہلے منفق
مجتمع تھے اس جماعت سے پھوٹ کر علیحدہ ہوگئے۔ قال المترجم اور شیخ عارف سہروردی رح نے رسالہ عقیدہ ارباب
التقی مین لکھا کہ پھر اصحاب خلافت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سو ابوبکر رضی اللہ عنہ کہ جنکے فضائل حصر سے باہر
ہین اور عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم ہین اور لکھا کہ اس امت مین جو شیطان نے قابو پایا اور اپنا فساد انکے عقائد مین
خمیر کردیا ان مشاجرات کی راہ سے ہے جو صحابہ رضی اللہ عنہم مین واقع ہوئی جس سے لوگون نے اپنی راے سے کینہ
و میل نکالا اور لوگون نے اسکو نقل کیا اور وہ ان لوگون کے نفوس مین کثیف و گاڑھے پڑگئے اور ان لوگون کو
ہوا و نفوس کی جانب جذب کرلیا تو انکی جڑین جم گئین اور شاخین پھوٹ نکلین پس اے شخص جو اپنے نفس کو ہوا و
معصیت سے بری کرتا ہے آگاہ ہو کہ صحابہ رضی اللہ عنہم باوجود اس تمام پاکیزگی نفوس و طہارت قلوب کے آخر آدمی
تھے اور انکے نفوس تھے پس نفس کی صفت کے ساتھ ظاہر ہوا اور انکے قلوب اس سے منکر ہوجاتے تھے
پس وے قلوب کے حکم کی جانب رجوع لاتے تھے اور نفوس کو مغلوب رکھتے تھے۔ پھر انہین قلوب منور مطہر تھے
اور نفوس مغلوب پاکیزہ تھے پس حقیقت سے انکے نفوس کے آثار ہین سے منتقل ہوکر ایسے لوگون پر پڑے جنہین قلوب
معدوم اور نفوس مستحکم تھے پس ان لوگون نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے قضایاے قلوب کا ادراک اسوجہ سے نہ پایا کہ ان
لوگون مین قلوب تو معدوم ہین اور آثار نفوس کو ادراک کرلیا کیونکہ نفوس انہین خود مستحکم ہین تو جنسیت سے اسمین انضمام
قوی ہوگیا پس ان لوگون نے اُن آثار نفوس مین اپنے نفوس بے قلوب کی راے پر تصرف کیا اور واہی شبہ و خیالات
و بدعات مین پڑگئے اور ہر ایک ردی و ناکارہ خیال انہین پیدا ہوگیا کیونکہ نفوس امارہ ایسے مسلط ہین جنھون نے قلوب کو
مقہور و نور ایمان سے محروم کردیا ہے پس انہین عداوت و بغض مستحکم ہوگیا سو اگر تو نصیحت خالص قبول کرے تو خبردار
کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارہ مین کسی تصرف کو گنجایش مت دے انتہی۔ یعنی انکے معاملات کا قیاس ایسے شخص سے
ہوسکتا ہے جو انکے مانند قلوب طاہرہ و نفوس زاکیہ رکھتا ہو اور جب یہ نہین ہے تو تعلیمات الٰہی عزوجل پر اعتماد ہے جس نے
انکے فضائل سے ہمکو آگاہ فرمادیا ہے فافہم۔ شیخ رحمہ اللہ نے کہا کہ پس ثابت ہوگیا کہ صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے خلافت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر اجماع کیا اور جس بات پر کہ صحابہ رضی اللہ عنہم بلکہ علماء و مجتہدین امت اتفاق
کرین وہ حق ہوتی ہے اور یقینی ہوتی ہے اگرچہ افراد مین تو خطا کا احتمال ہے کہ مجتہد کبھی خطا کرتا ہے اور کبھی ٹھیک حکم پاتا ہے

ولیکن اجماع اس امت کے واسطے اللہ تعالیٰ نے یہ خاصیت عطا فرمائی ہے کہ سب کا اتفاق سوائے امر حق و صواب کے
نہوگا بدلیل قولہ تعالیٰ لتکونوا شہداء علی الناس الآیہ اور قولہ تعالیٰ یتبع غیر سبیل المؤمنین الآیہ - و بحدیث لن یجتمع امتی علی الضلالۃ
میری امت کبھی گمراہی پر متفق نہوگی - یعنی جس امر پر سب متفق ہوں وہ بات ضلالت ہرگز نہیں ہوگی پس جس بات پر
سب اتفاق کریں وہ حق ہے - اور اگر یہ روا ہو کہ تمام صحابہ یا اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت خلافت
میں ناحق ظلم کیا اور حق حضرت علی رضہ کا دبا لیا اور حکم پیغمبر علیہ السلام کے خلاف کیا اور صریح حق چھپا ڈالا تو اس قول
کے خراب نتائج کس قدر تمام دین ملت میں سرایت کریں اور کسی جگہ کسی حکم شرعی پر وثوق باقی نہ رہے اسواسطے کہ
قرآن پاک و شرع ہم کو انھیں کی نقل سے پہونچی ہیں - پس شیعہ پر یہود و نصاریٰ کا الزام بالکل تام ہے کہ تمھاری
شریعت و تمھاری کتاب پر بھی کوئی اعتماد نہیں ہے کیونکہ جن لوگوں سے تمنے لیا ہے وے تمھارے بیان پر خود ظالم
و فاسق و حق چھپانیوالے اور چھین لینے والے تھے تو انکی نقل قرآن و شریعت کا کیا اعتبار ہے - اقول خطابی رح
نے فرمایا کہ اصل رفض کی ایک منافق زندیق نے نکالی جسکا نام عبد اللہ بن سبا تھا وہ یہودیوں میں سے تھا
اسنے قصد کیا کہ دین اسلام کو باطل کرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں قدح کرے چنانچہ جب عبد اللہ
بن سبا نے اسلام ظاہر کیا اور چاہا کہ دین اسلام میں اپنے مکر و خبث سے فساد ڈالے جیسے بولص یہودی نے
دین نصاریٰ کے ساتھ کیا تو اسنے اپنے آپ کو بڑا عابد ظاہر کیا پھر عام طور پر امر معروف و نہی منکر کرنے لگا حتی کہ
اس حیلہ سے اسنے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اوپر فتنہ اٹھانے میں سعی کی اور بغاوت بلند کردی حتی کہ حضرت
عثمان رض شہید ہوئے پھر جب علی کرم اللہ وجہہ کوفہ میں آئے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بارہ میں غلو کیا اور
طرح طرح کے مکر و فریب کی مختلف باتیں آپ کے حق میں ظاہر کیں حتی کہ خلافت نبوت آپ کے واسطے منصوص تھی
اور نزول وحی سے آپ مقصود تھے جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خبر پہونچی تو آپ نے اسکو طلب کیا کہ قتل کردیا
جاوے پس وہاں سے قرقیسیا کو بھاگ گیا اور اسکا حال تمام تاریخوں میں معروف مشہور ہے - انتہی مترجم کہتا ہے
کہ اسی شخص کے معتقدین میں یہ فرقہ روافض ہے جنپر یہود و نصاریٰ کا اعتراض پورا ہے کہ جیسے یہود و نصاریٰ کے پاس
توریت و انجیل اصلی موجود نہیں بلکہ تحریف کی وجہ سے بے اعتبار ہے اسی طرح روافض کے پاس جو کچھ موجود ہے وہ
انکے زعم کے موافق بے اعتبار ہے کیونکہ موافق بیان خطابی رح وغیرہ کے روافض لوگ عشرہ مبشرہ میں سے
سوائے ایک کے باقی نو کو اور دیگر سب صحابہ مہاجرین و انصار کو سوائے کچھ اوپر دس کے برا کہتے اور انسے بغض
رکھتے ہیں تو ظاہر ہے کہ جو چیز کچھ اوپر دس سے منقول ہو بلکہ دس گونہ نٹو اور دو سو سے منقول ہو متواتر قطعی نہیں
ہوسکتی ہے لہذا یہ لوگ انھیں کافروں و مشرکوں کی جماعت میں داخل ہیں اور یہی حال خوارج بدبخت کا ہے اور
نہایت عجب ہے کہ یہ لوگ اپنی نادانی پر متنبہ نہیں ہوتے ہیں - شیخ رح نے کہا کہ امام رازی نے اپنی بعض تصانیف
میں لکھا کہ قولہ تعالیٰ لا یحطمنکم سلیمان و جنودہ وہم لا یشعرون - یہ کلام دلالت کرتا ہے کہ چونٹی بہ نسبت رافضی کے
زیادہ عاقل ہے کیونکہ اس آیت میں ایک مورچہ نے دوسری چیونٹیوں سے کہا کہ ای چیونٹیو تم اپنے اپنے بلوں میں

گھس جاؤ ایسا نہو کہ بے جانے سلیمان وٗ انکا لشکر تمکو کچل دے - چیونٹی نے یہ کہدیا کہ بے جانے - پس اس نے
یہ تجویز نہ کیا کہ پیغمبر سے یا انکے لشکر یعنی اصحاب سے چیونٹیون پر دیدہ و دانستہ ظلم ہوگا برخلاف رافضیون کے کہ یہ
کیسے جاہل ہین کہ جو کہتے ہین کہ سید المرسلین خاتم النبیین صلوات اللہ علیہ وعلیہم اجمعین کے اصحاب رضی اللہ عنہم نے
دیدہ و دانستہ حق علی کرم اللہ وجہہ کو پائمال کیا اور اہلبیت پر صریح ظلم کیا اور اتنا نہین سمجھے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم
کے اصحاب رض کا ظلم پر متفق ہونا ممکن ہی نہین ہے اول اور پھر وہی خلافت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے واسطے تجویز
کی اور اپنا حاکم بنالیا - شیخ نے لکھا کہ بالجملہ کوئی دلیل اس سے بڑھکر تحقیق نہین کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اجماع کیا کہ جنکے
ہاتھون مین حل وعقد دین وملت کا تھا اور احکام شریعت وبیعت انھین کے سپرد تھے اور رافضیون کے دروغ ثابت
کرنے مین یہ سب سے بڑا الزام ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے واسطے احکام دنیا ودین
مین اطاعت وانقیاد کیا اور یہ دلیل وفضیلت جمیل کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے واسطے ثابت ہے وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ
کی خلافت صحیح ہونے کی بھی دلیل ہے یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے باوجود اس فضیلت جمیل وکمال نبیل وہدایت
وحقانیت وتائید دین وشجاعت وشہامت کے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی اور احکام خلافت مین انکا انقیاد
کیا - اس سے بڑھکر کون دلیل وبرہان ہوگی - وہی روایت آئی کہ حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے پوچھا گیا
کہ اسکا کیا سبب ہے کہ خلافت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما بنظام راست و درست تھی اور خلافت عثمان رض وآپ کی خلافت مین
رخنہ وہرج پیدا ہوئے فرمایا کہ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی خلافت کے ناصر ومعین عثمانؓ ومین تھا اور عثمان کی ومیری
خلافت کے ناصر ومعین تم ہو تو تمھارا یہی حال ہوگا - بالجملہ فطرت سلیمہ صادقہ مجبول ہے کہ اس امر کا یقین کریگی کہ اجماع واتفاق
صحابہ رضی اللہ عنہم سوائے صواب کے ہرگز خطا پر نہین ہوسکتا اور اس امر سے قطعی انکار کریگی کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کہ خاتم النبیین وہادی خلائق انس وجن اور مبعوث تمامی خلائق تھے آپ سے صرف یہی کچھ اوپر دس
آدمیون نے ہدایت وراہ راست پائی اور باقی آپ کے تمام یار واصحاب کہ مدت العمر آپ کی صحبت مین رہکر فضائل
وکمالات اکتساب کیے تھے سب باطل وگمراہی پر رہے اور بعد آپ کے جس کاردین سے کہ کلمہ توحید روے
زمین پر پھیل گیا اور اللہ تعالی کا دین سب پر غالب ہوگیا ہے اسی کارمین ان لوگون نے ظلم وجفا کیا ہے - یہ اقوال
روافض کے شدید جہالت وبطالت صریح ہین - پس بالیقین معلوم کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اہل حق وبرادران اسلام
ہین اور انکے اجماع سے خلافت ابوبکر رضی اللہ عنہ قطعی ہے - اور شیخ رح نے کلام طویل ایک جماعت علماء رحمہم اللہ سے
نقل کیا کہ افضل ہونا ابوبکر رض کا قطعی ہے یا دلیل ظنی ہے وعلی ہذا عثمان وعلی رضی اللہ عنہما مین ایک کی فضیلت دوسرے
پر مختلف فیہ ہے اور محصل کلام یہ کہ فضیلت اگر کثرت ثواب کی راہ سے ہے تو مشائخ علماء نے لکھا کہ ہمنے سلف
وتابعین رضی اللہ عنہم کو اسی اعتقاد پر پایا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے
افضل ہین تو کافی ہے کہ سلف رضی اللہ عنہم کے پاس دلیل ضرور تھی جس سے یہ حکم کرتے تھے اور انھون نے زمانہ
وحی کو پایا اور ساحوال کرامت جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو مشاہدہ کیا اور قرائن وحالات ومقالات سے

یہ بات دریافت کی کہ افضل مطلقاً ابوبکر رضی اللہ عنہ ہین اور پچھلون کی نظر حرف والفاظ ومفہوم کلام پر ہے اور کلمات
باہم متعارض پڑتے ہین تو انکو سوائے سلف رضی اللہ عنہم کے اتباع کے چارہ نہین ہو پس ہم اس بارہ مین سلف
رضی اللہ عنہم کی اتباع کرتے ہین اور انھین کی راہ پر چلتے ہین اور حقیقت حال کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہین اور آمدی رح
کہ اعاظم علماء اصول فقہ وکلام مین سے ہین فرماتا ہے کہ تفضیل کے معنی یہ ہوا کرتے ہین کہ دو شخص مین سے ایک کو ایک فضیلت
ہو کہ وہ دوسرے مین نہو چنانچہ عالم مین مقابلہ جاہل کے فضیلت علم زیادہ ہے یا دونون مین علم مشترک ہو لیکن ایک مین
علم کی راہ سے زیادتی ہو پھر واضح ہو کہ صحابہ رض مین اس معنی سے بھی تفضیل قطعی نہین ہو سکتی ہے کیونکہ جو فضیلت
کہ ایک مین ثابت کیجاوے دوسرا اسمین شریک نکلتا ہے اور اگر شریک نہو تو وہ دوسرا کسی اور فضیلت سے مخصوص ہوتا ہے
جو اسکے مقابلہ مین واقع ہوتی ہے اور کثرت فضائل کی راہ سے بھی تفضیل نہین دے سکتے ہین کیونکہ ایک فضیلت
از راہ زیادت شرف ونفاست کے دوسری قسم کی سو فضیلت سے راجح پڑتی ہے چنانچہ ایک لعل قیمت مین سو ہزار
درم سے زائد ہوتا ہے پس ممکن ہے کہ ایک فضیلت والے کو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایسا عظیم اجر وثواب وشرف ہو کہ
بہت سی فضیلتون والے کو حاصل نہو کذا فی المواقف وغیرہ - و مترجم کہتا ہے کہ نیز ثواب کی زیادتی وکثرت از راہ قوت
یقین وصدق واخلاص کے حد سے زیادہ راجح ہوتی ہے - واضح ہو کہ علمائے اہل سنت وجماعت اس امر مین اجماع
واتفاق رکھتے ہین کہ خلافت اول ابوبکر رضی اللہ عنہ کی پھر عمر پھر عثمان پھر علی رضی اللہ عنہم کی برحق ہے اسمین کچھ شبہہ
نہین ہے - پھر کلام اس امر مین کہ یہ خلفاے راشدین باہم اسی ترتیب سے افضل ہین تو اسمین خلاف مذکور ہے اور قاری رح
نے خلاصہ سے نقل کیا کہ خلفاے راشدین مین افضل کی خلافت مقدم ہونے پر اجماع امت ہے - اور قاری رح نے
خلافت سی سالہ اسطرح نقل کی کہ خلافت ابوبکر رضی اللہ عنہ دو برس تین ماہ اور خلافت عمر رضی اللہ عنہ دس برس و
چھ مہینہ اور خلافت عثمان رض بارہ برس اور خلافت علی رض چار برس نو ماہ اور خلافت حسن بن علی رضی اللہ عنہ
چھ ماہ بعد اسکے حسن رضی اللہ عنہ نے امر خلافت کو معاویہ رض کے سپرد کردیا - اور شیخ ابن حجر مکی نے صواعق مین نقل کیا
کہ شیخ ابوالحسن اشعری رح کے نزدیک افضلیت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی قطعی ہے اور انکے شاگرد ابوبکر باقلانی رح کے نزدیک
ظنی ہے اور یہی امام الحرمین نے ارشاد مین اختیار کیا اور اسی طرح بعد نقل کلام کے کہا کہ ظنی ہونے کا حکم دعوی اجماع
کے ساتھ درست نہین ہے اور اجماع افضلیت پر راجح ومختار ہے - پھر لکھا کہ ہم اہل سنت وجماعت اس مسئلہ کو ظنی کہتے
ہین لیکن شیعہ پر لازم وواجب ہے کہ وے اسکو قطعی کہین اور قائل ہون کہ افضلیت ابوبکر وعمر کی ترتیب قطعی ہے
کیونکہ وے اعتقاد کرتے ہین کہ علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ وبارہ امام رضی اللہ عنہم سب معصوم ہین اور خبر معصوم کی بالاتفاق
قطعی ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے متواتر طریقہ سے صحت یقین کو پہونچا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ زمانہ خلافت
مین کہ کوئی محل تقیہ کا باقی نہ تھا برابر مدح وثناء فضیلت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی بیان کرتے تھے اور ذہبی رحمہ اللہ
نے کچھ اوپر اسی آدمیون سے اسانید صحیحہ کے ساتھ اسکو ثابت کردیا ہے اور صحیح بخاری مین ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ
نے فرمایا کہ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے بہتر ابوبکر ہین پھر عمر ہین پھر ایک مرد دیگر ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ

کے بیٹے محمد بن الحنفیہ نے کہا کہ مین نے کہا کہ پھر آپ ہین تو آپ نے فرمایا کہ مین تو مسلمانون مین سے ایک مرد ہون
یہ حدیث متعدد اسانید کے ساتھ صحت کو پہونچی ہوئی ہی۔ اور ثبوت صحیح پہونچا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا
کہ مجھے خبر پہونچی ہی کہ کچھ لوگ مجھے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما پر فضیلت دیتے ہین وے مفتری ہین تو انکو وہ سزا دینی لازم
ہوگی جو مفتری کو دیجاتی ہی۔ و مالک بن انس رح نے امام جعفر صادق از پدر خود امام محمد باقر روایت کی کہ علی مرتضی
کرم اللہ وجہہ عمر بن الخطاب رض کیطرف گذرے اور وے چادر مین لپیٹے پڑے تھے تو کھڑے ہوکر کہا کہ اب مین
نہین جانتا کسی کو کہ مجھے اسکے نامہ اعمال کے ساتھ اللہ تعالی سے ملاقات کرنا زیادہ محبوب ہو سوا اس مرد کے
جو چادر مین لپٹا ہی۔ دارقطنی نے روایت کی کہ ابوجحیفہ اعتقاد کرتے ہین کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ افضل ہین انسے کچھ
لوگون سے باتین ہوئین جنھون نے ابوجحیفہ سے اس بارہ مین خلاف کیا تو ابوجحیفہ انکی مخالفت سے بہت ملول و غمگین
ہوئے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی حضور مین حاضر ہوئے آپ نے پوچھا کہ ای ابوجحیفہ کیون ملول ہی ابوجحیفہ نے
حقیقت حال عرض کردیا تو آپ نے فرمایا کہ ای ابوجحیفہ تجھے آگاہ کردون کہ اس امت مین بہتر کون ہی اس امت مین
سب سے بہتر ابوبکر ہی پھر عمر ہی۔ ابوجحیفہ نے کہا کہ مین نے اللہ تعالی سے عہد کیا کہ مین نے حضرت علی رض سے بالمشافہ
اس بات کو سنا اسکو پوشیدہ نہ رکھونگا اور بھی ابوجحیفہ رح سے روایت ہی کہ مین نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے
کوفہ کے منبر پر سنا کہ آپ فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے بہتر اس امت مین ابوبکر رض ہی
پھر عمر رض ہی۔ ایسی روایات و آثار بہت شائع و مشہور و بدرجہ تواتر پہونچی ہین ایمین شک کو گنجایش نہین رہی کہ حضرت
علی کرم اللہ وجہہ نے اعلان کے ساتھ افضلیت کو بیان فرمایا ہی اور شیعہ کہتے ہین کہ یہ روایات اور ایسی دیگر روایات
جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ و ائمہ اہل بیت رضی اللہ عنہم سے مروی ہین بوجہ خوف کے براہ تقیہ ہین یعنی ابوبکر و عمر رضی اللہ
عنہما کی مدح و ثنا اس جہت سے ظاہر مین بیان کی کہ دشمنون سے جان کا خوف تھا ورنہ انکے دل مین اسکے برخلاف
تھا۔ یہ گفتگو اہل شیعہ کی جیسی بیہودہ و باطل ہی خود ظاہر ہی۔ یہ لوگ اہل بیت اطہار جنکی شان مین آیۂ تطہیر ہی ایسے ایسے
عیوب لگانے سے نہین ڈرتے اور ظاہری دوستی کے پردہ مین کسقدر عظیم عیوب باطنی لگاتے ہین اور ہرگز انکو ترون
کے یہ بہتان بجناب ائمہ اہل بیت اطہار صحیح نہین ہین انکے دامان طہارت ایسے میل کچیل سے پاک ہین امام ابوحنیفہ سے
پوچھا گیا کہ کیا سبب تھا کہ لوگ حضرت امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہہ کے پاس سے بھاگے تھے اور متفق نہین ہوتے تھے
ابوحنیفہ رح نے کہا کہ اس جہت سے کہ اظہار حق مین کسی کا منہ نہین دیکھتے تھے اور کسی کی پروا نہین کرتے تھے شافعی رح
نے کہا کہ اس جہت سے کہ آپ زاہد تھے اور زاہد کو دنیا و اہل دنیا کی کچھ پروا نہین ہوتی ہی اور عالم تھے اور عالم کو مداہنت
نہین ہوتی ہی اور وہ شجاع تھے اور شجاع کو کسی سے ڈر نہین ہوتا ہی اور شریف تھے شریف کو کسی کی پروا نہین ہوتی
ہی۔ اقول یہ معاند ان علما نے ان لوگون پر ظاہر کیے جو آپ کے حق مین کچھ جہالت سے بدگمانی رکھتے تھے اور مقصود
یہ تھا کہ لوگون مین کسی قدر راحت دنیا کا خیال آگیا ہی تو وے آپ کی حضوری سے جو عین کمال آخرت ہی بھاگتے
ہین کیونکہ اس حضوری کے لائق نہین ہین۔ شیخ ابن حجر رح نے کہا کہ اگر تقیہ ہوتا تو وقت ضرورت کے ہوتا اور یہ کیونکر

کہ مین زمانہ خلافت و غلبہ شوکت مین یہ تقیہ ہو - امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ ابو بکرؓ و عمرؓ کے حق مین کیا
فرماتے ہین آپ نے فرمایا کہ انکو بہت زیادہ دوست رکھتا ہون اور شتارگی تو پوچھنے والون نے کہا کہ بعضے لوگ
کہتے ہین کہ آپ تقیہ و خوف سے کہتے ہین اور آپ کے دل مین کچھ اور ہے آپ نے فرمایا کہ اسنے ہم پر افترا کیا
جس نے یہ گمان کیا اور خوف زندے سے ہوتا ہے نہ مردون سے اُسکے بعد ہشام بن عبد الملک کی مذمت شروع کی
حالانکہ یہی اسوقت بادشاہ تھا یعنی اگر مجھے حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ کی تعریف مین تقیہ منظور ہوتا تو مین ہشام بن عبد الملک
کی اسقدر مذمت و تقبیح کیون بیان کرتا جسکے قبضہ مین اسوقت حکومت و سلطنت ہے - غور کرو کہ جب امام محمد باقر کا یہ
حال ہو جو کہ علی کرم اللہ وجہہ کی چوتھی پشت کا جزو ہین تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا کیا حال ہو گا کہ اقدام و قوت و
شجاعت و شدت و عدل مین کل الکل تھے اور اگر نعوذ باللہ تقیہ ہوتا تو بنو امیہ و بنو مروان سے کیون نہوتا کہ زمانہ
جاہلیت و اسلام مین بہت کثرت و شدت کے ساتھ تھے اور خوارج کے معرکون مین خود حرب و قتال فرما کر اعتدال
حق قائم فرمایا - اور اسقدر کثرت سے خطبہ متواتر ہوتے ہین جنمین آپ نے ابو بکرؓ و عمر رض کی مدح و ثنا فرمائی ہے کہ اگر
علماے اہل سنت و جماعت انہین پر اکتفا کرین تو قطعی ثبوت کے لیے کافی ہے اور اللہ تعالیٰ ہدایت صراط مستقیم
جسکو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے - بعض فوائد متعلق مسئلہ مذکور جو ملا علی قاری رح نے شرح فقہ اکبر مین لکھے ہین - صحیحین مین
ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جس دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مرض شروع ہوا آپ
میرے حجرہ مین تشریف لائے اور فرمایا کہ مجھے اپنے باپ و بھائی کو بلا دے تاکہ مین ابو بکر کے لیے لکھدون پھر فرمایا
کہ یابی اللہ والمومنون الا ابا بکر - یعنی اللہ تعالیٰ و مومنین سب انکار کرتے ہین سواے ابو بکر کے - قاری رح نے
کہا کہ یہ عہدنامہ سے بہت زیادہ ہے کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانون کو ابو بکر رضی اللہ عنہ کے خلیفہ کرنے
بفعل و بقول آگاہ کر دیا کہ جنے ابو بکر کو خوشی کے ساتھ اپنا خلیفہ کیا اور عہدنامہ لکھدینے پر عزم کیا پھر اس علم پر
کہ مومنین سب ابو بکرؓ ہی پر اجماع کرینگے عہدنامہ لکھنے کو ترک کر دیا کہ ارادۂ الٰہی عز و جل یون ہی جاری ہے اور امت بھی
اسی کو اختیار کرتی ہے - پھر ایام مرض مین پنجشنبہ کے روز لکھنے کا قصد کیا لیکن لوگون مین اختلاف ہوا کہ یہ قول
بوجہ مرض کے ہے یا حکم واجب الاتباع ہے تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وجہ سابق کے اوپر اکتفا فرما کر موقوف
رکھا - اقول اور اگر یہ امر واجب ہوتا تو ممکن نہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس واجب کو ترک کرتے ولہذا
حضرت عمر رض نے اپنی وفات کے وقت فرمایا کہ اگر مین خلیفہ نہ کرون تو خلیفہ نہین کیا جو مجھسے بہتر تھے یعنی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے عہدنامہ لکھکر خلیفہ نہین کیا بدلیل اس کے کہ اسی کلام مین یہ بھی کہا کہ اور اگر مین خلیفہ
کر دون تو جو مجھسے بہتر تھا اسنے خلیفہ کر دیا یعنی حضرت ابو بکر رض نے وقت وفات کے عہدنامہ بنام عمر بن الخطاب
رضی اللہ عنہ لکھدیا تھا - اور واقع ہوکہ توجہ کرنا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطے تحریر عہدنامہ کے اس جہت سے
کہ مثلاً سعد بن عبادہ انصاری رضی اللہ عنہ وغیرہ کو کچھ خیال خلافت کا ہوا تھا چنانچہ ایک حدیث مین یون آیا ہے
کہ یقول قائل او یتمنی متمن و یابی اللہ والمومنون الا ابا بکر - یعنی مبادا کوئی کہنے والا زبانی کہے یا تمنا کرنیوالا دل

مین خلافت کی تمنا کرے حالانکہ اللہ تعالی و اسکے بندگان مومنین سوائے ابوبکرؓ کے سب سے انکار کرتے ہین - واضح ہو کہ محاورہ مین بولتے ہین کہ ابیت الا ذلک - یعنی مین سوائے اس امر کے کچھ نہین مانونگا - تو اشارہ ہے کہ سوائے خلافت ابوبکر رضہ کے کچھ اور واقع ہی نہوگا - پھر واضح ہو کہ بیہقی نے کتاب الاعتقاد مین امام شافعی رحمہ سے روایت کی کہ صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم اللہ مین سے کسی نے ابوبکرؓ و عمرؓ کے تفضیل دینے مین اختلاف نہین کیا اور اختلاف اگر ہے تو عثمان اور علی رضی اللہ عنہما مین ہے - شیخ عبد الحق رحمہ نے تین قول نقل کیے ایک یہ کہ عثمان افضل از علی رضی اللہ عنہما دوم علی افضل از عثمان رضی اللہ عنہما اور سوم توقف کہ واللہ اعلم دونون مین کون افضل ہے - لکھا کہ جمہور اہل سنت و جماعت تو خلافت کی ترتیب قطعی پر فضیلت کو بھی مبنی کرتے ہین اور امام مالک بن انس و بعضے دیگر اکابر اہل سنت و جماعت سے حضرت علی و عثمان رضی اللہ عنہما کے درمیان توقف مروی ہے مالک بن انس رحمہ سے پوچھا گیا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد افضل کون ہے کہا کہ ابوبکرؓ پوچھا کہ پھر کہا کہ عمرؓ پوچھا کہ آگے علیؓ و عثمانؓ مین کیا کہتے ہو کہا کہ جن ائمہ و پیشوایان دین کو مین نے پایا ہے کسی کو نہ دیکھا کہ ان دونون مین سے کسی کی فضیلت دوسرے پر کہتا ہو اقول شاید یہ مطلب ہو کہ مین نے کسی کی زبان سے اس بارہ مین نہین سنا لیکن ظاہر یہ کہ توقف ہے - امام الحرمین کا بھی یہی مذہب ہے - اور امام ابوبکر بن خزیمہ کہ نقاد محدثین سے ہے فرمایا کہ علی رضی اللہ عنہ افضل از عثمان ہین اور یہی اہل کوفہ سے منقول ہے اور انہین مین سے سفیان ثوری ہین جیسا کہ مقدمہ ابن الصلاح و جواہر الاصول مین ہے اور نووی نے شرح صحیح مسلم مین اسکو نقل کر کے کہا کہ صحیح و مشہور فضیلت بترتیب خلافت ہے اور نووی رحمہ نے اصول حدیث مین کہا کہ افضل اصحاب علی الاطلاق ابوبکر پھر عمر رضی اللہ عنہما ہین اسپر اہل سنت کا اجماع ہے اور قسطلانی نے شرح صحیح بخاری مین لکھا کہ بعض نے نقل کیا کہ ثوری رحمہ نے آخر عمر مین اپنے قول سے بطرف قول جمہور رجوع کیا واللہ اعلم - واضح ہو کہ خلافت علی کرم اللہ وجہہ مین جو بعضے صحابہ رضہ نے آپ سے محاربہ کیا اور بعض نے آپ کی نصرت نہ کی تو یہ آپ کی خلافت حقہ مین مضر نہین ہے کیونکہ کسی کو آپ کی خلافت و بیعت مین کلام نہ تھا بلکہ ان لوگون نے آپ پر اس امر کا انکار کیا کہ آپ نے قاتلان عثمان رضہ سے قصاص نہین لیا بلکہ عوام الناس مین بعض نے زعم کیا کہ شاید آپ کو بھی ناگوار نہین تھا کہ عثمانؓ قتل کیے جاوین - اور ظاہر اجتہاد یہ تھا کہ قاتلون سے قصاص لیا جاوے اور حق اجتہاد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ تھا جیسا کہ فقہ اکبر مین اپنے مقام پر ترجمہ گذرا ہے لیکن اجتہاد مین خطا پر بھی ثواب ہے اور مواخذہ نہین ہے و لہذا مروی ہے کہ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ افسوس کرتے کہ یہ فتنہ عجیب ہے کہ جسمین سخت تحیر واقع ہوا ہے اور کہتے کہ قولہ تعالی واتقوا فتنۃ لا تصیبن الذین ظلموا منکم خاصۃ الآیہ اس کلام پاک کو ہم نہین جانتے تھے کہ اسکی تاویل ہم لوگون پر ہوگی کہ فتنہ ظالمون ہی پر مخصوص نہ رہا بلکہ عام ہوگیا اور معاویہ رضہ نے صفین قتال مین قرآن پاک بلند کیا یعنی یہ کلام پاک ہمارے تمہارے درمیان حکم ہے اسکو حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ نے مان لیا اور تحکیم منظور کر لی پس ظاہر ہے کہ کسی کو آپ کے صدق خلافت مین کلام نہین تھا بلکہ امیر معاویہ رضہ کو مطالبہ قاتلان عثمان رضی اللہ عنہ کا تھا - اور انھون نے اہل شام کو جوش دلا دیا کہ میان کے مسلمان فوج عظیم ہوگئی اور حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ نے موافق اپنے اجتہاد حق کے اسوقت قاتلون سے مواخذہ نہ کیا بلکہ معاویہ رضہ کو

معزول کرنا چاہا پس ایسی حالت مین جب دیکھا کہ بعد معزولی کے پھر مجھسے مطالبہ کچھ بھی نہ ہو سکیگا تو علم بغاوت بلند کیا۔
پھر بعض عوام الناس کہتے ہین کہ جناب امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے تدبیرین نہین بُری تو خوب واضح ہو کہ یہ کلمہ
بیہودہ ہے اگر اسکی مراد یہ ہے کہ تدبیر حق نہ تھی تو جھوٹا کذاب ہے اور اگر یہ غرض ہے کہ تدبیر حق سے تجاوز بغرض مصلحت نہوا تو (یہ)
شان اس مرکز دائرہ حق کرم اللہ وجہہ کی نہ تھی بالجملہ ہم یقین جانتے ہین کہ جناب مرتضی علی کرم اللہ وجہہ ہر حال مین حق (پر)
تھے اور جس نے آپ سے محاربہ ومناقشہ کیا اُسنے خطا کی غیر ازینکہ ان خطا وار لوگون کی خطا ماخوذ نہین ہے بوجہ اسکے کہ
یہ لوگ اہل علم واجتہاد تھے۔ قال القاری رحمہ اللہ ظاہر دلالت تو موجب ہے کہ جس نے امام المسلمین کا خون عمداً براہ فساد
بہایا اور اسکو قتل کیا اس سے قصاص لیا جاوے اور واضح ہو کہ صحابہ رضی اللہ عنہم یہ گمان نہین کرتے تھے کہ ان کمبخت باغیون نے جو
عثمانؓ کو گھیرا ہے یہ انکو شہید کرینگے اور ظاہر مین یہ باغی لوگ یہی کہتے تھے کہ ہم خلعت خلافت اُتارینگے یا ہماری یہ باتین منظور کرین
تو اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم یہ یقین نہ کرتے تھے کہ ایسے بڑے امام خلیفہ برحق وصحابی مکرم کا خون کرینگے اور باغی لوگ انکی بزرگی و
فضل وکمال کا صریح اقرار کرتے تھے آخر روز جس رات مین حضرت عثمانؓ شہید ہونگے اُس روز باغیونکے کلمات خونی سُنے
جاتے تھے اور حضرت عثمانؓ نے بھی خبر دی کہ مین نے رسول اللہ صلعم کو دیکھا آپ مجھے بشارت اپنے پاس آنیکی دیتے ہین اور آخر
ہوا ہوا پھر تو باغیون نے فساد عظیم برپا کیا اور آخر صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خوشامد کرکے امام بنایا اور چاہا کہ [illegible]
قتال کرین ولیکن وے صلح پر راضی ہوگئے ولیکن ہنوز انکے مددگار ومعاون بصرہ وکوفہ ومصر وغیرہ مین موجود تھے۔
پھر واضح ہو کہ مسلمانون کے لیے امام ہونا واجب ہے اور اسپر تمام امت کا اتفاق ہے اور یہ اہم واجبات سے ہے کیونکہ بہت سے
احکام شرعیہ امام پر موقوف ہین مانند جمعہ وعیدین وحدود اور اخذ اموال زکوٰۃ وعشور وغیرہ اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے
اسکو سب امور پر مقدم کیا حتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن پر مقدم کیا تاکہ امام المسلمین نماز جنازہ پڑھاوے اور
انتظام مستقیم رہے اور چاہیے کہ امام ظاہر ہو کہ لوگ اسکی طرف رجوع کرین اور وہ دار الاسلام کی حفاظت کرے اور
لشکرون کو آراستہ رکھے اور مفسدون سے بچاوے مسلمان آزاد عاقل بالغ صاحب شوکت وقدرت وشجاعت (ہو)
علم وعدالت وکفایت رکھتا ہو۔ اور نہین جائز ہے کہ مخفی ہو اور ظالمون ودشمنون کے ڈر سے پوشیدہ ہو اور ایسے
وقت کا انتظار کرے کہ جب میدان صاف ہو اور شر وفساد منقطع ہو اور عدل وانتظام لوگون مین قائم ہو کیونکہ
امام کی اسوقت کچھ حاجت نہین ہے بلکہ اسوقت حاجت ہے کہ جب ظلم وفساد زیادہ ہو چنانچہ اہل السنۃ والجماعۃ کے
نزدیک آخر زمانہ مین جب روے زمین ظلم وجور سے بھر جائیگی تو اُسوقت اللہ تعالی مہدی آخر الزمان کو پیدا کریگا
جو اولاد فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ہونگے اور وہ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دینگے جیسے ظلم وجور سے بھری تھی
برخلاف شیعہ فرقہ کے کہ جو کہتے ہین کہ امام حق بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علی بن ابی طالب پھر حسن بن علی
پھر حسین پھر علی بن الحسین پھر محمد باقر بن علی پھر جعفر صادق بن محمد پھر موسی کاظم بن جعفر پھر علی الرضا بن موسی
پھر محمد بن علی الرضا۔ پھر علی النقی بن محمد التقی پھر حسن عسکری بن علی۔ پھر انکے بیٹے محمد المہدی ہوئے یہی مہدی
آخر الزمان ہین لیکن انکے وقت مین دشمنون کا غلبہ تھا اور ظلم وجور زیادہ تھا تو اعداء کے خوف سے غار سرمن راے مین

مختفی ہو گئے پھر آخر زمانہ مین نکلینگے اور بعض نے دعوی کیا کہ قرآن بھی اپنے ساتھ لے گئے ہین - اور یہ سب ظنون باطل
وعقائد واہی ہین کیونکہ جب قرآن وہی لیگئے تو تمام مخادقات انسانی جو دنیا مین موجود ہر اس جہت سے معذور ہو کہ اسکو
کی کتاب گم ہر ولیکن یہ فتنہ ہوا رین عبد اللہ بن سبا نے اسواسطے اختراع کیا کہ مانند یہود و نصاری کے اہل اسلام
کے حق مین بھی یہ الزام قائم ہو کہ اِنکے پاس بھی کتاب الٰہی نہین موجود ہر ولیکن کچھ الزام قائم نہوا اسلیے کہ یہ فرقہ
تو بہت زمانہ پیچھے پیدا ہوا اور قرآن مجید تو اصحاب کبار رضی اللہ عنہم کے زمانہ بلکہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے
عہد مبارک سے سینون مین حفظ تھا اور لاکھون حافظ موجود اور کرورون نقل کرنے والے ہر زمانہ مین متواتر تھے اسی وجہ
سے کسی فرقہ کو یہ جرأت ہی نہوئی کہ اِس سبائی فساد کا کچھ بھی نتیجہ الزامی ہو سکتا ہر - پھر سواے حضرت علی کرم اللہ وجہہ
کے یا چھ مہینہ تک امام حسن رضی اللہ عنہ کے باقی ان ائمہ اطہارین سے امامت علم دین کی سواے امامت مسلمین
وخلافت مومنین کسی کو بالبداہت حاصل نہ تھی اور یہ دعوی کہ اِن بزرگون نے تقیہ کر لیا تھا بالکل بیکار ہر کیونکہ
فرض کرو کہ تقیہ کر لیا لیکن اِس سے حصول خلافت تو نہوئی - پھر امام مہدی کا مخفی ہو جانا اِسطرح کہ سواے فرضی
وجود کے کہین نام ونشان نہین ہر تقیہ کے باوجود اسکی کیا حاجت تھی کیونکہ اِس صورت مین تو ہونا و نہونا دونون
برابر ہر اور غایت یہ کہ اعداء کے خوف سے دعویٰ امامت نہ کرتے حالانکہ امام المسلمین سے تو کسی وقت چارہ
نہین ہر اور خصوص فساد کے وقت بہت زیادہ حاجت ہر - بالجملہ یہ اوہام اِسقدر ظاہر البطلان ہین اور اِسکے
مفاسد اِسقدر کھلے ہوئے ہین کہ زیادہ بیان کی حاجت نہین ہر - اور حق صریح اور اعتقاد صحیح یہ ہر کہ اللہ تعالیٰ
نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور آپ پر قرآن پاک نازل کیا اور آپ کے واسطے غیر الانبیاء
اصحاب کبار پسند کیے رضی اللہ عنہم اور آپ کا دین سب ادیان پر بذریعۂ خلفاے راشدین کے غالب کر دیا اور
قرآن مجید اہل ایمان کے سینون مین محفوظ فرمایا اور قیامت تک آپ کا دین غالب وباقی رکھا اور اہل ایمان
و اسلام اعتقاد مین مجتمع ہین اور جو پھوٹ گیا مانند خوارج وروافض وغیرہ کے وہ گمراہ ہر اور سواد اعظم بفضل الٰہی سے
اہل السنۃ والجماعۃ ہین پس لازم ہر کہ جو عقائد حقہ بیان ہوئے اِنپر دل سے مستقیم ہو واللہ یہدی من یشاء الی
صراط مستقیم - اب ایک بیان اور باقی رہا کہ ایک باب یہ کہ معصیت کا استحلال کفر ہو جاتا ہر پس لازم ہر کہ جب اللہ تعالیٰ
ایمان عطا فرماوے تو اِسکی حفاظت کرے اور کوئی ایسا امر نہ کرے جو کفر ہر پس مین نفیس فوائد کو شرح عقائد قاری
وغیرہ سے لکھتا ہون

باب اقوال وافعال کفر وانواع توبہ

جب قطعی دلیل سے کسی چیز کا معصیت ہونا ثابت ہو خواہ معصیت صغیرہ ہو یا کبیرہ ہو تو اِسکو حلال کر لینا کفر ہر
اِسی طرح اسکی استہانت کرنا یعنی حقیر وآسان سمجھنا بے پروائی کر کے مباحات کی طرح اسپر عمل کرنا کفر ہر اور اِسیطرح
شریعت حق سے استہزاء کرنا کفر ہر - شیخ ابن الہمام رح نے کہا کہ بالجملہ تحقق ایمان کے ساتھ چند امور کا اثبات

ملا ہوا ہے جنکے نہونے سے ایمان مین خلل ہوتا ہے یا نفاق مثلاً ایمان کے ساتھ لازم ہے کہ بت کے لیے سجدہ ترک کرے
اور کسی نبی کو قتل نہ کرے یا کسی نبی کی شان مین حقارت وخفت نہ کرے یا مصحف مجید یا کعبہ کی تحقیر نہ کرے۔
اسی طرح جس پر اجماع ہو اُسکو دین سے جانکر انکار کرنا کفر ہے اور ابن الہمام رح نے کہا کہ حنفیہ رحمہم اللہ نے ایسے شخص کی
تکفیر کی جس نے کسی فعل سنت کو بوجہ استخفاف کے برابر ترک کیا بسبب اسکے کہ سنتوں کو رسول اللہ صلعم نے بزیادت
کیا ہے یا کسی فعل سنت کو قبیح خیال کیا مثلاً کسی نے اپنے عمامہ کا جوڑ حلق کے نیچے کیا یا مونچھین خوب کتر دین۔
قال القاری اسی واسطے امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ آپ نے ذکر کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوکی کو محبوب
رکھتے تھے تو ایک نے کہا کہ مین تو اسکو نہین محبوب رکھتا ہون پس امام ابو یوسف رح نے اسکے مرتد ہونے کا حکم کیا
مترجم کہتا ہے کہ شاید وجہ حکم ارتداد کی ساتھ واستخفاف ہے جو اس کہنے والے کے کلام مین ہوگا جسکو راوی نے
نقل نہ کیا بر تقدیریکہ یہ روایت صحیح ہو ورنہ خالی پسندیدگی پر یہ حکم مشکل ہے کیونکہ کسی چیز کی پسند طبعی ایک تو غیر اختیاری
ہے جیسے اپنی عورتون مین سے کسی سے محبت زیادہ ہونا اور کسی سے کم ہونا غیر اختیاری ہے اور اسمین آدمی معذور
ہے کما صح فی الحدیث اور یہی ائمہ کا مختار ہے اور دوم پسند بوجہ پسندیدگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور یہ لازم ہے
پس ظاہر یہ کہ اس شخص نے اسی کا استخفاف کیا۔ پھر واضح ہو کہ فقہا نے ہر قسم کے کلمات کفر جنسے آدمی مرتد ہو جاتا
ہے فصل فصل کرکے جمع کردیے ہین۔ اور یہان دو مقام ہین ایک یہ کہ ان کلمات کفر یا برتاؤ کفر سے کہنے والے یا فعل
کرنیوالے کا کیا حال ہے دوم یہ کہ مفتی سے جب فتوی پوچھا گیا تو اسنے موافق سوال کے حسب شریعت فتوی دیا
پس شیخ ابن الہمام وعلی قاری وغیرہ نے نقل کیا کہ جو استفسار و مسئلہ متعلق بکفر ہو اگر اسکے ننانوے احتمال کفر
کے ہون اور ایک احتمال ایسا ہو کہ جس سے کفر کی نفی ہوتی ہے تو مفتی وقاضی کے واسطے یہی اولی ہے کہ اسی احتمال پر
عمل کرے جس سے کفر لازم نہین آتا کیونکہ ہزار کافرون کے باقی چھوڑنے مین اگر خطا ہو جاوے تو اس سے بہتر
ہے کہ ایک مسلمان کو فانی کردے۔ اقول مفتی کا یہ عمل اسوقت نافع ہوگا کہ سائل اسی پر ہو ورنہ وہ توبہ کرے۔
اور قاری رح نے کہا کہ واضح رہے کہ تکفیر کا باب ایسا ہے کہ اسکو کھولنے مین محنت عظیم و فتنہ جسیم ہے اور مخالفت در
اور دلائل متعارض ومتناقض ہین اور لوگ اس باب تکفیر مین تین مرتبہ پر ہین انانجملہ ایک گروہ کہتا ہے کہ اہل قبلہ
مین سے ہم کسی کی تکفیر نہین کرتے ہین پس یہ گروہ تو تکفیر کی بالکل نفی کرتا ہے باوجودیکہ ہم جانتے ہین کہ اہل قبلہ مین
منافق بھی ہین جو یہود ونصاری سے زیادہ اسلام مین مضر ہین اور بعض انہین سے موقع پاکر ظاہر کردیتا ہے پھر تکفیر
کی نفی عام کیونکر صحیح ہوگی علاوہ ازین مسلمانون کے درمیان اس بارہ مین خلاف نہین کہ اگر کوئی شخص تمام
واجبات ظاہرہ متواترہ سے اور محرمات ظاہرہ متواترہ سے انکار کرے تو اس سے توبہ کرائی جاوے اگر توبہ
کرلے تو بہتر ورنہ وہ کافر مرتد قتل کیا جاویگا۔ اور اسی وجہ سے بہت سے امامون نے اس کلمہ سے انکار کیا
کہ ہم کسی اہل قبلہ کی تکفیر نہین کرتے بلکہ صواب یہ رکھا کہ ہم ہر گناہ پر تکفیر نہین کرتے ہین برخلاف خوارج کے جو
ہر گناہ پر تکفیر کرتے ہین پس حاصل تین فریق ہوئے ایک خوارج جو ہر گناہ پر تکفیر کرتے ہین دوم جو کسی گناہ پر

اہل قبلہ کی تکفیر نہین کرتے ہین سوم متوسط کہ خاص وجوہ مین تکفیر کرتے ہین - مترجم کہتا ہو کہ اگر کہا جاوے کہ امام ابو حنیفہ
نے کہا کہ ہم اہل قبلہ مین سے کسی کی تکفیر نہین کرتے ہین خواہ کوئی گناہ کرے بشرطیکہ گناہ کو حلال نہ کرتا ہو - اور
اسی کے مانند شافعی رح سے مروی ہو - قاری رح نے کہا کہ شارح عقائد نے لکھا کہ ایک انکا یہ قول عدم تکفیر اہل قبلہ
اور دوسرا قول یہ کہ جو قرآن کے مخلوق ہونے کو یا دیدار باری تعالی آخرت مین محال ہونے کو اعتقاد کرے یا
شیخین رضی اللہ عنہما کو تبرا کرے یا انپر لعنت کرے تو کافر ہو تو ان دونون قول مین جمع کرنا مشکل ہو اور ایسا ہی شارح
مواقف نے کہا کہ جمہور متکلمین و فقہا اس بات پر ہین کہ اہل قبلہ مین سے کوئی تکفیر نہ کیا جاوے اور کتب فتاوے
مین مذکور ہو کہ شیخین رضی اللہ عنہما پر تبرا کرنا کفر ہو اور ایسے ہی انکی امامت کا انکار کفر ہو اور شک نہین کہ ایسے مسائل
درمیان جمہور مسلمانون کے مقبول ہین پس ان دونون قول مین صورت جمع بیان کرنا مشکل ہو انتہی - اور قاری رح نے
اس اشکال کو اسطرح دفع کیا کہ جمہور متکلمین کا اتفاق ہو کہ اہل قبلہ کی تکفیر نہ کیجاوے یہی ماخوذ ہو اور جو فتاوی مین نقل کیا
یہ نقل بدون اظہار دلائل کے اور بدون بیان نام قائل کے صرف ناقل سے حجت نہین ہوسکتی ہو کیونکہ مسائل اعتقادیہ
مین مدار دلائل قطعیہ پر ہو - اور شیخ ابن الہمام رح نے فتح القدیر مین اس طریقہ سے جواب دیا کہ واضح ہو کہ بعضے اہل بدعت
کا کفر ذکر کیا باوجودیکہ امام ابو حنیفہ و شافعی سے تمام اہل بدعت کی عدم تکفیر اہل قبلہ کی ثابت ہو تو محمل اسکا یہ ہو کہ جس امر
معتقد پر کفر کا حکم ہو معنی یہ کہ یہ معتقد بذات خود کفر ہو تو جو کوئی اسکا قائل ہو وہ کفر کا قائل ہو اگرچہ اسکی تکفیر بنا بر این
نہ کیجاوے کہ اسنے طلب الحق مین اپنی حد بھر کوشش کی اسکو یہی معلوم ہوا لہذا تکفیر نہ کیجاوے پھر ایک مشکل ہو کہ
ائمہ نے یہ جزم کیا کہ ایسے شخص کے پیچھے نماز باطل ہو تو اسکا جواب یہی ہوسکتا ہو کہ شاید باطل ہونے سے مراد یہ کہ
حلال نہین ہو تو اس سے انکے پیچھے نماز صحیح ہوسکتی ہو اگرچہ ایسا کرنا حلال نہوا اور اگر یہ مراد نہ لیجاوے تو مشکل ہو انتہی
قاری رح نے کہا کہ نماز باطل ہونے کا حکم احتیاطی ہو جیسے فقہا نے کہا کہ حجر کا استقبال کرکے نماز باطل ہو حالانکہ
انکو یہ جزم نہین کہ حجر خارج کعبہ ہو بلکہ طواف کعبہ مین حکم دیا کہ حجر کے ورا سے طواف واجب ہو یعنی حجر کو داخل طواف
کرنا چاہیے - قال المترجم استقبال قبلہ مین حجر کا قبلہ سے ہونا یقینی نہین ہو تو مظنون کا قبلہ کرنا نہین جائز ہو لہذا
بطلان نماز بوجہ اسکے ہو اور طواف مین مظنون کو داخل کرلینا احتیاط ہو پس قاری رح نے برعکس کردیا والسلام
مع ہذا چاہیے کہ کہا جاوے کہ اہل اہوا کی تکفیر معلوم ہو ولیکن ایک قسم کا ظن معارض ہو لہذا تکفیر نہین کیجاتی ہو
اور مترجم کہتا ہو کہ مروی امام ابو حنیفہ رح سے عدم تکفیر ہو اور تکفیر تفصیل یعنی منسوب بکفر کرنا ہمیں ظاہر یہ ہو کہ ہم ان لوگون
کو کافرون مین اصطلاح داخل نہین کرتے کہ انکو کافرون کی طرف منسوب کردین پس یہ بچند وجوہ احوط ہو ایک تو گمان
معارضہ دوم فتنہ برپا نہونا جس سے بہت فساد پیدا ہوتے ہین سوم احتیاط در ابقا ہو نہ در اخراج - پھر یہ سب اُس
ہو کہ اہل قبلہ مین سے ہو یعنی وہ قبلہ کے لوگون سے ہو - قاری رح نے لکھا کہ مراد اہل قبلہ سے وہ لوگ ہین کہ جو امور
دین کی ضروریات سے ہین جیسے عالم کا حادث ہونا اور بدنون سے حشر ہونا اور اللہ تعالی کا ہر ایک کلیات و جزئیات
کا عالم ہونا اور مانند اسکے مسائل مہمات مین سے کسی کا انکار نہ کرتا ہو - قول اور مواقف وغیرہ مین ہو کہ ضروریات

دین سے وہ عقائد واعمال مراد ہین جو عام طور پر دین مین ہون جو ہر شخص کو معلوم ہین جنمین کچھ استخراج واستنباط کی ضرورت
نہین ہو۔ بحر فاری رح نے کہا کہ جو کوئی تمام عمر اپنی طاعات وعبادات مین صرف کرے مگر وہ عالم کے قدیم ہونے کا
یا حشر جسمانی کے نفی کا یا اللہ تعالی کے علم جزئیات کا منکر ہو تو وہ اہل قبلہ مین سے نہین ہو۔ اور یہ بھی واضح ہو کہ
اہل قبلہ کی تکفیر نہ کرنے سے اہل سنت والجماعہ کے نزدیک یہ مراد ہو کہ اہل قبلہ کی تکفیر اسوقت تک نہ کیجاوے
جب تک اس سے کوئی ایسی چیز نہ پائی جاوے جو کفر کی علامت ودلیل ہو اور کوئی فعل موجب کفر صادر نہو۔ جب یہ معلوم
ہوا تو جاننا چاہیے کہ ان ضروریات کے حتق اہل قبلہ مین بعض دیگر اصول مین اختلاف ہو جیسے مسئلہ صفات باری تعالی
واعمال کا پیدا کرنا اور عموم ارادات اور کلام الہی کا قدیم ہونا اور دیدار آخرت اور مانند اسکے دیگر مسائل حالانکہ عقل انمین
صرف یہی جائز رکھتی ہو کہ حق صرف ایک ہی ہو سکتا ہو۔ پھر اس حق سے جو مخالف ہوا یا کافر ہو یا نہین تو شیخ ابو الحسن
اشعری وانکے اکثر اصحاب اسطرف گئے ہین کہ وہ کافر نہین ہو اور اسی طرف امام شافعی رح کا قول مشعر ہو کہ ہم اہل ہوا
کی گواہی رد نہین کرتے سوائے فرقہ خطابیہ کے کہ وہ کذب کو حلال سمجھتے ہین اور منتقی مین امام ابو حنیفہ رح سے ذکر
کیا کہ ہم اہل قبلہ مین سے کسی کی تکفیر نہین کرتے اور اسی پر اکثر فقہا ہین۔ اور ہمارے بعض اصحاب نے حق سے
مخالفت کرنے والون کو کافر کہا ہو۔ اور امام رازی رح نے یہ اختیار کیا کہ اہل قبلہ مین سے کسی کی تکفیر نہ کرین بعض
نے قول تکفیر اور قول عدم تکفیر کا جواب یہ دیا کہ تکفیر نہ کرنا متکلمین کا مذہب ہو اور تکفیر کرنا فقہا کا مذہب ہو پس دونون
قول ایک ہی جماعت کے نہین ہین اور یہ بھی جواب ہو سکتا ہو کہ تکفیر کا قول بدین معنی ہو کہ قریب بکفر ہین جیسے قولہ
علیہ السلام من ترک الصلوۃ متعمدا فقد کفر۔ پس تاویل ہمارے نزدیک یہی ہو کہ قریب بکفر ہو گیا جس نے عمدًا
نماز چھوڑی۔ ومدار قول دوم عدم تکفیر کا شان قبلہ کا احترام ہو پس یہ لوگ فی الجملہ اہل قبلہ ہین اور ہمارے ساتھ موافقت
کرتے ہین۔ مترجم کہتا ہو کہ یہان دو لفظ ہین اکفار کافر کرنا۔ اور تکفیر کفر کی طرف نسبت دینا۔ اور فتاوی وغیرہ کے
باب ارتداد مین یکفر لکھا ہو تو علماء نے اختلاف کیا کہ یکفر بضم اول وسکون ثانی از اکفار ہو کافر کرنا اور اسی کو
شامی رح نے مرجح قرار دیا ولیکن میرے نزدیک انسب یہ ہو کہ بضم اول وفتح دوم وتشدید سوم از تکفیر کہا جاوے
کیونکہ اس صورت مین وفاق زیادہ ہو جیسا کہ شیخ ابن الہمام نے توفیق دی کہ جن افعال کا کفر بیان کیا گیا مراد یہ ہو
کہ یہ افعال کفریہ ہین اور انکا فاعل ایسی چیز کا فاعل ہو جو کفر ہو تو وہ منسوب بافعال کفر ہوا اور ہم اسکو کافر نہین کہتے
ہین وعلی ہذا حدیث من ترک الصلوۃ متعمدا فقد کفر۔ مین بھی یہ تاویل بہت معقول ہو کہ تارک صلوۃ نے وہ فعل
کیا جو کافرون کا فعل ہو اور ہم اسکو کافر نہین کہتے کیونکہ دوسری حدیث مین مصرح ہو کہ فرق ہمارے ومشرکین کے
درمیان یہی نماز ہو پس جس نے نماز نہ پڑھی اسنے وہ کام کیا جو مشرکین کی حالت سے پیدا ہوتا ہو پس صورت مین کافر
ہوا وعلی ہذا جمیع روایات جو اس باب مین ہین متوافق ہوتے ہین۔ خلاصہ اس کلام کا یہ ہو عدم تکفیر کا قول جو امام اعظم
وشافعی وغیرہم سے مروی ہو اسکے معنی یہ ہین کہ ہم باطنی کفر پر جزم نہین کرتے ہین اور فقہا بلکہ ائمہ سے جو تکفیر مروی
ہو اسکے معنی یہ ہین کہ یہ قول وفعل کفریہ ہین تو اس قول وفعل کا قائل وفاعل منسوب بقول وفعل کفر ہو اور یہی

تکفیر ہو یعنی ظاہری تکفیر ہو پس عدم تکفیر از راہ باطن ہو اور تکفیر از راہ ظاہر ہو لہذا اگر ایک شخص نے بدون نیت و
اعتقاد کے زبان سے یا جوارح سے کوئی فعل جو کفر کی خصوصیات مین سے ہو کیا اور اسکی جورو نے نکاح باطل
ہونے کا دعوی کیا تو قاضی حکم دیگا اور اسکی نیت کی تصدیق نہوگی حالانکہ وہ باطن مین کافر نہین ہو وبرعکس اسکے
اگر کسی شخص نے ان افعال مین سے کوئی فعل کیا جو کفر ہین اور ایک وجہ سے کفر رفع ہوتا ہو ولیکن اس شخص فاعل
کی نیت درحقیقت وہی ہو جو کفر ہو تو مفتی و قاضی اسی جہت پر عمل کریگا جس سے ارتداد و کفر رفع ہوتا ہو تو ظاہری تکفیر
نہوئی ولیکن باطنی تکفیر ہو پس مترجم کے نزدیک ائمہ مجتہدین و فقہاء و متکلمین سب مین اتفاق ہو اور متکلمین چونکہ باطنی
عقائد سے بحث کرتے ہین لہذا انھون نے کہا کہ ہم اہل قبلہ مین سے جبکہ وہ اہل درحقیقت ہو کسی کی تکفیر نہین کرتے ہین
جب تک کہ وہ صریح کفر نہ کرے اور یہی ائمہ مجتہدین کی مراد باب عقائد مین ہو کیونکہ عدم تکفیر کا قول مثلاً امام ابوحنیفہ رحمہ
فقہ اکبر مین مروی ہو پس اعتقاد باطنی کی راہ سے تکفیر نہین کرتے الا آنکہ صریح واضح کفر ہو اور حدیث صحیح مین اگرچہ بسم
آحاد مروی ہو وارد ہو الا ان تروا کفرا بواحا عندکم - یعنی اس صورت مین تکفیر کرو کہ جب کھلا ہوا ظاہر کفر اپنے نزدیک
اعتقاد کرو پس معلوم ہوا کہ تکفیر ایک از راہ ظاہری ہو تو وہی جو فتاوی مین فقہاء سے مذکور ہو اور تکفیر ایک براہ
باطنی ہو اور یہی جو اعتقاد مین ائمہ مجتہدین و متکلمین سے مروی ہو لیکن یہ انتہاء کلام ہو جو مترجم کو ظاہر ہوا واللہ تعالی
بالصواب - قاری رح نے ملحقات شرح فقہ اکبر مین بہت سے الفاظ و مسائل ذکر کیے جنکے حکم مین فقہاء رحمہم اللہ تعالی
نے تکفیر کا حکم لکھا ہو ولیکن مترجم انکو اپنے موقع پر ترجمہ کتاب مستطاب ہدایہ مین ذکر کریگا انشاء اللہ تعالی ولیکن
ان گناہون اور ذنوب سے توبہ کی بحث اس مقام سے نقل کرتا ہون - قاری رح نے لکھا کہ واضح ہو کہ توبہ کا قبول
کرنا اللہ تعالی پر عقلاً واجب نہین ہو بلکہ یہ قبول اسکی طرف سے فضل کی راہ سے ہوتا ہو اور فرقہ معتزلہ جماعت مومنین
سے خارج ہو کر مخالفت کرتے ہین کہ واجب عقلی ہو - پھر عقلی بحث چھوڑ کر اب شرع مین کلام یہ ہو کہ شرع مین قبول
واقع ہونا کیونکر ہو تو ایک قول یہ ہو کہ قبول اللہ تعالی کی درگاہ سے امید کیا گیا ہو مگر اسپر قطعی جزم نہین کیا جائیگا اور
اسی پر دلالت کرتا ہو قولہ تعالی ویتوب اللہ علی من یشاء - پس توبہ کو مشیت پر معلق کیا لہذا جن لوگون نے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد مین نکلنے سے تخلف کیا تھا انکی توبہ قبول ہونے مین تاخیر ہوئی اور قول اول مین
فرمایا - وآخرون مرجون لامر اللہ اما ان یعذبہم الآیہ - یعنی اللہ تعالی کے حکم کے لیے تاخیر دیے گئے ہین - باوجودیکہ
کہ انکی توبہ اخلاص کے ساتھ تھی اور شدت سے روتے اور سخت نادم تھے - مترجم کہتا ہو کہ توبہ الٰہی بندہ پر یہ ہو کہ اسکو
توفیق توبہ کی دی اور اسکی نصرت فرمائی اور مخذول و خوار نہین چھوڑا پس یہ بالقطع اللہ تعالی کی مشیت پر ہو اور
رہا یہ کہ بندہ توبہ کرے تو یہ بعد اللہ تعالی کی توبہ کے ہوتا ہو یعنی آنکہ توبہ کے معنی رجوع کے ہین پس اللہ تعالی نے
بندہ پر رجوع فرمایا یعنی اسکو توفیق دی تو اسکے بعد بندہ توبہ کرتا ہو اور جب تک یہ نہو تب تک بندہ کا ربانی توبہ کرنا
خالی از ندامت و شرائط قلبی ہوتا ہو فافہم - پھر یہ سب جو مذکور ہوا افعال معاصی کی توبہ مین ہو بخلاف کفر سے توبہ
کرنے کے کہ وہ قطعی فوراً قبول ہوتی ہو کیونکہ ہمنے اسکو اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم و سلف صالحین رحمہم اللہ تعالی سے

معلوم کر لیا تو کیونکہ وے اللہ تعالی کی طرف راغب کرتے اور توبہ کافر قبول ہونے کا قطعی حکم کرتے تھے مع تمام
معاصی کے معاف ہونے کے کذا ذکرہ القونوی - مترجم کہتا ہے کہ فرق تحقیقی ان دونوں باتوں میں یہ ہے کہ کفر سے توبہ امر
جزمی بعقائد ایمان ہے بوجہ یقین اجماعی اس امر کے کہ اگر جزم بعقائد ایمانی نہو تو نفاق و کفر باقی ہے پس جب دلی جزم ہوا تو
وہ توبہ قطعی ہو گئی کیونکہ اللہ تعالی نے فرمایا - ماکان لنفس ان تومن الا باذن اللہ یعنی کسی نفس سے ممکن نہیں ہو سکتا
کہ ایمان لا دے مگر باذن الٰہی - تو جب وہ ایمان لایا تو قطعی اذن الٰہی سے ہوا پس توبہ از کفر قطعی قبول ہونا معلوم ہے
برخلاف توبہ از عمل معصیت کہ وہ جزم اعتقادی نہیں ہے پس جزم قلبی سے خلو ممکن ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ جزم قلبی کے
باوجود اس معصیت کے شرائط قدری سے ہو کہ کسی قدر سزا اسکو دیجاوے اگرچہ آخرت کی سزا سے معافی ہو یا تاثیر میں
ابتلاء و امتحان ہو کیونکہ اسمین کوئی اعتقاد نہیں ہے حتی کہ اگر مثلاً معتزلی اپنے کسی اعتقاد ضلالت سے توبہ کرے اگرچہ
وہ کفر نہو وہ توبہ قبول ہے جبکہ اعتقاد ضلالت زائل اور اعتقاد حق آگیا ہو کیونکہ جب جزم نہو تو اعتقاد ہی نہو گا فافہم واللہ تعالی
اعلم - قاری رح نے کہا کہ سلف رح جو اپنے نفوس کی توبہ قبول ہونے پر جزم نہیں کرتے تھے تو اس معنی میں کہ توبہ کے
شرائط حاصل ہو جانے پر انکو جزم نہ تھا کیونکہ یہ شرائط بہت ہیں بخلاف کفر سے توبہ کے کیونکہ ظاہر میں اعتبار مجرد اقرار
کا ہے تو جب اقرار کیا تو ہمنے جزمی حکم دیا کہ قبول ہوئی واللہ اعلم - اقول یہ تو اسوقت ہو کہ کلام ظاہری توبہ میں ہو تو حکم
قبولیت کا بحسب ظاہر ہے اور جب کلام حقیقی توبہ میں ہو تو واللہ اعلم تحقیق وہی ہے جو گذرا یعنی جزم اعتقاد پر توبہ قبول یعنی
یقین ہو اور عمل قلب ہونے پر توبہ قبول ہے ولیکن بوجہ معارضہ نفس و وہم کے اپنے اوپر اعتماد نہیں لہذا خواجہ حسن بصری رح نے
فرمایا کہ لایخافہ الا مومن ولا یامنہ الا منافق یعنی خائف نفاق سے وہی ہو گا جو مومن ہے اور نڈر نفاق سے وہی ہو گا جو منافق
ہے بالجملہ نفس کی طرف سے مکر کا خوف ہے اور خوف مکر سے مطمئن ہونا کفر ہے - عمدۃ النسفی میں ہے کہ جس نے ایک کبیرہ گناہ
سے توبہ کی حالانکہ وہ دوسرے کبیرہ گناہ کا ارتکاب کرتا ہے تو اول کبیرہ سے توبہ صحیح اور اسپر ماخوذ نہو گا کفار کی جزا
دائم ہے اور مومن کے گناہ کی سزا ختم - شیخ امام ابو منصور ماتریدی رح نے کہا کہ کفر ایک مذہب ہے اور مذہب جزم ہے ہمیشہ
کے لیے لہذا کافر و مشرک دائمی جہنم میں ہے بخلاف اسکے مومن کا ارتکاب کبیرہ کو برا جاننے کے باوجود لوا غلبہ نفس سے
مرتکب ہوا - بغرض دوام تو عذاب بھی دوام نہیں ہے - امام طحاوی رح نے کہا کہ محسنین مومنین کے لیے ہمکو امید ہے کہ
اللہ تعالی عفو کر کے اپنی رحمت سے جنت میں داخل کرے - پھر جو کافر اسلام لا دے اسکے سابق گناہ عفو ہو جاتے
ہیں الا ان گناہوں کے واسطے دوسری توبہ کی ضرورت نہیں ہے - سوائے توبہ کوئی چیز ایسی نہیں کہ جمیع معاصی سے
پاک کرے پس توبہ ایک نعمت عظمی ہے - قال القاری رح علماء نے تصریح کی کہ ارکان توبہ کے تین ہیں اول رکن تو
گذشتہ پر ندامت ہے دوم فی الحال اس گناہ سے بالکل الگ ہونا - سوم آیندہ کے لیے عزم کہ عود نہ کرونگا -
انعال جسمیں تقصیر واقع ہوئی اگر خالص حقوق الٰہی ہیں مثلاً شراب پی تو اس سے توبہ کرے یا نماز ترک کی تو عزم کرے
کہ آیندہ ایسا نہ کرونگا اور جو نمازیں قضا ہوئیں انکو پورا کرے اور اگر مرتکب از حقوق العباد ہیں تو دیکھنا چاہیے کہ
یہ حقوق اگر مالی ہوں تو اللہ تعالی سے توبہ کرنے کے ساتھ یہ بھی ضرور ہے کہ مالی ذمہ سے پاک ہو خواہ اسطرح کہ یہ مال اسکا

لوگون کو یا اُنکے وکیل یا وارث کو دیدے اور اگر میسر نہو تو ادا کی نیت سے بقدر مال کے فقیرون کو دیدے اور اللہ تعالی سے توبہ کرے تو معذور ہوگا کمافی القنیہ اور اگر کوئی چیز بقدر اُن اموال کے اندازہ کرکے صدقہ کردے تو ذمہ سے چھوٹ جائیگا کمافی القنیہ ایضاً- فتاوی قاضی خان سے ظاہر ہوا کہ یہ صدقہ اللہ تعالی کے نزدیک ودیعت ہوگا کہ قیامت مین اسکے خصوم کو پہونچا دیا جائیگا اور اگر ذمی وکافر کا مال ہو تو آدمی اسکے عوض قیامت مین معذب ہوگا کیونکہ ذمی کی طرف سے عفو کی امید نہین ہے- ایک کے ذمہ دوسرے کے حقوق مالی آتے ہین اسنے کہا کہ جو تیرے حقوق مالی مجھپر ہین اُنسے بری کردے اور تفصیل نہ کی- اُسنے بری کیا تو محمد بن سلمہ رح نے کہا کہ سب سے بری الذمہ ہوجائیگا فقیہ ابو اللیث رح نے کہا کہ یہ حکم دنیاوی ہے یعنی پھر محکمۂ قضا مین کچھ دعوی نہین ہو سکتا- اور شیخ نصیر رح نے کہا کہ اسی قدر سے بری ہوگا جسقدر اسکے گمان مین آیا ہے فقیہ رح نے کہا کہ یہ حکم آخرت ہے اور خلاصہ مین کہا کہ حکم دیانت مین امام محمد رح کے نزدیک کل سے بری نہوگا اور امام ابو یوسف کے نزدیک کل سے بری ہوگا اور اسی پر فتوی ہے اور حکم قضا مین بالاتفاق سب سے بری ہوگا- قاری رح نے کہا کہ یہ فتوی خلاف مختار ابی اللیث رح ہے- فقیہ ابو اللیث رح نے کہا کہ غیبت کرنیوالون کی توبہ کو بعض نے کہا جائز ہے اور بعض نے کہا کہ نہین جائز ہے اور ہمارے نزدیک دو صورتین ہین اگر اسکو نہین پہونچی جسکی غیبت کی تو چاہیے کہ استغفار کرے بعزم آنکہ اب ایسا نہ کرونگا اور اگر پہونچ گئی تو اس سے معاف کرالے- ابن العجمی نے کہا کہ اگر اس سے بیان کرنے مین فتنہ ہو تو فقط استغفار کرے- روضۃ العلماء مین ہے کہ زانی نے اگر توبہ کی تو بھی قبول ہوگی اور اگر کسی پر بہتان باندھا تو اسکی توبہ تین باتون پر موقوف ہے- اول جنکے سامنے بہتان باندھا اُنسے کہے کہ مین نے یہ بہتان کیا تھا دوم جسکے حق مین بہتان کیا اُس سے جاکر عفو چاہے سوم اللہ تعالی سے توبہ کرے- جسکی غیبت کی ہے جب وہ معاف کرے تو اسکے واسطے بڑا ثواب ہے- ملتقط مین ہے کہ ایک کا دوسرے پر قرضہ آتا ہے اور قرضدار کو ادا کرنے کی استطاعت نہین تو قرضخواہ کے حق مین قرضدار پر باقی رکھنے سے بہت اچھا یہ ہے کہ اُسکو عفو کردے- باہم سخت کلامی کرنے والون مین ہر ایک پر دوسرے سے استحلال واجب ہے- کرمانی رح نے منسک مین کہا کہ جب صحیح توبہ کی تو وہ رد نہین بلکہ قطعی مقبول ہے لقولہ تعالی وھو الذی یقبل التوبۃ عن عبادہ الایہ- اور کسی کو یہ کہنا جائز نہین کہ صحیح توبہ کا قبول ہونا اللہ تعالی کی مشیت پر ہے کیونکہ یہ قول محض جہالت ہے کہنے والے پر کفر کا خوف ہے انتہی غزالی رح نے کہا کہ شک اسکو اپنی توبہ کے صحیح ہونے مین ہو سکتا ہے اور صحیح توبہ تو سوا مقبول ہونے کے رد نہین ہے- آمدی رح کے کلام مین ہے کہ زانی کا آلہ تناسل اگر کٹ گیا یا مرض الموت مین گرفتار ہوا تو اُسکی توبہ باجماع سلف مقبول ہے اور اگر کوئی ایسے مرض مین پڑا کہ آیندہ اسکو اپنی عاجزی کا یقین ہے تو بھی باجماع سلف اسکی توبہ گذشتہ پر قبول ہے پس جو مقاصد مین عدم قبول پر اجماع لکھا وہ معتبر نہین ہے- خلاصہ مین لکھا کہ توبہ وقت یاس کے قبول ہے ایمان نہین قبول ہے یہ روایت مخالف درایت ہے اور صحیح یہ کہ توبہ یاس بھی قبول نہین کی قاری رح نے کہا کہ ہر شخص پر واجب ہے کہ کفریات کو مفصل معلوم کرے کیونکہ اعتقادات تو مجمل بھی کافی ہین اگرچہ مفصل اولی ہے لیکن کفریات مین مفصل جاننا ضرور ہے خصوص امام ابو حنیفہ رح کے مذہب مین- اسی واسطے کہا گیا کہ اسلام مین

داخل ہو جاتا تو آسانی سے میسر ہو مگر ایمان کو سلامت رکھنا مشکل ہی - مترجم کہتا ہی کہ یہ کلام ظاہرا ایسے بزرگ کا ہی کہ انکو
ایمان کی نعمت بے انتہا معلوم ہو گئی تھی تو وہ اسکو خطرات سے بھی بچانے تھے اور حق یہ ہی کہ ایمان مشکل ہی اور جب
یہ بیش دولت حاصل ہو گئی تو اسکو برباد نہ کرے اور رہا گناہوں کا حال تو وہ کفر و شرک وغیرہ سب سے آسان ہی
مگر عمداً اس دولت ایمان کو کھونا خسارہ عظیم ہی کیونکہ کافر و مشرک نے تو یہ نعمت نہ پائی اور مرتد نے پاکر کھو دی لہذا کفر
سے احتیاط ضروری ہی - مترجم اقوال و افعال کفریہ مین سے جن پر اعتماد ہی بعض نقل کرتا ہی تاکہ ان سے اجتناب میسر ہو
واللہ تعالی ھو الموفق - اگر حرام کو اس راہ سے کہ حرام ہی حلال کرلے یا حلال اعتقاد کرے بدون اجازت شرعی
کے تو کافر ہی اور اگر کسی حرام مثلاً شراب خواری کی تمنا کرے کہ یہ حرام نہوتا یا روزہ فرض نہوتا کیونکہ اسپر مشقت پڑتی ہی
تو اسکی تکفیر مین مقام تامل ہی - مترجم کہتا ہی کہ تامل ضرور چاہیے کیونکہ تمنا یہان خود متضمن ہی کہ اسنے حرام ہونا شراب خواری
کا مانا اور فرض ہونا روزہ کا مانا اور یہ عین ایمان ہی اور حکمت مخفی سے جاہل رہا حتی کہ علماء کو بوجہ اختفار کے تامل ہی
تو تکفیر خطر ہی سوا اسکے کہ جہل اسکا اور بے علمی کے ساتھ احکام شریعت مین دخل دینا اسکے ذمہ گناہ ہین واللہ تعالی اعلم
اپنی جورو سے حالت حیض مین وطی حلال کرلی تو نوادر مین امام محمد سے روایت ہی کہ تکفیر نہوگی یہی صحیح ہی - اپنی جورو سے
لواطت یعنی دبر مین وطی کرنے کے استحلال سے تکفیر نہین اور یہی اصح ہی - جس نے اللہ تعالی کی شان مین ایسی بات
بیان کی جو اسکی شان کے لائق نہین یا اسکے کسی نام پاک سے تمسخر کیا یا اسکے کسی حکم معلوم سے تمسخر کیا یا اسکے وعدہ
ثواب سے یا وعید عذاب سے انکار کیا تو کافر ہی قال المترجم جیسے نصرانی نے بیٹا یا جورو کا بہتان کیا تو کفر ہی اور حکم
کی قید معلوم اسواسطے لگادی کہ اسکو قطعی اسکا حکم معلوم ہو وعلی ہذا وعدہ و وعید بھی قطعی ہو - اگر اپنی ذات کے کفر پر راضی
ہوا تو کفر ہی - اگر سو برس بعد کافر ہونے کا ارادہ دل مین لایا بالفعل کافر ہو گیا - اگر نیت کی کہ ردی نہ ملیگی تو نصرانی
ہو جاؤنگا تو بالفعل کافر ہو گیا - قاری رح نے نقل کیا کہ اگر سوائے قبلہ کے دوسری طرف کو یا بغیر طہارت کے عمداً
نماز پڑھے تو تکفیر ہوگی اگرچہ اتفاق سے قبلہ کی طرف پڑ جاوے یا وہ طہارت سے ہو - اقول قاری رح نے یہ مسئلہ
دوسرے مقام پر فتاوی صغری و جواہر سے نقل کیا اور اعتراض کیا کہ یہ کفر نہین ہو سکتا مگر آنکہ یہ کہا جاوے کہ
کفر کا حکم اسوقت ہی کہ اسنے جواز کا اعتقاد کرکے کیا ہو یا بطور استہزار کے کیا ہو - اور محیط مین ہی کہ جس نے غیر قبلہ
کی طرف متعمداً نماز پڑھی تو امام ابو حنیفہ رح نے کہا کہ وہ کافر ہی جیسے استخفاف کرنے والا ہوتا ہی اور اسی کو فقیہ ابو اللیث
نے لیا ہی اور یہی حکم بغیر طہارت کے نماز پڑھنے کا ہی یعنی جبکہ عمد سے استحلال کرے تو کافر ہی ورنہ معصیت فرد ہی - اگر
سلطان زمانہ کو عادل کہا تو کفر ہی یعنی جور کا مقابل عدل مراد لیا تو کفر ہی - اقول یہ تو اس سلطان کا حکم ہی جو مسلمان ہی
اور اگر کافر ہو تو بدرجہ اولی کفر ہی - مترجم کہتا ہی کہ تکفیر مین زیادہ تامل کی حاجت ہی کیونکہ عدل کے دو مفہوم ہو گئے
ہین ایک حقیقی کہ وہ تو عدل شرعی ہی اور دوم مجازی پس اگر اسنے حقیقت مراد لی تو خلاف اللہ تعالی و رسول صلی اللہ
علیہ وسلم کے ہونے سے کفر ہی اور مجازی مراد سے کفر مین تامل ہی اگرچہ معصیت سخت ہی - قاضی عضد رح نے
شرح مواقف مین کہا کہ اہل قبلہ مین سے کسی کی تکفیر نہ کیجاوے الا ایسی صورت مین کہ نفی صانع قادر علیم کے ہو یا شرک ہو

یا انکار نبوت ہو یا جسکا دین مین ہونا بالضرورت معلوم ہو یا ایسی چیز ہو کہ اسپر اجماع ہوا ہو اور اگر ما سوائے اسکے ہو تو اسکا قائل بدعتی ہو نہ کافر انتہی ترجمہ - اور قاری رح نے کہا کہ واضح ہو کہ ہمارے علمار نے جو کہا کہ اہل قبلہ کی تکفیر کسی گناہ کی وجہ سے روا نہیں ہو تو اہل قبلہ سے مراد خالی قبلہ کی طرف توجہ نہیں ہو کیونکہ بگاڑ رافضی جو دعوی کرتا ہو کہ جبرئیل علیہ السلام نے وحی پہونچانے مین غلطی کی کہ اللہ تعالے نے جبرئیل کو وحی کے ساتھ علی رض کی طرف بھیجا تھا لیکن جب غلطی سے جبرئیل نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پہونچا دی تو انہیں پر استقرار ہو گیا اور بعض نے کہا کہ علی الہ ہو تو یہ روافض اگرچہ قبلہ کی طرف نماز پڑھیں ہرگز مومن نہیں ہین اور یہی مراد ہو حدیث مین کہ من صلی صلوتنا واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا فذاک المسلم الذی لہ ذمۃ اللہ وذمۃ رسولہ فلا تخفروا اللہ فی ذمتہ - رواہ البخاری فی الصحیح - قونوی رح نے کہا کہ اگر کسی نے بطوع خود کلمہ کفر زبان پر جاری کیا اگرچہ اسکا معتقد نہیں ہو کفر ہو - یہ عامۃ العلمار کا قول ہو - اور حاوی مین ہو کہ جس نے زبان سے کفر کیا اور اسکا دل مطمئن بالایمان ہو تو وہ کافر ہو اللہ تعالی کے نزدیک مومن نہیں ہو - انتہی ترجمہ - یعنی زبان سے بدون اکراہ و زبردستی واقع ہونے کے کفر کیا - وقال القاری رح یہ باستدلال بمفہوم قولہ تعالی من کفر باللہ من بعد ایمانہ الا من اکرہ الآیہ سے ظاہر ہو ولیکن مترجم کو اسمین تامل ہو کیونکہ مفہوم سے ثبوت قطعی نہیں ہو سکتا تاکہ کفر ہو مگر اتنا کہ یہ حکم قضاءً ہو نہ دیانۃ وھو الصحیح فتامل فیہ - اگر کسی نے خلافت حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے انکار کیا تو کفر ہو - جس نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے صحابی ہونے سے انکار کیا تو کفر ہو - خلاصہ مین ہو کہ جسکے دل مین ایسی بات گذرے جو زبان سے بولنا موجب کفر ہو ولیکن اسنے مکروہ جانا اور زبان پر بھی نہ لایا تو یہ محض ایمان ہو - خلاصہ مین اجناس سے نقل کیا کہ ابو حنیفہ رح سے روایت ہو کہ سوائے انبیاء و ملائکہ کے دوسرون پر درود نہ بھیجا جاوے مگر بالتبع اور اگر ایسا کرے تو ہم اسکا نام غالی شیعہ یعنی رافضی رکھتے ہین - جواہر الفقہ مین منکر سوال قبر و میزان و صراط کو کافر کہا ہو اور قاری رح نے کہا معتزلہ عذاب قبر و میزان و صراط کے قائل نہیں ہین باوجود اسکے صحیح اقوال مین انکی تکفیر نہیں ہو - مترجم کہتا ہو کہ شاید جواہر الفقہ کی مراد یہ ہو کہ قرآن مین جو قرآن و صراط مذکور ہو اس سے انکار کفر ہو اور معتزلہ اس سے منکر نہیں بلکہ میزان کے اور صراط کے معنی مین تاویل کرتے ہین - جواہر الفقہ مین ہو کہ جو کوئی قرآن کی ایک آیت کا انکار کرے یا قرآن مین سے کسی چیز مین عیب رکھے یا قل اعوذ برب الفلق یا قل اعوذ برب الناس کے قرآن ہونے سے بلا تاویل منکر ہو تو کفر ہو - جو قطعی حرام کھانے پر بسم اللہ پڑھے کفر ہو - امام رازی رح نے کہا کہ جس نے اللہ تعالی کی عبادت بامید جنت یا بخوف دوزخ کی باین حیثیت کہ اگر جنت یا دوزخ مخلوق نہوتی تو اللہ تعالی کی عبادت نہ کرتا تو یہ کفر ہو - جواہر الفقہ مین ہو کہ جس نے فرض اجماعی مانند نماز روزہ زکوۃ و غسل جنابت سے انکار کیا تو کفر ہو اور ایسی ہی جس نے محرم اجماعی سے انکار کیا جیسے شرابخواری و زناکاری و قتل نفس ناحق عمداً و سودخواری وغیرہ تو بھی کفر ہو - نور النجاۃ مین ہو کہ جس نے کہا کہ اچھا وہ مرد کہ نماز نہیں پڑھتا تو کفر ہو - فتاوی صغری مین ہو کہ جس نے کہا کہ علم کون چیز ہو مین کیا جانون یعنی استخفاف سے کہا یا اعتقاد کیا کہ علم کی کچھ حاجت نہیں ہو یا ایک پیالہ کھیر کا علم سے بہتر ہو تو کفر ہو - ظہیریہ مین ہو کہ جس نے کہا کہ جسکے پاس روپیہ نہو وہ کوڑی کا نہیں ہو یہ کفر ہو - مسئلہ تشبہ بقوم فتاوی خزانۃ

سے ہو کہ اگر اپنے آپ کو یہود و نصاریٰ سے تشبیہ دی خواہ صورت مین یا سیرت مین اگرچہ بطور خوشدلی و ہزل کے ہو تو کفر ہی اور خلاصہ مین ہی کہ جس نے مجوسی ٹوپی سر پر رکھی تو بعض نے کہا کہ کفر ہی اور بعض متاخرین نے کہا کہ اگر سردی کی ضرورت سے ہو یا اس جہت سے کہ گاے اسکو بغیر اس ٹوپی کے دودہ نہین دیتی ہی تو تکفیر نہین ورنہ تکفیر ہی۔ قال انقاروی رح اور یون ہی انفیسون کی ٹوپی پہننا مکروہ تحریمی ہی اگرچہ کفر نہو۔ قاری رح نے لکھا اور بعض علمار نے اسپر اعتراض کیا کہ پھر یہ انکی ٹوپی پہننا بھی بدعت ہو گا۔ یہ اعتراض ممنوع ہی اسواسطے کہ ہم کفر کے ساتھ ایسے تشبہ کرنے سے ممنوع ہین جو ان لوگون کے شعار سے ہو اور ایسی ہی بدعت منکرہ کے ساتھ انکے شعار کی تشبہ سے ممنوع ہین اور ہر کی چیز سے ممنوع نہین ہین خواہ وہ افعال اہل سنت سے خواہ افعال اہل کفر و بدعت سے ہو بس مدار ممانعت کا شعار پر ہی۔ اور محیط مین کہا کہ دیکن صحیح یہ ہی کہ مجوسی ٹوپی سے ہر صورت مین تکفیر ہی یعنی خواہ سردی وغیرہ کی ضرورت سے ہو یا نہو اور سردی کی ضرورت کچھ نہین ہی کیونکہ ممکن ہی کہ اسکو پھاڑ کر اسکی ہیات بدل دے۔ قاری رح نے اسمین مناقشہ کیا جسکا حاصل یہ کہ بسا اوقات سردی کی ضرورت ہوتی ہی اور آدمی اسکی ہیات تبدیل نہین کر سکتا خواہ اسوجہ سے کہ وہ ٹوپی مانگی ہوئی ہی یا بدلنے سے مطلب حاصل نہین ہوتا۔ مترجم کہتا ہی کہ بعض متاخرین کے قول سے ظاہر ہوتا ہی کہ مراد یہ ہی کہ جب مجوس کی ٹوپی پہننے سے زینت یا مشابہت مقصود ہو تو تکفیر ہی اور اگر کوئی حاجت و غرض صالح ہو تو تکفیر نہین ہی اور حاجت سے مراد یہ نہین کہ لابدی ہو حتی کہ گاے دودہ نہ دیتی ہو تو اسکو بھی داخل ضرورت لیا ہی۔ پھر یہ مسئلہ ہمارے وقت مین بہت واقع ہی اور اسکی توضیح کی مزید حاجت ہی تو جاننا چاہیے کہ تشبہ کسی قوم سے بحکم ظاہر قولہ علیہ السلام من تشبہ بقوم فہو منہم اپنی حقیقت معنی کے ساتھ اُس قوم سے ظاہری صورت یا باطنی سیرت مین مشابہت پیدا کرنا مفہوم ہی تو جاننا چاہیے کہ جیسے آدمی کو عرب کا لباس محمود ہی کہ اگر وہ ظاہری صورت مین صالحین سے مشابہ ہو تو بحکم بشارت حدیث موصوف و دلالات آیات سے اسکے واسطے فضیلت کاملہ ہی اسی طرح جو شخص کسی بدکار قوم سے مشابہت کرے اسکے لیے تہدید و خوف ہی پھر مشابہت بھی دو طرح پر ہی ایک یہ کہ پوری صورت مع لباس وغیرہ کے ایسی بناوے کہ یکایک قوم کفر یا فسق کا اشتباہ ہو اور کبھی اشتباہ بعض امور کی وجہ سے ہوتا ہی تو اب جاننا چاہیے کہ ہندوستان مین مثلاً نصارے کے شعار مین سے ٹوپی ہی اور کبھی ٹوپی نہو ولیکن کوٹ پتلون و بوٹ کی ہیات اجتماعی سے انکے لیے کا شبہ ہوتا ہی بس اگر کسی نے ٹوپی کے ساتھ ان چیزون کو جمع کیا تو بلاشبہہ وہ متشبہ نصاریٰ ہی پھر اگر خالی ٹوپی ہو تو قطعی شعار نصاریٰ کی وجہ سے وہ بھی ایسا ہی ہی اور اگر ٹوپی نہو اور باقی امور ہون تو وہ بھی متشبہ نصاریٰ ہی۔ پھر اگر ٹوپی وغیرہ مین علیحدگی ہو لیکن بوٹ جوتا پہنا تو یہ شعار نہین ہی اگرچہ موجد اسکے بھی نصاریٰ ہین پس تین صورتین ہین اوّل یہ کہ مباح نوکری کی ضرورت سے ہی تو مضائقہ نہین دوم یہ کہ اُسنے بوٹ اپنی آرایش و زینت کے واسطے پہنا تو کراہت تحریم ہی اور اگر اُس کفر مرغوب مین مناسبت مقصود ہو تو خوف کفر ہی۔ سوم یہ کہ اپنے کسی غرض صالح کے واسطے اُسکو پہنا مثلاً بارش مین کیچڑ سے پاون بچا دے یا راہ مین آرام پاوے یا سردی کی تکلیف سے راحت اُٹھاوے تو اگر ایسا شخص ہی کہ اُسکو دیکھکر لوگ اقتدا کرینگے تو ترک کرے

اور اگر ایسا نہین ہی تو بقدر ضرورت مضائقہ نہین اُسکو استعمال کرے ورنہ عموماً حالت مین مشابہت فاسقین سے پیدا ہوگی واللہ تعالی اعلم - اور عورتون کو مردانہ جوتا اور بوٹ حرام ہی اور اگر کسی نے نصرانی روش پر تاگا باندھکر کہا کہ یہ نصرانی زنار ہی تو کفر ہی کما فی المحیط اور جورو حرام ہوجائیگی کما فی الظہیریہ - مترجم کہتا ہی کہ اب ہندوستان مین اگر کسی نے ایسا کیا تو اُسپر کفر کا فتوی نہ دیا جاوے کیونکہ زنار اب نصرانی شعار نہین ہی اُسکو محفوظ رکھنا چاہیے واللہ اعلم اگر کسی کہ چوری و بدکاری سے تو کافر ہونا اچھا تو یہ کفر ہی کما افتی بشلہ ابو القاسم الصفار رح کیونکہ اِسنے معصیت کو اگرچہ کبیرہ ہو کفر پر ترجیح دی - جس نے کہا کہ یہ مجوس عیش مین ہین آج کل تو آدمی مجوسی بن جاوے اور دنیاوی عیش اُٹھاوے تو کہا گیا کفر ہی - مترجم کہتا ہی کہ انشاء اللہ تعالی ایسے مسائل علحدہ رسالہ مین جمع کرونگا ومن اللہ تعالے التوفیق ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم - خلاصہ مین ہی کہ اگر نوروز کے دن مجوس کو ایک انڈا بھیجا تو کفر ہی مجموع النوازل مین ہی کہ نوروز کے دن مجوسی جمع ہوکر خوشی کرتے تھے ایک مسلمان نے دیکھکر کہا کہ اچھی سیرت ان لوگون نے رکھی ہی تو کفر ہی - اور فتاوی صغری مین ہی کہ کسی نے نوروز کے دن اسکی تعظیم کی خصوصیت کرکے کوئی چیز خریدی تو کفر ہی - اور اگر اُسنے یون ہی خریدی اور اُسکو نوروز کا خیال نہین ہی تو تکفیر نہوگی - قاری رح نے کہا کہ اگر نوروز کا دن معلوم ہو لیکن اِسنے اپنی ضرورت ضیافت وغیرہ کی جہت سے خریدی تو بھی کفر نہین ہی - فی الجواہر اگر کسی نے کہا کہ میرے پاس ایک بھی ایسا شخص لاکہ جو حلال کھاتا ہو تاکہ مین اُسپر ایمان لاؤن یا اُسکو سجدہ کرون یا اُسکی تعظیم کرون تو کفر ہی - قاری رح نے کہا کہ تعظیم مین تو کوئی وجہ کفر کی نہین ہی اور سجدہ سوائے اللہ تعالی کے غیر کو حرام ہی ہان ایمان البتہ صرف اللہ تعالے و ملائکہ و رسل مین - مگر ایمان کبھی بمعنی اعتقاد آتا ہی اول ظاہراً اِسنے سجدۂ تعظیم و تحیہ مراد لیا ہی جیسا کہ قرینہ سے ظاہر ہی اور سجدہ عبادت مراد نہین جو اللہ تعالی کے واسطے مخصوص ہی پھر سجدۂ تکریم حرام ہی جیسا کہ قاری رح نے کہا - اور مسئلہ کی تکفیر مین بہت تامل ہی واللہ اعلم - وفی المحیط اگر کسی نے کہا کہ اس خمر مین سے اگر کچھ گرے تو جبرئیل علیہ السلام اُسکو اپنے پرون پر اُٹھاتے ہین تو یہ کفر ہی - قاری رح نے کہا کہ علی ہذا ابن فارض کے قصیدۂ میمیہ خمریہ کی بعض عبارات اور اشعار فانقلیہ و قاسیہ و اُنکی امثال کے کلمات کفریہ مین اگر اُنکو معانی ظاہری پر محمول کیا جاوے جیسے ملحدین واباحیہ کرتے ہین - مترجم کہتا ہی کہ باقی یہ رہا کہ ایسے کلمات و اشعار جنسے ظاہر حقیقت کے معنی لینے پر کفر لازم آتا ہی اور معنی مجازی سے کفر نہین ہوتا جو حکم ایسے کلمات کا ہی جنکا ظاہر کفر ہو وہی اُنکا حکم ہونا چاہیے اور فتاوی صغری مین ہی کہ جس نے کہا خمر حلال ہی کفر ہی ونحوہ فی المحیط - جو شخص مال حرام سے اِس نیت سے صدقہ کرے کہ اُسکو ثواب صدقہ مالی حاصل ہو تو کفر ہی کما فی المحیط - لیکن مترجم نے نیت کی قید اسواسطے بڑھادی کہ جسکے پاس مال حرام ہو جسکو وہ کسی شخص کو واپس نہین دے سکتا ہی مثلاً مال بذریعہ ناجائز کمایا جاوے اسکی راہ یہ کہ فقراء پر صدقہ کردے جیسا کہ مصرح ہی تو اس حکم کے موافق صدقہ کرنے مین فرمانبرداری کا اِسکو ثواب ہی نہ صدقہ مال کا - اور محیط مین کہا کہ اگر فقیر نے جان لیا کہ یہ مال حرام ہی پھر اُسکو دعا دی تو وہ بھی کافر ہوا اور اگر دینے والے نے بر وقت فقیر کے دعا کی آمین کہی تو بھی کافر ہوگا ونحوہ فی الظہیریہ - اگر کسی نے قبیح شرعی کیا اور دوسرے نے کہا کہ خوب کیا تو یہ کفر ہی کما فی الخلاصہ

مترجم کہتا ہو کہ ایک نے کہا کہ ؎ اے دیانت بر تو لعنت کز تو رنجی یافتم ٭ واے خیانت بر تو رحمت کز تو گنجی یافتم ٭ یا ترجمہ اِسکا کہا ؎ اے دیانت تجھپر لعنت تجھسے پایا مین نے رنج ٭ واے خیانت تجھپر رحمت مین نے پایا تجھسے گنج ٭ تو یہ کفر ہو۔ قاری رح نے کہا کہ یہ جو نام مشہور ہوگئے ہین مانند عبد النبی وغیرہ کے تو ظاہر کفر ہو مگر جبکہ عبد سے مملوک مراد لیا جاوے۔ قاری رح نے کہا کہ جو شخص چاہے کہ وہ جمیع اہل اسلام کے نزدیک مسلم ہو تو اُسکو لازم ہو کہ تمام گناہون سے خواہ صغیرہ ہون یا کبیرہ ہون خواہ متعلق باعمال ظاہرہ ہون یا متعلق بافعال واخلاق باطنہ ہون سب سے توبہ کرے پھر اِسپر لازم ہو کہ اپنے اقوال وافعال واعمال واحوال کو کفریات وارتداد دین ٹوٹنے سے بچائے رکھے نعوذ باللہ من ذلک کیونکہ ارتداد سے اعمال صالحہ مٹ جاتے ہین اور خوف سوء خاتمہ کا ہو اور حدیث شریف مین ہو کہ قل آمنت باللہ ثم استقم۔ یعنی کہہ مین اللہ تعالی کے ساتھ ایمان لایا پھر استقامت رکھ۔ وہنا آخر ما اردنا من ترجمۃ العقائد والحمد للہ رب العالمین

فروع اعمال وظہور اجتہاد

اعتقادات اصلیہ کا مفصل بیان ہو چکا تو بعد ایمان کے بمقتضاے تصدیق ایمانی اِسپر عمل صالحات لازم ہو اور پہلے معلوم ہوا کہ دین اسلام جو حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالی کی طرف سے پہونچایا اِسکو اصحاب رسول اللہ صلعم نے تابعین رحمہم اللہ تعالی کو پہونچایا اور تابعین رحمہم اللہ تعالی نے اتباع کو اِسی طرح متواتر چلا آیا پس صحابہ رضی اللہ عنہم برکت صحبت حضرت خاتم المرسلین افضل الخلق اجمعین سے ہر طرح اشرف امت وعادل ہین اور انھین کے وسیلہ سے قرآن الٰہی ودین ہمکو پہونچا ہو پس ہمکو اِنکی عدالت کا قطعی اعتقاد ہو اور گمراہ فرقہ خوارج وروافض کا اعتبار نہین جنکا مقصود دین مین افساد ہو۔ اصحاب رضی اللہ عنہم کے آثار اسلام مین تاریکی ضلالت دور کرنے کے لیے روشن راہ ہدایت ہین اور ایسے ہی اعلام تابعین جو مصداق قولہ تعالی والذین اتبعوہم باحسان الآیہ نے اپنے اساتذہ کے فیض سے وہ کمال حاصل کیا کہ اُنکے سامنے فتوی دیے اور اُنکی نظر کیمیا اثر مین مورد تحسین ہوئے رحمہم اللہ اور حدیث شریف مین ہو کہ طوبی لمن رآنی ولمن رای من رآنی الحدیث یعنی بتقیاس خوش عیش کی بہار کہا دی اُسکو جس نے مجھے دیکھا اور اُسکو جس نے میرے دیکھنے والے کو دیکھا۔ محاورہ مین جب کسی خوبی کو فہم بیان سے باہر دیکھتے ہین تو طوبی سے تعبیر کر دیتے ہین وقد قال تعالی الذین آمنوا وعملوا الصالحات طوبی لہم وحسن مآب۔ پھر ائمہ اعلام تابعین رحمہم اللہ تعالی کے اتباع صالحین جو تبع تابعین کہلاتے ہین اور اپنے اساتذہ کی جماعت سے ملے رہنے مین صدق دل سے ساعی رہے اُنکے فیوض برکت سے اسلام مین پچھلون کو ایک مضبوط رسی ہاتھ آئی اور اُنکے حقوق نے پچھلون کو اسلام مین ایسا گرانبار احسان کیا کہ شکریہ ادا نہین ہو سکتا جز این دعا کہ اللہ تعالی اپنے فضل عمیم سے اُنکو اسلام کی طرف سے جزاے جمیل عطا فرماوے وقال علیہ السلام۔ خیر القرون قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم الحدیث یعنی سب زمانون مین میرا زمانہ بہتر ہو پھر جو میرے زمانہ والون یعنی صحابہ رض سے ملے ہوے ہین یعنی تابعین پھر جو اُنسے ملے ہوے ہین یعنی اتباع تابعین الخ۔ پس اتباع رحمہم اللہ تعالی کے واسطے یہ فضیلت کافی ہو

لیکن تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ ما اتباع وہی ہین جو تابع رہے اور مخالف ہوکر خوارج و روافض کی طرح جماعت چھوڑکر
الگ نہین ہوئے کیونکہ جو پھوٹ کر نکل گیا وہ تابع نہین رہا بالجملہ ان تین قرون کے واسطے جو جماعت متحدہ ایک
اعتقاد پر تھے حدیث موصوف سے بڑی فضیلت درجہ بدرجہ حاصل ہی ولیکن حدیث مزبور مین ان قرون کے بعد
والون مین صدق و امانت کی کمی ہونا اور دروغ و تن پروری ظاہر ہونا مذکور ہی اور صحیح مسلم کی حدیث حضرت انسؓ سے معلوم ہوا کہ ہر زمانہ
کے بعد دوسرا زمانہ لوگون کا بدتر آتا جاویگا۔ مسئلہ امام ابوحنیفہ اپنے زمانہ کے علماے مجتہدین کی نسبت ہمارے نزدیک
علماء مجتہدین اعظم سے ہین اس جہت سے کہ اجتہاد مین تو سب مجتہدین سے اگر بڑھکر نہون تو برابر ہونے مین کچھ شک نہین ہی
اور اس سے انکار کرنا اہل عناد کا کام ہی پھر امام ابوحنیفہ رح کو دو باتون مین سب پر فضیلت حاصل ہی ایک یہ کہ امام رح
تابعی ہین جنھون نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو بالاتفاق دیکھا ہی جیسا کہ ہمنے مقدمہ فتاوی ہندیہ مین مفصل ذکر
کیا ہی تو حدیث شریف طوبی لمن رآنی الحدیث کے مصداق مین داخل ہین اور یہ فضل عظیم ہی کہ اسمین اپنے مشارکین سے
آپ منفرد ہین۔ دوم یہ کہ اصول اجتہاد و قواعد استنباط کو اول آپ نے اس شان موجود کے ساتھ تعلیم فرمایا اور
امام مالک رحمہ اللہ نے کہا کہ اہل فقہ کے لیے ابوحنیفہ خیر مونس ہین یعنی سب سے بہتر ہین۔ پس یہ دونون باتین
بلاشبہ قوی دلیل فضیلت ہین کہ انمین مناقشہ کرنا انصاف سے خارج ہی۔ اگر وہم ہو کہ پھر انکی تقلید چھوڑنا روا ہوگا
تو جواب یہ کہ نہین یہ کیونکر لازم آیا اسلیے کہ فضیلت امر دیگر ہی اور اجتہاد دوسری چیز ہی اور ہمنے تو عقائد مین ذکر کر دیا
کہ مجتہد کبھی چوک جاتا ہی اور تقلید کی بحث اپنے موقع پر آویگی۔ پھر واضح ہو کہ حضرات صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم
بوجہ قرب عہد و کمال ایمان و نور ایقان مدون اصول اجتہادی و فروع سے مستغنی تھے اور سلامت قلبی سے انھین
اوضاع پر برتاو رکھتے تھے جو قرآن و حدیث مین موجود ہین اور اگر کوئی نیا معاملہ واقع ہوا تو صحابہ رضی اللہ عنہم کا
مشکل صورت مین اجماع ہو جاتا کہ انکا اجماع قطعاً مومنون کا اجماع ہی و آیات بکثرت اسکی دلیل ہین و قال تعالے
اولئک ہم المومنون حقا۔ زندگی و موت انکے واسطے ایمان کی شہادت ہی اور یہ اجماع قطعی صواب کی دلیل ہی اور
یون ہی تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ بھی قوت صدق و ایقان و فہم علم قرآن سے اجتہاد مین کافی طاقت رکھتے و تدوین اصول
کے ایسے حاجتمند نہ تھے ولیکن تقدیر الٰہی عزوجل سے بعض فرقہ خوارج و روافض وغیرہ جماعت سے پھوٹ گئے
اور بحکم احادیث آیندہ بہتر فرقہ ہونا مقطوع تھا اور ان اہل ہوا و ہوس کے ناہنجار طریقہ خارج از صراط مستقیم تھے
چنانچہ ان مبتدعین نے اپنی راے ہوا و ہوس کے موافق احکام نکالے جو طریق اجتہاد سے خارج تھے علاوہ اسکے
وقائع و حوادث کا پیدا ہونا قیامت تک چلا جائیگا اور کثرت سے ایسے وقائع ظاہر ہوتے جاوینگے جو ظاہر نصوص
قرآن و حدیث مین صریح مذکور نہین مگر آنکہ دقیق فہم قیاس و اجتہاد سے استنباط ہو سکتے ہین پس ان دونون وجہ سے
یعنی احکام ہوا و ہوس سے بچانے اور آیندہ حوادث و وقائع کے احکام جان جانے کے لیے ائمہ مجتہدین نے
طریقہ اجتہاد بتلا دیا **(فضیلت اجتہاد و رحمت اختلاف)** اجتہاد کی بڑی فضیلت ہی اگرچہ مجتہد کبھی خطا کرتا ہی تب بھی
اسکے لیے ثواب جمیل ہی اور ہر شخص بے علم اسکی حقیقت کو نہین پہونچیگا کہ اجتہاد مین اختلاف کیون ہوتا ہی ولیکن

اسکو عقل بآسانی سے یہ جان لینا آسان ہے کہ کفر و ایمان کی راہین و انجام مختلف ہین کفر کی راہ ضلالت جہنم کو منتہی ہے اور
ایمان کی راہ مستقیم ہدایت جنت کو منتہی ہوئی ہے اور ایمان و کفر کا مدار اعتقاد پر ہے پس جب دل سے توحید الٰہی و تصدیق
رسالت کی تصدیق کی تو وہ راہ ایمان پر چلا اور اسکے برخلاف ہوا تو کفر کی راہ پر روانہ ہوا۔ پھر راہ ایمان لازم فرض ہے
کہ طریقہ عبادت اسی موافقت سے ہو جو اللہ تعالیٰ و اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمایا ہے اور اپنی ہوا و ہوس
سے نہو کیونکہ جب اپنی رائے پر مدار ہوگا تو کافرون کی مشابہت خود رائی مین ہو گئی لہذا قرآن و حدیث کا علم ضرور ہے تا کہ
طریقہ معمولی معلوم ہو اور جو نئی بات پیدا ہو اسکا حکم استنباط کرلے اور اگر علم میسر ہو تو کسی عالم سے پوچھنا و اسکو بتلانا لازم
ہے پس جب عالم نے اجتہاد کیا اور اسکو ایک حکم معلوم ہوا تو اسکو اپنے عمل پر ثواب حاصل ہے خواہ یہ حکم اجتہادی مطابق
حکم صواب ہو یا نہو۔ لیکن جب مجتہد وہ ٹھیک حکم جو علم الٰہی مین ہے پا گیا تو اسپر اللہ تعالیٰ کا دوگنا کرم ہوا کہ ایک تو جہد
بلیغ یعنی اجتہاد کی توفیق دی دوم ٹھیک اسی حکم کی ہدایت کی جو حق عزوجل کے علم مین ہے اور اگر مجتہد نے جہد کیا اور حکم جو علم الٰہی مین
ہے اس سے چوک گیا تو اسپر ایک فضل اجتہاد کا ہے لہذا حدیث مین ہے کہ حاکم نے جب جہد کیا اور صواب کو پہونچا تو اسکے
لیے دونا ثواب ہے اور اگر جہد کیا اور صواب نہ پایا تو اسکے لیے ایک ثواب ہے۔ پھر خبردار ہو کہ جو حکم علم الٰہی مین ہے وہ بعد
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نہین معلوم ہو سکتا تو دنیا مین نہین معلوم ہو سکتا کہ کون مجتہد صواب پا گیا یہ صرف آخرت
مین ظاہر ہوگا جب ہر اجتہاد مین مجتہد اپنا ثواب پاویگا۔ لہذا دنیا مین ہم لوگ سب مجتہدین کو حق پر یعنی ثواب حاصل
ہونے کی راہ پر جانتے ہین اور جس مسئلہ مین دو مجتہد مختلف ہون ہم نہین جانتے کہ انمین صواب و خطا کس طرف ہے لیکن
یہ جانتے ہین کہ ثواب ہر ایک کو ضرور ہے اسکو وہ لوگ جو مجتہد نہون یہی سمجھین کہ یہ امام مجتہد ہے اور وہ دوسرا بھی امام مجتہد
ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ علماے مجتہدین جن مسائل مین متفق ہین وے مسائل قوی الاعتماد ہین اور جنمین اختلاف ہے
تو انکا اختلاف عظیم رحمت الٰہی ہے حتی کہ کمزور ضعیف کو باجتہاد امام اعظم رح جب سردی مین نہانے سے مرض لاحق ہونے کا گمان
غالب و خوف ہو تو تیمم جائز ہے اور امام شافعی کے نزدیک جب خوف موت یا تلف عضو ہو تب روا ہے پس یہ رحمت
عظیمہ ہے کہ ثواب جو اصل مقصود ہے حاصل ہے و لیکن واضح رہے کہ اجتہاد بدون علم کافی کے ہر شخص کو روا نہین ہے اور
ہوا و ہوس سے دعوی جہل مرکب ہے

کیفیت اجتہاد و تقسیم طبقات

کفوی رح وغیرہ نے طبقات حنفیہ مین لکھا کہ علماے مجتہدین نے تحقیق مسائل شرعیہ و تدقیق نظائر فرعیہ مین جہد بلیغ کیا اور
احکام فروع کو ادلہ اربعہ یعنی قرآن و حدیث و اجماع سے و انضمام قیاس سے استنباط فرمایا تو انکا اتفاق حجت صالح اور اختلاف
رحمت واسع ہے پھر ان مجتہدین مین سے اول طبقہ عالیہ اجتہاد کا ہے جنھون نے بغیر باہمی تقلید اصول و فروع کے اجتہادی
اصول قائم کردیے یہ طبقہ اجتہاد مطلق کا ہے اور انکے مذاہب کے مختلف اشتہار سے حال متفاوت ہے اور منجملہ ان ائمہ کے جنکا
مذہب امصار و اقطار مین شائع و مشتہر ہوا یہ ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ بن ثابت کوفی اور امام مالک بن انس مدنی و سفیان
ثوری کوفی و ابن ابی لیلی محمد بن عبد الرحمن کوفی اور امام عبد الرحمن اوزاعی شامی اور امام محمد بن ادریس شافعی

وامام احمد بن حنبل وداؤد بن علی اصفہانی وغیرہم ہین ولیکن ان سب مین ابو حنیفہ ومالک وشافعی واحمد رحمہم اللہ کو خصوصیت ہو کہ جنکی قوت اجتہاد بمعنی کرامت ہو اور انکی صلاحیت ولایت وحسن نیت کے دلائل سے یہی کافی ہو کہ انکے اجتہادیات کتب مین مجتمع اور قلوب انپر متفق ومذاہب انکے آفاق مین مشتہر ہین اور انہین ہمام اقدم امام اعظم ابو حنیفہ رح ہین کہ اول فقہ مین تفریع کی اور باتفاق اپنے شاگردون کے تدوین وتالیف کی۔ حتی کہ امام شافعی رح نے فرمایا کہ الناس کلہم عیال علی ابی حنیفہ فی الفقہ۔ یعنی لوگ سب کے سب فقہ مین تو ابو حنیفہ کی پرورش پر ہین۔ کفوی رح نے لکھا کہ ہمارے بہت سے اصحاب حنفیہ ملکون وصوبون وشہرون مین پھیل گئے از انجملہ متقدمین اصحاب تو عراق کے شہرون مانند دار الخلافہ بغداد وغیرہ مین تھے ومتاخرین مشائخ بلخ ومشائخ بخارا ومشائخ خراسان ومشائخ سمرقند ہین اور انہین سے مشائخ ری وشیراز وطوس وآذربیجان وہمدان وبسطام ومرغینان ودامغان وغیرہ شہرہاے اقلیم ماوراء النہر سے لیکر بلاد ہندوستان تک اور عراق عرب سے لیکر مصر تک بہت گذرے کہ داخل شمار نہین ہین اور انکی تصنیفات وتالیفات بے تعداد ہین ان مشائخ سے علم ابی حنیفہ رح تمام پھیل گیا اور انکی ذات سے افادہ کثیرہ تھا وقائع ونوازل مین اجتہاد وفتوی انکا معروف ہی۔ مترجم کہتا ہو کہ اسمین شک نہین کہ باقی ائمہ ثلثہ رح سے بہت زیادہ مذہب امام اعظم پھیلا گواہ اسکے اسباب کچھ ہی ہون۔ مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رح نے رسالۂ انصاف مین لکھا کہ امام ابو حنیفہ کے اصحاب مین زیادہ مشہور امام ابو یوسف ہین جنھون نے سلطان ہارون رشید کے زمانہ مین قضاء القضاۃ کا عہدہ اختیار کر لیا تو اسی کے موافق حکم قضا جاری ہونے سے یہ مذہب اقطار عراق ودیار خراسان وماوراء النہر مین زیادہ مشہور رہا۔ مترجم کہتا ہو کہ جب حاکم قاضی بدرجہ اجتہاد ہوا اور درحقیقت قاضی وہی ہو کہ مجتہد فقیہ ہو تو بوجہ مجتہد ہونیکے اسپر تقلید حرام ہو لہذا اپنے اجتہاد پر فتوی اور حکم دیا تو لوگون نے اسی کو حاصل کیا جسکے موافق حکم ہوتا تھا۔ پھر واضح ہو کہ مجتہد کی دو قسم ہین ایک مجتہد باجتہاد مطلق اور دوم مجتہد منتسب۔ پھر مجتہد منتسب کی دو قسمین ہین ایک مستقل دوم مقید پھر مقید کے مراتب ہین۔ اور خاتم علماء فرنگی محل لکھنوی نے شیخ احمد بن حجر مکی شافعی کے رسالہ شرح ارشاد سے نقل کیا کہ امام نووی کی شرح مہذب مین ہو کہ مجتہد یا تو مستقل ہو یا منتسب ہو اور مجتہد مستقل کے شرطون مین سے یہ ہو کہ اسکو حاصل ہو فقہ نفس وسلامت ذہن وریاضت فکر وصحت تصرف واستنباط وبیداری اور معرفت ادلہ وادوات مذکورہ در اصول فقہ وشروط ادلہ اور انسے اقتباس بدرایہ وارتیاض کے استعمال اور فقہ وانضباط امہات مسائل۔ پس ایسا مجتہد مستقل تو زمانۂ طویل سے معدوم ہو۔ رہا مجتہد منتسب تو اسکی چار قسمین ہین اول یہ کہ وہ اپنے امام کا مقلد نہ دلیل مین ہو اور نہ مذہب مین ہو کیونکہ وہ خود موصوف بصفت اجتہاد مستقل ہو لیکن چونکہ اپنے امام کے طریقہ اجتہاد کی راہ سے موافقت باجتہاد رکھتا ہو لہذا اسکی طرف منسوب ہو۔ دوم یہ کہ مجتہد مقید بمذہب ہو کہ وہ امام کے اصول کی تقریر مین مستقل ہو لیکن وہ اپنے امام کے ادلہ اصول وقواعد سے تجاوز نہین کرتا۔ اور اسکی شرط یہ ہو کہ عالم ہو بفقہ واصول وتفصیلی ادلہ احکام اور یہ کہ مسالک قیاسات ومعانی پر بصیر ہو اور قیاس غیر المنصوص علیہ کے استنباط وتخریج مین کامل الارتیاض دیو اشاق ہو اس جہت سے کہ وہ اپنے امام کے اصول سے آگاہ ہو اور یہ مجتہد اگرچہ اسمین استقلال ہو لیکن

ایک نوع تقلید سے خالی نہین ہی بوجہ اسکے کہ اجتہاد مستقل کے بعض ادوات مانند نحو و حدیث مین ناقص ہی اور یہ ہمارے مجتہدین اصحاب الوجوہ کی صفت ہی - سوم یہ کہ مجتہد بدرجۂ اصحاب الوجوہ نہ ہو فقیہ ہو ولیکن وہ فقیہ حافظ مذہب امام ہو اسکی تقریر ادلہ پر قائم ہو کہ تصویر و تحریر و تقریر و تمہید و تزئیف و ترجیح کر سکتا ہو - یہ صفت ہمارے بہت سے اصحاب متاخرین کی ہی جو چوتھی صدی کے ختم تک گذرے جنھون نے مذہب کی تحریر و ترتیب کی ہی چہارم یہ کہ قائم بحفظ مذہب و نقل ہو اور مشکل کو فہم کر سکے ولیکن وہ اسکی تقریر دلیل و تحریر قیاسات مین ضعیف ہی پس ایسے شخص کا فتوی جو وہ کتب مذہب سے نقل کرے معتبر ہی انتہی ملخصا مترجم کہتا ہی کہ قسم چہارم بھی اقسام مجتہد منتسب مین سے شمار کی ہی اور مقلد محض نہین قرار دی پس شاید کہ اجتہاد حفظ مذہب مین ہی - پھر واضح ہو کہ ہمارے علمائے حنفیہ نے علماء کے سات طبقہ کیے اور انمین سے مجتہدین کی صرف تین طبقہ ہین ازانجملہ طبقہ اول مجتہدین با جتہاد مطلق مثل امام ابو حنیفہ و مالک و شافعی و احمد و غیرہم جو بدون تقلید اصول و فروع کے قواعد اصول کو مؤسس کرنے اور احکام فروع کو ادلہ اربعہ سے مستنبط کرنے مین مستقل ہین اور کفوی رح نے لکھا کہ سوائے اس طبقہ کے غیر مستقل مقلدین کے پانچ طبقہ ہین - طبقہ اول ہمارے متقدمین اصحاب مانند امام ابو یوسف و محمد و زفر و غیرہم کے کہ جو مذہب کے اندر اجتہاد کرتے اور احکام کو ادلہ اربعہ سے موافق ان قواعد کے جو انکے استاد امام ابو حنیفہ نے مقرر کیے تھے نکالتے تھے سو یہ اصحاب متقدمین اگرچہ امام رح کے ساتھ بعض احکام فروع مین مخالفت کرتے ہین ولیکن قواعد اصول مین امام رح کی تقلید کرتے ہین بخلاف امام مالک و شافعی و احمد کے کہ یہ ائمہ تو امام اعظم رح سے اصول و فروع مین مقلد نہین ہین - طبقہ دوم اکابر متاخرین حنفیہ جیسے ابو بکر احمد الخصاف و امام ابو جعفر احمد الطحاوی و ابو الحسن الکرخی و شمس الائمہ عبد العزیز حلوائی و شمس الائمہ محمد سرخسی - و فخر الاسلام علی بزدوی و امام فخر الدین حسن معروف بقاضیخان و صدر اجل برہان الدین محمود صاحب ذخیرہ و محیط برہانی و شیخ طاہر بن احمد صاحب خلاصہ و نصاب - اور انکی امثال جو کہ ایسے مسائل مین اجتہاد کرنے پر قادر ہین جنمین صاحب المذہب سے کوئی روایت نہین ہی اور انکو یہ قدرت نہین کہ امام رح سے اصول یا فروع مین کچھ مخالفت کر سکین بلکہ موافق قواعد و اصول صاحب مذہب کے ایسے جزئیات مین استنباط کرتے ہین جنمین صاحب مذہب سے کوئی روایت نہین ہی - طبقہ سوم اصحاب تخریج جیسے ابو بکر احمد بن علی الرازی و انکے مانند لوگ جو کہ محض مقلدین ہین انکو اجتہاد کی بالکل قدرت نہین ہی لیکن انکو اصول فقہ پر احاطہ ہی اور ماخذ انکے ضبط مین ہین تو اس جہت سے انکو یہ قدرت حاصل ہی کہ کسی قول مجمل کی اور حکم مبہم کے جو دو وجہ کو محتمل ہو اور وہ امام ابو حنیفہ یا اصحاب مین سے کسی سے منقول ہو اسکی تفصیل کر سکتے ہین اسطرح کہ اصول مین نظر کر کے اور اس قول کی امثال و نظائر فروع پر غور و مقائسہ کر کے اسکی وجہ کی تفصیل کرتے ہین طبقہ چہارم مقلدین اصحاب ترجیح جیسے شیخ ابو الحسن احمد القدوری و شیخ الاسلام برہان الدین علی المرغینانی صاحب ہدایہ اور انکی امثال علماء اور انکی شان یہ ہی کہ بعض روایات کو بعض دیگر پر ترجیح دے سکتے ہین اس طرح کہ یہ روایت اولی ہی اور یہ اصح ہی اور یہ اوفق اور وہ ارفق ہی - طبقہ پنجم مقلدین جنکو صرف اقوی و قوی و ضعیف

وظاہر مذہب وظاہر الروایہ اور روایت نادر وغیرہ مین تمیز کی قوت ہی جیسے شمس الائمہ کردری وجمال الدین حصیری وحافظ الدین نسفی وسوائے انکے مانند اصحاب متون مختار ووقایہ ومجمع البحرین اور انکی شان یہ ہی کہ اپنی کتابون مین اقوال مردود وروایات ضعیفہ کو نقل نہ کرین اور یہ طبقہ اہل الفقہ مین سے ادنی درجہ کا ہی اور اب جو ان سے نیچے درجہ کے ہین تو وے ناقص عامی ہین انکو اپنے علماء عصر وفقہاء دہر کی تقلید لازم ہی اور انکو حلال نہین کہ فتوی دین مگر بطور حکایت کے پس جو اپنے علماء کی زبان سے سنا اور فقہاء کے اقوال کو حفظ کیا ہی ان اقوال کو ذکر کردے انتہی شرحا۔ مترجم کہتا ہی کہ کفوی رح نے طبقہ پنجم کے بعد کوئی طبقہ نہین رکھا اور ابن کمال پاشا رح نے انکا چھٹا طبقہ کیا اور کہا کہ یہ طبقہ ایسے مقلدین کا ہی کہ انکو تمیز کی بھی قدرت نہین اور لاغر وفربہ مین بلکہ دائین وبائین مین بھی امتیاز نہین کرسکتے جو پانے ہین یاد کرلیتے ہین جیسے اندھیری رات کا لکڑیان چننے والا کہ جو پاتا ہی سمیٹ لیتا ہو تو انکی خرابی اور جو انکی تقلید کرے اسکی پوری بربادی ہی ذکرہ علی القاری ومحمد بن عمر الازہری عنہ۔ مترجم کہتا ہی اس تمام بیان مین مقام اول آنکہ یہ جملہ طبقات سات ہوئے۔ ایک طبقہ مجتہد مطلق۔ پھر پانچ طبقہ جو کفوی نے ذکر کیے پھر ساتوان طبقہ جو ابن کمال پاشا رح نے زائد کیا ہی۔ انمین سے اول ودوم وسوم طبقات تو اجتہاد کے ہین اور باقی طبقات مقلدین کے ہین حتی کہ ساتوان طبقہ بالکل بے تمیز مقلدون کا ہی۔ واضح ہو کہ یہان در المختار مین سہو سے غلطی ہوگئی چنانچہ لکھا کہ قد ذکروا ان المجتہد المطلق قد فقد واما المقید فعلی سبع مراتب مشہورۃ انتہی۔ یعنی علماء نے ذکر کیا کہ مجتہد مطلق تو مفقود ہوگیا اور رہا مجتہد مقید تو سات مرتبہ پر ہی جو مشہور ہین۔ اسمین دو وجہ سے غلطی ہوئی اول یہ کہ سات مراتب مین مجتہد مطلق بھی داخل ہی۔ دوم یہ کہ مجتہد مقید کے سات مرتبہ نہین بلکہ موافق نقل کفوی رح کے صرف دو مرتبہ ہین اور تیسری مرتبہ سے مقلدون کا درجہ ہی اور اسمین تو شک نہین کہ انھون نے ساتوان مرتبہ محض مقلد بے تمیز کا قرار دیا ہی فاضل علامہ مرحوم نے بعد اعتراض مذکور کے کہا کہ صواب یون کہنا تھا کہ اما المقید فعلی خمس مراتب مشہورۃ انتہی۔ مترجم کہتا ہی کہ یہ فاضل مرحوم کا سہو ہی بلکہ صواب یہ تھا کہ یون کہتا کہ واما المقید فعلی مرتبتین ثم دونہا اربع مراتب للمقلدین کما لا یخفی یعنی مجتہد مقید کے دو مرتبہ ہین اور بعد انکے چار مرتبہ اہل تقلید کے ہین انمین کوئی کسی قسم کے اجتہاد نہین ہی فافہم واللہ اعلم۔ مقام دوم یہ کہ کفوی وغیرہ نے ہر طبقہ کے تحت مین علماء کو اپنی راے سے درج کیا اور مجتہد منتسب مستقل کا ہمارے یہان کوئی مرتبہ نہین رکھا جیسا امام نووی وغیرہ شافعیہ نے رکھا حالانکہ یہ اس جہت سے معقول ہی کہ بعض ائمہ امام مستقل مطلق سے ضرور ہی کہ اسکے تلامذہ کامل ہون نہ ناقص اور یہ ظاہر ہی فاضل علامہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسالہ مین اس اندراج مین بچند وجوہ مناظرہ کیا۔ ایک یہ کہ انھون نے امام ابو یوسف وامام محمد وغیرہ اصحاب امام ابوحنیفہ رح کو مجتہد فی المذہب قرار دیا کہ امام اعظم رح کے ساتھ اصول مین مخالفت نہین کرسکتے ہین اور یہ بات غلط وخلاف واقع ہی اسواسطے کہ اصحاب رحمہم اللہ کا خلاف کرنا اصول مین قلیل نہین ہی حتی کہ امام حجۃ الاسلام غزالی رحمہ اللہ تعالی نے اپنی کتاب منخول مین کہا کہ امام ابو یوسف وامام محمد رح نے امام ابوحنیفہ رح کے ساتھ دو تہائی مذہب مین اختلاف کیا ہی انتہی اور شمس الائمہ کردری نے رد منخول مین لکھا کہ امام ابوحنیفہ رح نے جان لیا کہ

یہ دونون رتبہ اجتہاد کو پہونچ گئے ہین اور مجتہد پر لازم ہے کہ صرف اپنے اجتہاد پر عمل کرے نہ دوسرے کے اجتہاد پر
پس انکو حکم دیا کہ میرے قول پر عمل ترک کرو جبکہ تمکو اسکی دلیل ظاہر نہو اور کہا کہ لا یحل لاحد ان یاخذ بقولی مالم یعلم من این قلت
کسی کو حلال نہین کہ میرے قول کو لے جب تک یہ نجانے کہ مین نے کہان سے کہا ہے (یعنی تمکو اجتہاد اسکے موافق ہو) پس تقلید سے ممانعت کی اور
معرفت دلیل کی جانب ترغیب دی سو بعض مسائل مین انکو قول ابی حنیفہ رح کی دلیل ظاہر نہوئی اور اسکے برخلاف
انکو امارات اجتہادی ظاہر ہوئے تو انھون نے موافق حکم امام رح کے امام کا قول ترک کیا اور اپنے اجتہاد پر عمل کیا
انتہی مترجما - مترجم کہتا ہے کہ بیان سے صاف ظاہر ہوا کہ یہ جو در مختار وغیرہ مین ہے کہ ہر ایک شاگرد نے امام ابو حنیفہ
رح سے ایک روایت کو لیکر قوی کیا ہے انتہی اور بعض نے تصریح کی کہ یعنی امام ابو یوسف و امام محمد و دیگر اصحاب کا خود
کوئی قول نہین ہے بلکہ یہ سب امام ابو حنیفہ رح کے اقوال ہین ہر ایک شاگرد نے ایک ایک قول لیکر اسکی تقویت کی ہے
انتہی تو یہ خلاف تحقیق شمس الائمہ کردری وغیرہ کے ہے اور فاضل علامہ مرحوم نے کہا کہ حق یہ ہے کہ امام ابو یوسف و
امام محمد دونون مستقل مجتہد ہین انکو اجتہاد مطلق کا مرتبہ حاصل ہوا ولیکن انھون نے اپنے امام استاد کی تعظیم و اجلال سے
امام رحمہ اللہ کا مذہب نقل کیا اور انھین کی طرف منسوب ہونا اختیار کیا اور یہین سے محدث دہلوی وغیرہ نے (رسالہ انصاف مین) اور
میزان مین عبد الوہاب شعرانی رح نے انکو مجتہدین منتسبین مین شمار کیا ہے اقول یہی حق و انصاف ہے اور امام اعظم رح
کے اثر برکت کا ظہور صاف ہے اور ایسے امام جلیل الشان کے فیض صحبت سے یہی امید ہے کہ اسکے اصحاب درجۂ کمال
اجتہاد کو پہونچین حتی کہ امام شافعی رح نے کتب امام محمد رح سے فیض حاصل ہونے کا شکریہ کیا ہے اور جو شخص اصول
و فروع مین نظر رکھتا ہے وہ شاگردون کی روایات امام اعظم سے علیحدہ اور انکے خود اجتہادات علیحدہ پاتا ہے حتی کہ
امام صدر الشریعہ نے شرح وقایہ کے مسئلہ طہر متخلل مین نقل کیے ہین اور نقل صدر الشریعہ معتمد ہے اور کیونکر امام رح سے
اس مسئلہ مین اتنے اقوال متنافیہ کا اجتہاد مجوز ہو سکتا ہے جس سے ایسے امام عظیم الشان کے حق مین منقصت لاحق ہو نعوذ باللہ من
التعصب فی الدین - بالجملہ امام مجتہد مستقل مطلق امام اعظم رح ابو حنیفہ ہین اور مجتہد مستقل منتسب امام ابو یوسف و امام محمد
وغیرہ اصحاب امام ہین - وجہ دوم نظر کی یہ ہے کہ صاحب طبقات نے اپنی رائے سے امام خصاف و طحاوی و کرخی کو
کہا کہ یہ لوگ امام کے ساتھ اصول و فروع مین مخالفت کی قدرت نہین رکھتے ہین حالانکہ انکے اقوال و مذاہب جو اصول
و فروع مین مذکور ہین جسکی نظر ابر ہوا اوران بزرگون کے احوال سے جو طبقات حنفیہ مین مذکور ہین واقف ہو
اسکے نزدیک یہ قول عدم قدرت کا مردود ہے - وجہ سوم نظر کی یہ کہ صاحب طبقات نے شمس الائمہ حلوائی و سرخسی
حتی کہ امام قاضیخان کو مجتہد فی المذہب مین شمار کیا اور امام ابو بکر الجصاص رازی رح کو کہا کہ طبقہ سوم مین ہین
بالکل اجتہاد پر قادر نہین ہے یہ صحیح نہین ہے اور امام جصاص بہ نسبت مذکورین کے اقدم و اعلی و ادق النظر و اوسع علم ہے
وجہ چہارم نظر کی یہ ہے کہ صاحب طبقات نے امام قاضیخان کو تو طبقہ دوم مجتہدین فی المذہب مین شمار کیا اور امام قدوری
اور صاحب ہدایہ کو طبقہ چہارم مین داخل کیا یہ اٹکل کی بات ہے صحیح نہین ہے اور امام قدوری کی شان اجل و اعلی
قاضیخان سے اور شان صاحب ہدایہ اگر قاضی خان سے اجل نہو تو کبھی کم نہین ہے - مترجم کہتا ہے کہ خوب کہا گیا کہ

سے انا یعرف ذا الفضل من الناس ذووہ - آدمیون مین سے اہل فضل کو وہی پہچانتا ہی جو خود اِس لائق ہو اور مثل مشہور ہی کہ ولی را ولی می شناسد - پس واضح ہو کہ یہ مراتب و طبقات جو مذکور ہوے یہ مراتب تو معقول مین ولیکن اِن لوگون نے اپنی راے سے ہر ایک طبقہ مین جن ائمہ علمار کو درج کیا اعلی کو ادنی اور ادنی کو اعلی کر دیا کاش یہ لوگ اِس سے پرہیز کرتے اور ادنی کو اعلی قیاس کرنا تو کم ہی ولیکن اعلی کو ادنی کرنا عیب سخت ہی نعوذ باللہ من ذلک اور جو شخص ان ائمہ کی شان و تبحر سے وقوف چاہے وہ خود اصول فقہ و اصول حدیث و قرآن پاک و علوم تفسیر و احادیث شریف و لغت و نحو و معات مسائل فقہ سے وقوف حاصل کر کے اصول و فروع مین ان ائمہ کے اقوال و اجتہادات پر ذکاوت و فطنت کے ساتھ بتوفیق و فضل الٰہی جل جلالہ نظر کرے تو اُسکو کچھ وقوف ہو اور خالی اٹکل و قیاس سے پرہیز رکھنا واجب ہی و للہ الحمد فی الاولی والآخرہ - پھر مترجم کہتا ہی کہ کفوی وغیرہ نے طبقۂ پنجم یعنی مقلدین ممیزین کے بعد والون کی نسبت جو مقلد بے تمیز ہین یہ کہا کہ اِنکو اپنے علمار عصر و فقہار دہر کی تقلید واجب ہی - مین کہتا ہون کہ یہ قول اِس بنا پر ہی کہ کوئی زمانہ اللہ تعالی کے فضل سے ایسے عالم سے خالی نہوگا جو تمیز پر بالتحقیق قادر ہو یہی صواب ہی - چنانچہ قاسم بن قطلوبغا کی تصحیح القدوری سے لیکر درالمختار مین نقل کیا کہ اگر تو کہے کہ فقہار کبھی چند اقوال کو نقل کر دیتے ہین اور انہین سے کسی کو ترجیح نہین دیتے اور کبھی تصحیح مین اختلاف کرتے ہین یعنی بعض نے ایک قول کو صحیح کہا اور بعض نے دوسرے قول کو صحیح کہا تو اِن دونون صورتون مین کیا حکم ہی تو مین کہونگا کہ جس طریقہ سے اُنہون نے عمل کیا ویسے ہی ہم عمل کرینگے کہ اعتبار کرین تغیر عرف کا اور لوگون کے احوال بدلنے کا اور حکم کا جو لوگون پر آسان ہو اور جسپر عمل درآمد ظاہر ہو اور جسکی وجہ قوی ہو اور زمانہ ایسے شخص سے خالی نہوگا جو اِسکو صرف گمان سے نہین بلکہ درحقیقت تمیز کر لے اور جو کوئی تمیز نہ کر سکے اُسکو چاہیے کہ اپنی بری الذمہ ہونے کے لیے ایسے شخص کی طرف رجوع کرے جو تمیز رکھتا ہو - فتاوی ولوالجیہ مین ہی کہ لوگ ان دو حالت سے خالی نہین یا تو مقلد محض ہین یا ایسے مقلد ہین کہ جنکو لیاقت نظر کی ہی پس اول گروہ پر تو لازم ہی کہ اسی قول کی اتباع کرین جسکو مشائخ نے صحیح کہا ہی اور دوسرے گروہ کو اختیار ترجیح و تصحیح کا ہی اور اِسپر واجب ہی کہ جو اِسکے نزدیک مرجح ہو اُسی پر خود عمل کرے اور جب فتوی دے تو جس قول کو مشائخ نے صحیح کہا ہی اُسی پر فتوی دے کیونکہ پوچھنے والا تو اِس سے وہ بات پوچھتا ہی جو اہل مذہب کے نزدیک مذہب قرار پایا ہی - دوسرے مقام پر ولوالجیہ مین ہی کہ جو شخص صرف اسیقدر پر اکتفا کرے کہ اُس کا فتوی یا عمل کسی قول سے یا مسئلہ کی کسی وجہ سے موافق ہو جاوے اور وہ اقوال و وجوہ مین سے جسپر چاہے عمل کرے بدون اِسکے کہ ترجیح مین نظر کرے تو اِس شخص نے جہالت کی اور خلعت اجماع کو چاک کر دیا - مترجم کہتا ہی کہ اِس سے ظاہر ہوا کہ مقلد محض کو لازم ہی کہ اپنے قاعدہ و ضابطہ پر دخل نہ کرے بلکہ اپنے زمانہ مین جسکو اہل تمیز سے پاوے اُسکی طرف رجوع لاوے ورنہ اسلام مین مقلد محض کے دعوی سے فتنہ برپا ہوگا - واضح ہو کہ اجتہاد مطلق منقود ہونے کی تو جمہور نے شہادت دی اور کہا گیا کہ اجتہاد کا ادنی درجہ بھی امام نسفی رح پر ختم ہو گیا اور ولوالجی رح کا قول اول جو مذکور ہوا اِسی جانب مشعر ہی اور قاسم بن قطلوبغا کا قول جو درالمختار مین ہی وہ بھی اس طرف

اشارہ کرتا ہو کہ ہر زمانہ مین شخص ممیز ہوگا نہ مجتہد فعلی بنابرین اشکال سخت ہو کہ وقائع و نوازل قیامت تک سانح ہین اور
اور انکا وقوع موقوف نہین ہوا چنانچہ ہمارے زمانہ مین ریل پر نماز وغیرہ کے وقائع جدیدہ بہت ہین- اور مسلمان
کے اعمال کسی وقت بلاتعلق شرع الٰہی نہین رہ سکتے ہین پس جب یہ مسائل کتب فتاوی مین موجود نہین تو انکا حکم
کیونکر استنباط ہوگا کیونکہ استنباط و اعتبار مجتہد کا کام ہو- اور علماے حنابلہ نے مصرح کہا کہ کوئی زمانہ اجتہاد سے خالی
نہوگا پس مترجم کے نزدیک اس اشکال کا مخلص نہین مگر آنکہ اِس امر سے وہ لوگ رجوع کرین جو علامہ نسفی رح پر ختم
اجتہاد کے قائل ہین- مولانا بحر العلوم رحمہ اللہ نے ارکان اربعہ مین ختم اجتہاد کے دعوی کو رجم بالغیب کی معصیت
قرار دیا یہ کیونکر معلوم ہوا کہ اجتہاد علامہ نسفی پر ختم ہوا اور اب کوئی نہ پیدا ہوگا جسکو فی الجملہ اجتہاد کی قدرت ہو اسکی
راہ تو صرف اعلام الٰہی عز وجل ہو خواہ قرآن پاک سے ہو یا حدیث شریف سے ہو اور کوئی موجود نہین ہو پس
یہ قول روا نہین ہو واللہ تعالی اعلم- بالجملہ مذہب حنفیہ مین اصل امام اعظم ابو حنیفہ رح ہین اور انہین کے مسلک
اجتہاد پر فی الجملہ اختلاف کے ساتھ اِنکے شاگرد مجتہدین منتسبین ہین ولیکن اُنکے تلامذہ مین سے امام ابو یوسف
و امام محمد رحمہما اللہ تعالی نے مذہب امام رح کو اپنے استاد کی تعظیم و تکریم کی نظر سے روایت کے ساتھ و بالمشافہہ
نقل و مدون کیا اور اپنے خاص اجتہادات سے بھی افادہ پہونچایا پھر مشائخ و علماء اور بہت سے اولیاء اِس
مذہب پر گذرے اور شعرانی رح نے بطریق کشف کے اِس مذہب کو جملہ مذاہب مجتہدین سے زیادہ زمانہ تک
برقرار پایا- علامہ خیر الدین رملی استاد صاحب الدر المختار نے فتاوی خیریہ مین کہا کہ ہمارے نزدیک مقرر یہ ہوا کہ
کہ فتوی نہ دیا جاوے و عمل نہ کیا جاوے مگر بقول امام اعظم رح اور امام کے قول سے عدول کر کے صاحبین یا اِنمین
سے ایک کے قول یا غیرون کے قول کیطرف نجاوے مگر جبکہ ضرورت ہو انتہی مترجما- اب ضرور ہوا کہ چند امور
معلوم ہون اول یہ کہ امام رحمہ اللہ کے اقوال کس مستند ذریعہ سے ہمکو پہونچے ہین اور اگر ایک ہی مسئلہ کے حکم
دو یا زیادہ مختلف روایت امام رح سے مروی ہون تو اِنمین سے کون مستند ہو- دوم یہ کہ جن مسائل مین امام رح سے
روایت نہین تو صاحبین یا دیگر تلامذہ مین سے کس کا قول لیا جائیگا- اور اگر تلامذہ سے بھی روایت نہوا اور
مشائخ مختلف ہون تو کیا حکم ہو- سوم ضرورت کی جہت سے امام رحمہ اللہ کے قول سے عدول کی کیا صورتین ہین
چہارم اہل تقلید و اہل اجتہاد مین فرق ہو- واضح ہو کہ اصول مین یہ امر مستقر ہو کہ مجتہد کو تقلید دوسرے مجتہد کی نہین
جائز ہو لیکن جتنی دیر تک اُسکو اپنے اجتہاد کا موقع نہین ملا اور درمیان مین ضرورت واقع ہوئی تو کیا وہ دوسرے
مجتہد کے قول پر عمل کر سکتا ہو دو قول ہین- اور اِس سے معلوم ہوا کہ جو اصحاب و مشائخ درجہ اجتہاد پر تھے اِنکے
اقوال اجتہادی ہین اور جو لوگ اہل تقلید ہین وہ موافق تصریح دہلوی رحمہ اللہ المتوفی سنہ ۱۱۷۶ھ کی دو قسم کے ہین
ایک محض مقلد اور دوم مقلد جسکو دلائل پر نظر کی اہلیت ہو- پس جو مسائل امام اعظم رح سے بروایت واحدہ مروی ہین
وہ تو متعین اور جنمین روایات مختلفہ ہین جیسے وضو مین داڑھی کا دھونا جو ملاصق البشرہ ہو کسقدر چاہیے تو اِن روایات مین سے بعض قول کو
مشائخ کبار و حذاق مجتہدین نے صحیح کہا اور بعض کو مرجوح کہا ہو اور بعض انہین مسائل مین صاحبین وغیرہما سے اِنکے خاص

اجتہادات مروی ہین اور دلائل ہر ایک کے مبین ومصرح ہین - اب جاننا چاہیے کہ مقلد محض ہو یا مقلد فائق نظر ہو وہ روایات واحدہ امام رح سے عدول نہ کرے الا بضرورت اور اہل نظر بھی فتوی دینے مین عدول نہ کرین اور روایات متعددہ مین اہل تقلید پر اس روایت کی اتباع لازم ہو جسکی تصحیح کی گئی ولیکن اہل نظر کو اپنی ذات کے لیے ترجیح وتصحیح کا اختیار ہو مگر فتوی مین تصحیح مذہب کا اعتبار ہوگا الا بضرورت - پھر ان مسائل کے سوا جو امام رح سے مروی ہین خواہ مجتہد مذہب سے ہون یا تخریج مشائخ سے ہون تفصیل ہو جیساکہ آیندہ معلوم ہوگی اور یہ جو کچھ مذکور ہوا باعتبار اصل کے ہو ولیکن موجودہ حالت مین جو طریق عملدرآمد ہو وہ آخر مین بیان ہوگا - ذکر طبقات مسائل - یہ مسائل تین طبقہ پر ہین - طبقہ اولی مسائل اصول ہین اور یہی مسائل ظاہر الروایہ کہلاتے ہین اور یہ مسائل امام محمد کے مبسوط کے جسکو اصل کہتے ہین اور جامع صغیر کے اور جامع کبیر وکتاب السیر وزیادات کے ہین کما ذکرہ الکفوی اور یہ صرف پانچ کتابین ہوئین اور علامہ شامی رح کے رد المحتار مین ہو کہ ظاہر الروایۃ وظاہر المذہب و روایت اصول سے مراد امام محمد رح کی مشہور چھ کتابون کے مسائل ہین اور وہ جامع صغیر وجامع کبیر وکتاب السیر صغیر وکتاب السیر کبیر ومبسوط وزیادات ہین اور ایسا ہی کشف الظنون مین بھی مذکور ہو اور تعالیق الانوار مین ہو کہ بعض نے سیر صغیر کو انمین نہین شمار کیا اور حاشیہ طحطاوی مین ہو کہ بعض نے سیر کبیر کو بھی نہین شمار کیا - عنایہ مین ہو کہ اصول سے مراد جامع صغیر و کبیر وزیادات ومبسوط ہین اور نتائج الافکار مین ہو کہ ظاہر الروایہ سے مراد فقہاء کے نزدیک جامع صغیر وکبیر ومبسوط وزیادات ہین اور غیر ظاہر الروایۃ سے مراد جو ان کتابون کے سوا دوسری کتابون سے ہون - مفتاح السعادۃ مین روایۃ الاصول وظاہر الروایہ مین تفریق کی چنانچہ کہا کہ فقہاء مبسوط وزیادات وجامع صغیر وکبیر کو روایۃ الاصول کہتے ہین اور مبسوط وجامع صغیر وسیر کبیر کو ظاہر الروایۃ ومشہور الروایہ کہتے ہین - مترجم کہتا ہو کہ فعلی ہذا مبسوط وجامع صغیر تو روایۃ الاصول وظاہر الروایۃ ومشہور الروایۃ ہین اور جامع کبیر وزیادات صرف روایۃ الاصول ہین اور سیر کبیر صرف ظاہر الروایۃ ومشہور الروایۃ ہو اور سیر صغیر کو درمیان سے ساقط کیا اور شاید کفوی کی مراد سیر سے سیر کبیر ہو واللہ اعلم پھر اصل سے مراد مبسوط ہو کیونکہ امام محمد نے اول اسی کو تصنیف کیا پھر جامع صغیر کو پھر جامع کبیر پھر زیادات کو تصنیف کیا کما فی غایۃ البیان - اور اصل کے کئی نسخہ ہین اور فی الجملہ انمین شاذ و نادر اختلاف بھی ہو اور کفوی رح نے کہا کہ سب سے زیادہ مشہور وظاہر نسخہ شیخ ابو سلیمان جوزجانی کا ہو پھر کہا کہ مبسوط کے نسخ متعدد ہین ایک نسخہ شیخ الاسلام ابو بکر معروف بخواہرزادہ کا ہو اسکو مبسوط شیخ الاسلام ومبسوط کبری کہتے ہین اور ایک نسخہ شمس الائمہ حلوائی کا اور ایک انکے شاگرد شمس الائمہ سرخسی کا ہو - مترجم کہتا ہو کہ یہ شمس الائمہ سرخسی وہ نہین ہین جنکی محیط سرخسی ہو بلکہ صاحب محیط سے مقدم اور امام مجتہد حقانی صاحب کرامات ہین اور واضح ہو کہ یہ مبسوطات شیخ الاسلام وحلوائی وسرخسی وغیرہ درحقیقت شرح مبسوط ہین اور اصل مبسوط کے قیود تھے جو مسائل مستخرج تھے انکو انھون نے استخراج کردیا لیکن امام کے کلام کے ساتھ اپنا کلام خلط کردیا ہو جس سے مبسوط مثلاً منسوب بشیخ الاسلام ہوگئی جیسے جامع صغیر کے شارحین مانند فخر الاسلام بزدوی وقاضیخان نے یہی کیا اسی واسطے کہتے ہین کہ قاضیخان نے جامع صغیر مین ذکر کیا اعاد کند

مراد قاضیخان کی شرح جامع صغیر ہی کما ذکرہ بیری زادہ فی شرح الاشباہ - واضح رہے کہ شرح ہدایہ وغیرہ مین جو مبسوط
سرخسی مذکور ہی اس سے مراد حاکم شہید متوفی ۳۳۴ ہجری کی کتاب کافی کی شرح سرخسی رح معبر بمبسوط ہی اسکو ملحوظ رکھنا
چاہیے ذکرہ فی کشف الظنون - بالجملہ مسائل ظاہر الروایۃ مذکورہ کتب امام محمد رح کے ہین - اور حاکم شہید رح نے
کتب امام محمد رح سے لباب مسائل کو چن لیا جیسا کہ طبقات علماے حنفیہ مین یہ قصہ مذکور ہی لہذا علمارنے اسکو بھی
اصول ہی قرار دیا چنانچہ کفوی رح نے کہا کہ مسائل ظاہر الروایہ سے وہ مسائل بھی ہین جو حاکم شہید رح کی کتاب
منتقی مین ہین اور امام محمد رح کی کتابون کے بعد یہ کتاب مذہب کے لیے اصل ہی ولیکن اس زمانہ مین وہ ان
ملکون مین ملتی نہین ہی اور حاکم شہید رح کی کتاب الکافی بھی اصول مذہب سے ہی اور مشائخ رح نے اسکی شروح
لکھی ہین انانجملہ شرح شمس الائمہ سرخسی و شرح قاضی شیخ الاسلام علی اسبیجابی ہی - مترجم کہتا ہی کہ یہی شرح سرخسی معروف
بمبسوط ہی اور واضح ہو کہ کافی دوانی تصنیف علامہ نسفی صاحب کنز الدقائق کی دوسری ہی - طبقہ ثانیہ مسائل مذہب
مین سے وہ مسائل ہین جو غیر ظاہر الروایۃ کہلاتے ہین اور یہ مسائل وہ ہین جو ہمارے اامون سے مروی ہین
لیکن کتب مذکورہ مین نہین بلکہ دوسری کتابون مین ہین خواہ دوسری کتابین امام محمد رح کی تصنیف سے
ہون جیسے کیسانیات و رقیات و جرجانیات و ہارونیات اور انکو غیر ظاہر الروایۃ اس لیے کہتے ہین کہ یہ امام محمد رح
سے ایسی شہرت وکثرت روایت کو نہین پہونچے جیسے کتب طبقہ اولی کے مسائل شہرت وکثرت و روایت کو
پہونچے ہین خواہ یہ کتابین سواے امام محمد کے دوسرون کی تصنیف سے ہون جیسے کتاب المجرد مصنفہ حسن بن زیاد
کہ اسکے مسائل بھی غیر ظاہر الروایہ ہین اور اسی قسم سے کتب امالی ہین اور صورت املا یہ کہ عالم بیٹھ گیا اور اسکے
گرد شاگرد حلقہ کرکے قلم دوات کاغذ لیکر بیٹھے اور عالم نے اس مجلس مین جو کچھ علم بیان کیا اسکو ان لوگون نے
لکھ لیا اور ایسے ہی ہر جلسہ مین لکھتے گئے حتی کہ کتاب ہو گئی اور یہ ہمارے اصحاب متقدمین کی عادت تھی - اور
اسی قسم سے کتب نوادر ہین کہ متفرق طور پر روایات ہین جیسے نوادر ابن سماعہ و نوادر ہشام و نوادر ابن رستم
وغیرہ جو امام محمد وغیرہ سے روایت کرتے ہین کفوی رح نے کہا کہ ان مسائل کو نوادر اسواسطے شمار کرتے ہین کہ
یہ اصول سے مخالف ہوتے ہین - مترجم کہتا ہی کہ اصول سے مخالف ہونا ضرور نہین ہی بلکہ روایت بطریق ندرت
ہی یعنی آنکہ دوسرے شاگردون سے متابعت نہین پائی جاتی ہی اور واضح ہو کہ کبھی ظاہر مذہب کی روایت
چھوڑ کر نوادر کی روایت لیتے ہین مثلاً اگر کسی نے حالت حیض مین اپنی جورو سے وطی حلال جانے تو شمس الائمہ
نے کہا کہ تکفیر ہی اور نوادر مین امام محمد رح سے مروی ہی کہ تکفیر نہین وہو الصحیح کذا ذکرہ القاری - اور عموماً مقدم مسائل
ظاہر الروایۃ ہین پھر اگر ظاہر الروایۃ مین نہو غیر ظاہر الروایۃ و نوادر ہین - طبقہ ثالثہ مسائل فتاوی ہین اور انکو واقعات
بھی کہتے ہین یعنی آنکہ ایسی صورت واقع ہوئی جسکا حکم ان ائمہ ثلثہ رح سے مروی نہین ہی پس یہ مسائل وہ ہین کہ
جنکے احکام کو امام محمد رح کے شاگردون یا شاگردون کے شاگردون نے یا انکے بعد والون نے استنباط کیا ہی کذا ذکرہ
الکفوی اور یعنی یہ ہین کہ امام محمد وغیرہ کے شاگردون کے سامنے ایسے واقعہ کا استفتاء پیش ہوا جسمین کوئی

روایت ان اماموں میں سے کسی امام سے اُنکے پاس نہیں ہے تو اُنھوں نے خود اجتہاد سے استنباط کیا اور جو اجتہاد کے لائق ہو خواہ شاگرد کا شاگرد اور خواہ اُنکے بعد والوں میں سے ہو کسی زمانہ میں ہو اُسکے اجتہاد کا اعتبار کیا۔ گویا زمانہ کا اسمیں اعتبار نہیں ہے اور مترجم کہتا ہے کہ یہی صحیح ہے کیونکہ کبھی زمانہ لاحق میں ایسا ہوتا ہے جو سابق میں نہ تھا کیونکہ یہ علم محض فضل الٰہی ہے وقد قال تعالی وداؤد وسلیمان اذ یحکمان فی الحرث اذ نفشت فیہ غنم القوم وکنا لحکمھم شاھدین ففھمناھا سلیمان الآیہ۔ پس سلیمان علیہ السلام پر احسان رکھا کہ اُسکو حکم صواب کی تفہیم کر دی۔ حالانکہ داؤد علیہ السلام والد سلیمان علیہ السلام تھے اور یہ بدلائل عدیدہ مؤید اور بوقوع معتمد ہے واللہ تعالی اعلم۔ کفوی رح نے کہا کہ اول کتاب جسمیں نوازل وواقعات جمع کیے گئے نوازل فقیہ ابو اللیث نصر بن محمد سمرقندی معروف بامام الہدی رح ہے جسمیں فتاوی مجتہدین متاخرین کے اپنے مشائخ و شیوخ مثل محمد بن مقاتل رازی و محمد بن سلمہ و نصیر بن یحیی وغیرہ کے جمع کیے اور اپنے مختارات بھی بیان کیے یعنی میرے نزدیک مختار یہ ہے اور واقعات میں یہ کتاب اصل ہے پھر واقعات ناطفی و مجموع النوازل وغیرہ۔ پھر دیگر مشائخ نے ان فتاوی کو اصول کے ساتھ مختلط جمع کر دیا جیسے جامع قاضیخان و خلاصہ وغیرہ کتب فتاوی میں اور بعض نے امتیاز کو قائم رکھا جیسے رضی الدین سرخسی نے محیط میں کیا کہ اول مسائل اصول لکھے پھر نوادر پھر فتاوی لکھے ہیں۔ مترجم کہتا ہے کہ شیخ رضی الدین سرخسی رح کی صنیع شاہد ہے کہ قاعدہ یہ تھا کہ جو اصول ظاہر الروایۃ میں ہے وہ مقدم ہے پھر نوادر میں پھر فتاوی میں۔ اور یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ فتاوی سے مراد صرف وہ مسائل واقعات و نوازل ہیں جو مشائخ نے استخراج و استنباط کیے جنمیں کوئی روایت اماموں سے نہیں ہے پس فتاوی قاضیخان یا فتاوی عالمگیری کو جو فتاوی کہتے ہیں مجازاً باعتبار۔ اِسلیے کہ اِنمیں مسائل فتاوی مختلط ہیں ورنہ درحقیقت اِنمیں مسائل اصول و فتاوی دونوں ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر حکم ظاہر الروایۃ میں نہو و لیکن نوادر میں ہو تو فتاوی سے مقدم کر کے نوادر کو لینا متعین ہوگا چنانچہ بحر الرائق کی قضاء الفوائت میں ہے کہ مسئلہ اگر ظاہر الروایۃ میں نہو اور غیر ظاہر الروایۃ میں ثبت ہو تو اسی طرف مصیر متعین ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ حکم مقلد کے لیے ہے یا جسکو قوت اجتہادیہ ہو اُسکے لیے بھی ہے اور صحیح احتمال اول ہے اگر کہا جاوے کہ غیر ظاہر الروایۃ تلامذہ ائمہ رحمہم اللہ ہیں تو اُنکے اجتہاد پر بہ نسبت متاخر زمانہ کے قوت اجتہادیہ والے کے زیادہ اعتماد ہوگا۔ جواب یہ کہ غیر ظاہر الروایۃ میں راوی نے روایت کا التزام کیا اور امام مجتہد سے اِسکے ثبوت میں تامل ہے اور خود راوی نے اپنی توافق اجتہاد سے آگاہ نہ کیا تو اعتماد کی وجہ صاحب قوت اجتہادیہ کے حق میں ساقط ہو گئی پس اِسپر شرعاً لازم آیا کہ اپنے اجتہاد کو کام میں لاوے فافہم۔ پھر واضح ہو کہ اکثر اصول ان دیار و امصار میں مفقود ہیں اور اگر کہیں پائے جاتے ہیں تو متداول و متواتر نہونے سے حکم متواترات میں نہیں خصوصاً ہمارے زمانہ اور ہمارے دیار میں پس ضروری ہے کہ کتاب معتبر متداول بھی ہو لہذا ملا علی قاری رح نے تذکرۃ الموضوعات میں لکھا کہ قواعد کلیہ میں سے ہے کہ نقل کرنا احادیث نبویہ کا اور مسائل فقہیہ کا و تفاسیر قرآنیہ کا نہیں جائز ہے مگر انھیں کتابوں سے جو متداول ہوں کیونکہ جو متداول نہوں اُنمیں زندیق و ملحدوں کے موضوع ملا دینے سے امن نہیں ہے بخلاف کتب محفوظ کے کہ اِنکے نسخ صحیح متعددہ متداول

ہاتھ ہونے مین انتہی- کفوی رح کے کلام سے معلوم ہوا کہ کتاب منتقی مؤلفہ حاکم شہید رح اِس زمانہ مین مفقود ہی لیکن منتقی سے جو مسائل کسی معتمد کتاب مثل محیط سرخسی وغیرہ مین منقول ہین وہ متداول ہین اور محیط برہانی جو محیط سرخسی سے مقدم ہی وہ بھی مفقود ہی چنانچہ ابن نجیم مصری رح نے بعض مسئلہ وقف کے رسالہ مین اپنے بعضے معاصرین پر رد کرنیکے طور پر لکھا کہ محیط برہانی سے جو نقل ہمارے معاصر نے لکھی یہ کذب ہی کیونکہ محیط برہانی مفقود ہی جیسا کہ ابن امیر الحاج نے شرح منیۃ المصلی مین تصریح کی ہی اور برتقدیر یکہ ہمارے ہم عصر کو مل گئی اور اِس زمانہ والون مین سے کسی کو نہین ملی تو بھی اِس سے فتوی ونقل جائز نہین ہی جیسا کہ فتح القدیر کی کتاب القضاء مین مصرح ہی انتہی- فتح القدیر کتاب القضاء مین ہی کہ اصولیین کی راے اِس امر پر بھی ہی کہ مفتی وہی ہی جو مجتہد ہو اور جو مجتہد نہین اقوال مجتہد یاد رکھتا ہی تو وہ مفتی نہین ہی اِس سے جب سوال کیا جاوے تو اِسپر واجب ہی کہ کسی مجتہد مثل امام ابوحنیفہ کا قول بطریق حکایت نقل کردے اِس سے معلوم ہوا کہ ہمارے زمانہ مین جو موجودہ لوگون سے فتوی لیا جاتا ہی یہ فتوی نہین بلکہ مفتی کے کلام کا نقل ہی کہ سوال کرنے والا اِسکے موافق عمل کرے اور مجتہد سے اِسکی نقل کا طریقہ دو باتون مین سے ایک ہی یا تو اِس ناقل کی کوئی سند ہا تک یا کسی ایسی کتاب معروف سے لیوے جو ہاتھون ہاتھ متداول رہی ہو جیسے امام محمد بن الحسن کی کتابین اور مانند اِنکی تصانیف مشہورہ کہ یہ کتابین اپنے مصنفین سے بمنزلہ خبر متواتر یا مشہور کے ہین ایسا ہی رازی رح نے ذکر کیا ہی وعلی ہذا اگر ہمارے زمانہ مین بعض کتابین نوادر کی پائی گئین تو جو مسائل اِنین ہین اُن کو امام ابویوسف یا امام محمد کیطرف نسبت کرنا جائز نہین ہی کیونکہ وے ہمارے زمانہ مین ہمارے دیار مین نہ مشہور ہین اور نہ متداول ہین- ہان اگر نوادر سے نقل کسی کتاب مشہور مانند ہدایہ ومبسوط مین پائی جاوے تو یہ اعتماد اِس کتاب مشہور پر ہوگا- پھر فتوی دینے والا اگر مجتہدین کے اقوال مختلفہ یاد رکھتا ہی اور حجت نہین پہچانتا اور نہ اِسکو اجتہاد وترجیح کی قدرت ہی تو وہ انین سے کسی قول پر قطع نہ کرے بلکہ فتوی پوچھنے والے کے لیے بیان کردے سو پوچھنے والا انین سے وہ قول اختیار کریگا جو اِسکے دل مین سب سے زیادہ صواب معلوم ہو ایسا ہی بعض جوامع مین مذکور ہی اور میرے نزدیک تو فتوی دینے والے پر سب اقوال کا نقل کرنا واجب نہین ہی بلکہ یہ کافی ہی کہ انین سے کسی قول کو حکایت کردے کیونکہ مقلد کو اختیار ہی کہ جس مجتہد کی چاہے تقلید کرلے - انتہی مترجما- مترجم کہتا ہی کہ اِس کلام سے کئی باتین معلوم ہوئین ازانجملہ یہ کہ ایسے مقلد کو بھی فتوی بنانا جائز ہی جو مجتہدون کے اقوال مختلفہ یاد رکھتا ہو اور اِسکو دلائل نہ معلوم ہون اور نہ ترجیح کی قدرت ہو- ازانجملہ بعض جوامع کا قول مشعر ہی کہ فتوی دینے والا مختلف اقوال نقل کردے تو فتوی لینے والے کو اختیار ہی کہ اپنی راے مین جسکو صواب جانے اُسکو اختیار کرے پس ایسے شخص کی راے کا بھی اعتبار ہی جو مجتہدون کے اقوال بھی نہ جانتا ہو- ازانجملہ قول ابن الہمام رح کہ مقلد جس مجتہد کی چاہے تقلید کرے مشعر ہی کہ فتوی دینے والا خود ایک قول کو اختیار کرکے اُسکو حکایت کردے اور یہ کوئی قید نہین لگائی کہ دلیل معلوم کرے یا قلب سے تحری کرے یا پوچھنے والے کے حق مین جو قول بہتر ہو یا جو اِسکے حق مین نافع ہو یا وہ قول امام رح کا خاص ہو یا عام کسی مجتہد کا ہو اگرچہ ظاہر کلام یہی ہی کہ چاہے جس مجتہد کا قول ہو اور یہ بھی تفصیل بیان

نہین فرمائی کہ جو قول اِس فتوی دینے والے نے آج اختیار کیا ہی کل کے روز دوسرے فتوی مین یہی قول لکھے یا اختیار
ہی کہ دوسرا قول لکھے ولیکن تلفیق وغیرہ کی بحث مین فی الجملہ تحقیق لکھی ہی اور مراد رازی رح سے شیخ ابو بکر الرازی الجصاص
مین چنانچہ انکی کتاب اصول الفقہ سے عینہ مین منقول ہی کہ کسی شخص کا جو کلام یا مذہب کسی ایسی کتاب مین ہو جسکے نسخے
متداول ہون تو جو کوئی اس کتاب مین دیکھے اُسکو جائز ہی کہ کہے کہ فلان کا یہ قول اور فلان کا یہ مذہب ہی اگرچہ اسنے
کسی سے نہ سنا ہو جیسے امام محمد بن الحسن کی کتابین اور امام مالک رح کی موطا اور مانند انکے اصناف علوم مین کتابین
مصنفہ متداولہ مین کیونکہ ان کتابون کا ایسی صفت پر ہونا بمنزلۂ خبر متواتر یا مشہور کے ہی اور ایسے حال مین اسناد
کی ضرورت نہین ہوتی ہی انتہی مترجما اور نوازل فقیہ ابو اللیث مین ہی کہ شیخ ابی نصر سے پوچھا گیا کہ ہمارے یہان
چار کتابین پہونچین نوادر ابراہیم بن رستم و خصاف کے ادب القاضی اور مجرد حسن بن زیاد و نوادر ہشام تو کیا ہمکو
روا ہی کہ ہم ان کتابون سے فتوی دین تو جواب دیا کہ ہمارے اصحاب سے جو صحت کو پہونچے وہ تو علم مرغوب و پسندیدہ
ہی اور رہا فتوی دینا تو میری راے مین نہ چاہیے کہ آدمی ایسے امر کا فتوی دے جو فہم مین نہ آیا اور نہ چاہیے کہ
لوگون کے بوجھ اُٹھا دے ہان اگر ایسے مسائل ہون کہ وہ ہمارے اصحاب سے مشہور و ظاہر ہون تو مجھے امید
ہی کہ انپر اعتماد صحیح ہوگا انتہی مترجما - پھر واضح ہو کہ منتقی حاکم شہید و محیط برہانی مفقود ہونے کی تو شہادت ہو چکی
تو انکا اثر موجود نہین اور اگر اب کوئی دعوی کرے کہ یہ کتاب وہی ہی تو اعتماد نہین ہو سکتا اس جہت سے کہ
تواتر درمیان مین منقطع ہو گیا ہان جب تک وجود متواتر تھا اسوقت اگر منتقی و محیط مذکور سے کسی کتاب مین کچھ
نقل ہوا اور وہ کتاب اسوقت تک متواتر و متداول ہی اور خود معتمد ہی تو اُس کتاب کے اعتبار سے اعتماد ہی کہ منتقی مین
یہ قول تھا جو اِس کتاب مین مذکور ہی اور ایسی ہی کتب امام محمد رح ہمارے زمانہ مین مثل ہدایہ و وقایہ و عالمگیری وغیرہ
کے مشتہر و متداول نہین ہین ولیکن اصل یعنی مبسوط امام محمد رح سے یا دیگر کتب سے جو مسائل محیط سرخسی وغیرہ مین مذکور
ہین یا بواسطہ محیط سرخسی وغیرہ کے دیگر معتبرات مین مذکور ہین یا ہدایہ و اسکی شروح و شرح وقایہ وغیرہا مین منقول ہین
انپر متواتر اعتماد ہی - اور واضح ہو کہ ائمہ مشائخ و فقہار نے تسہیل حفظ کے لیے اصول کتب سے مختصرات تصنیف کین
جو بنام متون مشہور ہین اور انمین التزام صحیح روایات کا رکھا خواہ تصحیح اپنے اعتماد پر جبکہ مصنف مجتہد ہو اور یہی اکثر
یا کلیہ ہی خواہ اعتماد تصحیح مجتہد رکھا - اور حق یہ ہی کہ ائمہ مشائخ نے مذہب حنفیہ کو مجموعۂ اجتہادات امام اعظم و امام
ابو یوسف و امام محمد قرار دیا ولیکن بعض فقہار نے جو آخر زمانہ مین ہوئے امتیاز کا قصد کیا ولیکن فتوی مختلط ہی و
سیاتی الکلام فیہ - پھر ان متون کو مذہب کے لیے گویا اصل ٹھہرایا اور ظاہر یہ کہ ہمارے زمانہ مین اس سے چارہ
نہین ہی - **فاضل** علامۂ لکھنوی مرحوم نے لکھا کہ متون سے مراد جمیع متون نہین ہین بلکہ وہ مختصرات جنکو ایسے
حذاق ائمہ علمار و کبار فقہار نے تالیف کیا جو علم و زہد و فقہ مین اور روایت کرنے مین ثقہ مشہور و معروف ہین جیسے
امام طحاوی و کرخی و حاکم شہید و ابو الحسن قدوری اور جو اِس طبقہ مین تھے پھر پچھلے علمار کا اعتبار برہان الشریعہ
کے وقایہ پر اور حافظ الدین عبد اللہ نسفی المتوفی سنہ ۷۱۰ ہجری کے کنز الدقایق پر اور ابو الفضل مجد الدین عبد اللہ

بن محمود موصلی متوفی ۶۸۳ھ ہجری کی کتاب المختار پر اور مظفر الدین احمد بن علی بغدادی متوفی ۶۹۴ھ ہجری کی کتاب مجمع البحرین پر اور امام قدوری احمد بن محمد متوفی ۴۲۸ھ ہجری کی کتاب مختصر القدوری پر بھروسا ہوا ہے اس جہت سے کہ لوگون نے ان کتابون کے مولفین کی بزرگی اور مسائل معتمدہ لانے کا التزام جان لیا ہے پھر انہین بھی زیادہ مشہور و معتمد وقایہ وکنز و مختصر قدوری ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ ہدایہ کا ذکر اسواسطے نہین کیا کہ وہ متن نہین ہے بلکہ شرح ہے اور مانند متن کے مشہور ہے اور ان متون مذکورہ کے لیئے ہدایہ گویا اصل ہے کیونکہ ان متون مین سب سے زیادہ معتمد مشہور وقایہ ہے اسکی خود تصریح موجود ہے کہ یہ مسائل ہدایہ کے بطریق سلسلہ روایت متواتر ہونے کے ملخص کیے ہین لہذا نام اس کا وقایۃ الروایہ فی مسائل الہدایہ رکھا ہے۔ ثم قال ہذا الفاضل ماحاصلہ اور یہ جو مشہور ہوا کہ متون صرف اصل مذہب و ظاہر الروایہ کے لیے موضوع ہین تو یہ حکم کلی نہین کیونکہ اکثر ارباب متون ایسا مسئلہ لکھتے ہین جو مشائخ متقدمین کی تخریج سے مخالف مسلک ائمہ متبوعین ہے جیسے حوض عشر فی عشر یعنے دہ در دہ کا مسئلہ کہ اصل مذہب مین نہین ہے اور یون ہی یہ جو مشہور ہوا کہ متون موضوع واسطے نقل مذہب امام ابو حنیفہ ہین یہ حکم تو اکثری بھی نہین ہے کیونکہ بہت انھون نے متون مین صاحبین کا مذہب لیا جبکہ وہ راجح پایا جیسے پیشانی وناک پر سجدہ کے مسئلہ وغیرہ مین ہے۔ اقول تحقیق وہ ہے جو پہلے مقدم ذکر کیا کہ مع اقوال صاحبین کو بھی مذہب قرار دیا ہے اور چارہ نہین ہے کہ مذہب مین تخریجات مشائخ داخل کیے جاوین جبکہ واقعات ونوازل کا سانح ہونا جاری ہے پس جبکہ امام اعظم رح کے اصول پر انکا حکم مستخرج ہوا تو اسکے داخل مذہب حنفیہ ہونے مین کچھ شک نہین ہے پس جب انکو داخل مذہب قرار دیا تو صاحبین یا ایک سے جو راجح ہو یا کسی ضرورت عارض سے اسپر فتوی ہو تو اسکا مذہب ہونا اولی ہے وثم قال ہذا الفاضل اور انھون نے ذکر کیا کہ جو متون مین ہے وہ مقدم ہے اسپر جو شروح مین ہے اور جو شروح مین ہے وہ مقدم ہے اسپر جو فتاوی مین ہے پس متون جو نقل مذہب کے لیے ہین جب انمین کوئی مسئلہ ہو اور اسکے مخالف شرح مین ہو تو متن مقدم ہوگا ایسے ہی فتاوی کی مخالفت پر شرح مقدم ہوگی۔ قال المترجم حق یہ ہے کہ یہ اُن شروح کا حکم ہے جو ائمہ مشائخ مانند طحاوی وحلوائی وغیرہ نے اصول کی شروح مین قیود سے استخراج کیے اور سرخسی و بیشتر یہ مستخرجات دوسرے مواقع مین مصحح ہوتے ہین اور شامی رح نے ردالمحتار مین کہا کہ مذہب سے مراد وہ ہے جو ظاہر الروایہ کی کتابون مین مذکور ہوا انتہی یہ اصطلاح خاص ہے۔ اور واضح ہو کہ اصل یہ تھا کہ جو اصول مین ہے وہ شروح پر مقدم اور جو شروح مین ہے وہ فتاوی مشائخ پر مقدم ہے پھر چونکہ بجاے اصول کے یہ متون قائم ہوئے تو اصل مذکور مین تغیر کیا گیا اور یہ کلیہ ٹھہرا کہ متون مقدم پھر شروح پھر فتاوی۔ پس مراد شروح سے یہ شروح متداولہ نہین اور فتاوی سے یہ کتب مراد نہین جو فی الحال بنام فتاوی معروف ہین اور یہ کیونکر ہو سکتا ہے حالانکہ مثلاً فتاوی عالمگیری جامع روایات اصول و متون و فتاوی ہے حتی کہ اکثر اقوال کی نسبت کتاب الاصل امام محمد و ہدایہ وکنز وغیرہ کی تصریح موجود ہے اور ان متون کی شروح مین اکثر فتاوی قاضیخان و خلاصہ وغیرہ سے لیکر شرح کی گئی ہے فلیتامل فیہ حتی یظہر لک حقیقۃ الحال۔ پھر فاضل مرحوم نے قول متون مقدم پھر شروح پھر فتاوی کی نقل کے بعد کہا کہ یہ اسوقت ہے کہ جب تصحیح صریح کسی طبقہ تحتانیہ مین نہ پائی جاوے یعنی اگر متن یا شرح سے خلاف قول کی صریح تصحیح نیچے کے

طبقہ والے نے نہ کی ہو۔ اور فاضل مرحوم نے اسکی تائید کے لیے ردالمحتار کتاب الفرائض سے نقل کیا کہ علامہ شامی رح نے یہ مسئلہ ذکر کیا کہ میت نے چچا کی بیٹی اور ماموں کا بیٹا چھوڑا تو علامہ خیرالدین رملی نے فتوی دیا کہ کل ترکہ چچا کی بیٹی کا ہی حالانکہ متون کے خلاف ہی تو شامی رح نے جواب دیا کہ علماء نے ذکر کیا کہ جو متون مین ہی وہ التزاماً صحیح ہی اور تصحیح صریح بہ نسبت تصحیح التزامی کے اقوی ہوتی ہی اور جو خیرالدین رملی نے فتوی دیا اسکی صریح تصحیح جامع المضمرات مین مذکور ہی اور یہ بھی یہان تصریح موجود ہی کہ جو متون مین اس مسئلہ مین ہی اور جو رملی رح نے فتوی دیا دونون ظاہرالروایۃ مین ہیں پس جہان ایسا ہو وہان ہم پر اسکی اتباع لازم ہی جسکی تصحیح صریح کی گئی ہو۔ انتہی ملخصاً پس حاصل یہ ہوا کہ متون سے خلاف اگر طبقہ تحتانی مین تصحیح صریح ہو تو متن کی تقدیم چھوڑ کر صریح تصحیح کی اتباع واجب ہی **قال المترجم** میرے نزدیک علامہ شامی سے یہان سہو ہوا جسکا منشاء لفظ التزام ہی اور مجھے اس کلام مین دو وجہ سے نظر ہی اول یہ کہ تصحیح صریح اقوی از تصحیح التزامی ہونا ایسے معنی مین غیر مسلم ہی کیونکہ جامع مضمرات نے مثلاً اس قول کی نسبت صحیح کہا اور یہ مجرد تصحیح ہی اور متون نے تصحیح کا التزام کیا ہی گویا ہر قول کے ساتھ صحیح کہا اور التزام تصحیح زیادہ موکد ہی بہ نسبت خالی تصحیح کے اور التزام کے معنی یہان یہ نہین ہین کہ جو مطابقت صریح کے مقابل آتا ہی جیسا کہ شامی رح کے کلام سے ظاہر ہوتا ہی حالانکہ لازم آوے کہ یہان متن سے تصحیح بدلالۃ التزام سمجھی جاتی ہی اور جامع مضمرات مین تصحیح بدلالۃ مطابقی صریح ہی پس وہ اقوی ہی بلکہ التزام کے معنی متن کے تصحیح مین یہ ہین کہ مصنف متن نے اپنے اوپر التزام یعنی ایجاب کر لیا ہی کہ ہر قول وہ لاوے جو صحیح ہی پس محصل یہ ہوا کہ متن والے نے اپنے قول کو صحیح کہا اور جامع مضمرات مین اپنے قول کو صحیح کہا پس یہ اس سے قوی ہرگز نہین ہی بلکہ برعکس ہی۔ نظر دوم یہ کہ جامع مضمرات اس درجہ پر نہین ہی کہ وہ تصحیح متون کی مخالفت مین معتبر ہو۔ بالجملہ مخالفت تصحیح کی صورت مین حق تفصیل ہی جو قاعدہ فتوی مین آتی ہی

فصل فتوی اور اسکی کیفیت وطریقہ واقسام مفتی اور علامات افتاء و کن کتابون سے فتوی دینا نہین جائز ہی

واضح ہو کہ عوام جو دین کے احکام متعلق باعمال و وقائع معمولی وغیر معمولی نہین جانتے ہین انپر فرض ہی کہ مفتی سے دریافت کرین اور ضروریات دین تو ہر شخص کو معلوم ہونا ضرور ہی اگرچہ ایمان اجمالی کافی ہی پھر فرضیت ارکان اسلام تفصیلی ہے تفصیل اقرار کرے پھر مثلاً نماز کے عملی ارکان معلوم کرے اور جو امر واقع ہو خواہ متعلق بعبادات خالصہ یا معاملات اسکو بالضرور اپنے وقت پر دریافت کرے اور مسلم کے اعمال مہمل بلا حکم شرعی نہین چھوڑے جاوینگے اور جیسے عامی پر پوچھنا فرض ہی عالم پر بتلانا بھی ضرور ہی بتفصیل و شرائط مذکورہ کتب فقہ۔ پھر مفتی درحقیقت مجتہد ہی کما مر من الفتح اور ہر زمانہ اسلام کا اس امر کو مقتضی ہی کہ ایسا شخص ہونا ضرور ہی کہ نوازل جدیدہ کا حکم بالمقائستہ و بالاعتبار معلوم کرے اگرچہ اس سے زمانہ ہو مثلاً ریل کی حدوث سے اسپر نماز پڑھنے کا مسئلہ پوچھنا عوام کو ضرور ہی اور نوٹ اور بلٹی و فروخت بلٹی وغیر ذلک من کثرۃ النوازل کے لیے مفتی ضرور ہوا اور جزئیات کتب سابقہ موجود نہین ہین اور فقہاء نے شرط کی کہ مفتی صریح جزئیہ لکھے جیسا کہ حموی رح نے حاشیہ اشباہ مین فوائد مصنف رح سے نقل کیا کہ قواعد و ضوابط سے فتوی دینا حلال نہین ہی بلکہ ہر مفتی پر واجب ہی کہ نقل صریح کو بیان کرے جیسا کہ نظار نے تصریح کر دی ہی انتہی مترجما

بالجملہ مفتی درحقیقت مجتہد ہی ہوتا ہی اور مجتہد نہو تو وہ ناقل کلام مفتی ہی پس خود مقلد ہی ولیکن اقوال مجتہدین منفوظ رکھتا ہی
جیسا کہ فتح القدیر سے گذرا و فی السراجیہ کسی کو فتوی دینا حلال نہین مگر اُسوقت کہ علما کے اقوال اور جہان سے یہ اقوال
لیے ہین وہ ماخذ جانے اور لوگون کے معاملات کو پہچانے اور اگر صرف علما (مجتہدین) کے اقوال جانتا ہی اور انکے ماخذ و مذہب
نہین پہچانتا ہی تو اس صورت مین اگر اس سے کوئی مسئلہ پوچھا جاوے پس اگر وہ جانے کہ یہ علما جنکا مذہب اُسنے
اختیار کیا ہی سب متفق ہین تو مضائقہ نہین کہ یون کہدے کہ یہ بات جائز ہی یا یہ بات نہین جائز ہی اور یہ قول بطریق حکایت
ہوگا اور اگر ایسا مسئلہ ہی کہ جسمین ائمہ علما مختلف ہین تو مضائقہ نہین کہ سب کو بیان کرے کہ یہ فلان کے قول مین جائز
اور فلان کے قول مین نہین جائز ہی اور یہ اسکو اختیار نہین کہ کسی کا قول اختیار کرکے اُسی سے جواب دیدے تاوقتیکہ
وہ اُنکے دلائل نہ پہچانتا ہو انتہی مترجما قول فتح القدیر سے گذرا کہ ابن الہمام رح نے کہا کہ میرے نزدیک سب کے اقوال
نقل کرنا واجب نہین بلکہ بعض کا قول نقل کردے کیونکہ مقلد مختار ہی جسکی چاہے تقلید کرلے - پھر واضح ہو کہ معرفت حجت
مین دو وجہین ہین ایک یہ کہ اصول کتاب و سنت و اجماع و قیاس سے جو دلائل ہر ایک کے قول کے لیے ظاہر ہوئے
مین اُنکو پہچانتا ہو مع اُن قواعد کے جنسے اِن اصول مین راہ صواب حاصل ہوتی ہی - وجہ دوم یہ کہ اسقدر معرفت
دلائل غیر کافی ہو بلکہ خود اُس امام سے ہر مسئلہ کے متعلق جن دلائل سے اُسنے استدلال کیا ہی جانتا ہو تو یہ امر بالکل متعذر ہی
اور سابق مین شمس الائمہ کردری سے ردالمنقول مین گذرا کہ امام ابو حنیفہ رح نے کہا کہ کسی کو میرا قول لینا حلال نہین
جبتک یہ نجانے کہ مین نے کہان سے لیا ہی اور لکھا کہ صاحبین کو بعض مسائل مین امام رح کے قول کی دلائل ظاہر ہوئے
بلکہ امارات اسکے خلاف ظاہر ہوئے تو موافق حکم امام کے اُنھون نے اپنی رائے پر عمل کیا کما مر مفصلاً پس یہ منادی ہی
کہ مجتہد سے خود اسکے دلائل پہچاننا ضرور نہین ہین بلکہ تتبع سے ماخذ معلوم کرنا کافی ہی پھر اگر دلائل نہ ظاہر ہون اور اسکو
قوت اجتہادیہ ہی تو اپنے قول کو یا ترجیح سے دوسرے مجتہد کے دلائل ظاہر ہونے پر اسی کو اختیار کریگا جبکہ مسلک
منفرد ہو غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی از ابراہیم حلبی متوفی ۹۵۶ ہجری مین مسئلہ تعدیل الارکان نماز مین ہی کہ یہ توجیہ
ضرور معلوم ہو گیا کہ دلیل اسی کو مقتضی ہی کہ طمانیت و قومہ و جلسہ ہر ایک واجب ہی - شیخ کمال رح الدین یعنی صاحب
فتح القدیر نے فرمایا کہ یہ ہرگز لائق نہین ہی کہ آدمی مقتضاے دلیل سے عدول کرے جبکہ کوئی روایت بھی موافق
مقتضاے دلیل ہو انتہی مترجما - ظاہر ہوا کہ شیخ ابن الہمام کی مراد مقلد سے جسکو اختیار دیا کہ جس مجتہد کے قول پر
چاہے عمل کرلے وہ شخص مقلد ہی کہ دلیل نہ جانتا ہو صرف اقوال کا حافظ ہو - پھر یہ بھی قید نہین لگائی کہ مقلد مذکور
صرف امام اعظم رح کا قول اختیار کریگا بلکہ کہا کہ جس مجتہد کی چاہے تقلید کرلے اور مخالفت کی علامہ خیر الدین رملی رح
نے کہ کتاب الشہادات فتاوی خیریہ مین کہا کہ مقرر ہمارے نزدیک یہ ہی کہ فتوی نہ دیا جاوے و عمل نہ کیا جاوے
مگر بقول امام اعظم رح اور قول امام رح سے عدول کرکے صاحبین یا ایک یا کسی دوسرے کا قول نہ لیا جاوے
مگر بوجہ ضرورت کے انتہی مترجما اور فتاوی سراجیہ مین ہی کہ جب ہمارے اصحاب حنفیہ کسی امر پر متفق ہون تو
مفتی اُسی پر فتوی دے اور جب مختلف ہون تو ایک قول یہ کہ فتوی مطلقا یعنی خواہ عبادات ہون یا قضا وغیرہ

ہر باب مین امام اعظم رح کے قول پر ہر پھر امام ابو یوسف رح کے قول پھر امام محمد رح کے قول پھر زفر و حسن بن زیاد کے قول پر ہر اور ایک قول یہ کہ جب امام ابو حنیفہ رح ایک طرف اور صاحبین ایک طرف ہون تو مفتی کو اختیار ہر کہ جس قول پر چاہے فتوی دے لیکن جب مفتی مجتہد نہو تو یہی اصح ہر کہ وہ امام اعظم رح کے قول پر فتوی دے انتہی - حاوی قدسی مین کہا کہ جب امام رح ایک طرف اور صاحبین ایک طرف ہون تو قوت دلیل سے جو راجح ہو اُسپر فتوی دے - اقول یہ ایسے مجتہد مین ہوگا جو دلیل مین نظر کی لیاقت رکھتا ہو صرف اقوال مجتہدین کا حافظ نہو - اس سے ظاہر ہوا کہ کلام رملی رح ایسے مقلد مین ہر جو صرف اقوال کا حافظ ہو دلائل نجانتا ہو اور نہ لیاقت نظر ہو - اور اسی دو قول پر تمام کاملین کے اقوال متفق ہو جاتے ہین جیسا کہ ظاہر ہوگا - مولوالجی رح متوفی بعد ۵۴۰ھ ہجری نے کہا کہ جو شخص اسپر اکتفا کرے کہ اسکا فتوی یا عمل موافق ہو جاوے کسی قول یا مسئلہ کی کسی وجہ سے اور وہ بدون ترجیحی نظر کے اقوال و وجوہ مین سے جسپر چاہے عمل کرے تو اسنے جہل و خرق اجماع کیا انتہی مترجما یہ تو اہل نظر کے حق مین کہا ہر اور دوسرے مقام پر لکہا کہ لوگ دو قسم کے درمیان مین یا تو مقلد محض ہین یا مقلد جنکو نظر کی لیاقت ہر پس مقلد محض پر تو واجب اسکی اتباع ہر جسکو مشائخ نے صحیح کہا ہر اور مقلد لائق نظر کو اختیار ترجیح و تصحیح کا ہر اور اُسپر واجب یہ کہ اپنا عمل اُسپر کرے جو اُسکے نزدیک صحیح ہو اور فتوی اُسپر دے جو مشائخ نے صحیح کہا ہر کیونکہ پوچھنے والا اس سے وہ پوچھتا ہر جو اہل مذہب کے نزدیک مذہب ہر انتہی مترجما - اشباہ - کتاب القضاء مین ہر کہ مفتی اُسی پر فتوی دیگا جو اُسکے نزدیک مصلحت واقع ہو جیسا کہ فتاوی بزازیہ کی فصل المہر مین ہر - حموی رح نے کہا کہ شاید مراد مفتی سے مجتہد ہر اور رہا مقلد تو وہ فقط صحیح پر فتوی دیگا خواہ فتوی لینے والے کے حق مین اسمین مصلحت ہو یا نہو اور یہ بھی ہو سکتا ہر کہ مقلد مفتی مراد ہو اور یہ حکم اُس وقت کہ مسئلہ مین دو قول ہون اور ہر ایک کو صحیح کہا گیا ہو تو اُسکو ہر ایک قول پر فتوی کا اختیار ہر پس وہ ایسے قول کو اختیار کرے جسمین مستفتی کے حق مین مصلحت ہو انتہی - اور بھی اشباہ مین ہر کہ وقف کے مسئلہ مین فتوی دینا اُسی وجہ پر متعین ہر جو وقف کے حق مین زیادہ نافع ہو جیسا کہ شرح مجمع و حاوی قدسی مین ہر انتہی - صریح ہر کہ قوت نظر سے اصلح و انفع پر فتوی دے جو لیاقت نظر رکھتا ہو اور جو محض حافظ اقوال ہو وہ مسئلہ کے دو قول صحیح پاوے تو البتہ اصلح و انفع پر فتوے دے سکتا ہر پس جسکو اہلیت نظر ہر اسپر مطلقا امام اعظم رح کے قول پر فتوی دینا واجب نہین ہر و لہذا اشباہ کتاب القضاء مین ہر کہ جو مسائل متعلق باب قضاء ہین وہان اختلاف مین فتوی امام ابو یوسف کے قول پر ہر - کما فی القنیہ و البزازیہ انتہی - شرح الاشباہ بیری زادہ مین ہر کہ شہادات مین بھی فتوی امام ابو یوسف کے قول پر ہر اور سترہ مسائل مین زفر رح کے قول پر فتوی ہر جنکو مین نے علیحدہ رسالہ مین تحریر کیا ہر - انتہی - اقول یہ بھی خلاف کلیہ مذکورہ کے اسی صورت مین ہر کہ مفتی کو اہلیت نظر ہو ورنہ مقلد محض کے لیے صاحب اشباہ نے وقف بحر الرائق مین کہا کہ جب مسئلہ مین دو قول ایسے ہون کہ دونون کو صحیح کہا گیا تو قضاء و فتوی دینا دونون مین ہر ایک پر جائز ہر انتہی - اس سے ظاہر ہوا کہ مقلد محض پر اصلح و انفع کی رعایت واجب نہین ہر بلکہ مستحب ہر - وفی قضاء الفوائد من البحر جبکہ مسئلہ ظاہر الروایہ مین نہو اور دوسری روایت مین ہو تو اُسی طرف مصیر متعین ہوگی انتہی - اقول یہ مقلد کے حق مین تو ظاہر ہر

اور مجتہد اگر لیاقت اجتہاد مذہب نہ رکھتا ہو بلکہ ترجیح وتصحیح کی لیاقت ہو تو اسپر بھی یہ واجب ہے کہ روایت مذکور کو لیوے
وفی غنیۃ المستملی فی بحث التیمم عبادات مین علماء نے امام اعظم رح کے قول پر مطلقاً فتوی رکھا ہے اور یہی استقراء سے بھی
معلوم ہوا لیکن یہ اس وقت تک کہ کوئی روایت امام رح سے موافق قول مخالف نہو جیسے ماء مستعمل کی طہارت مین اور
سوائے نبیذ تمر نہ ہونے کی صورت مین فقط تیمم پر اکتفا کرنے مین انتہی - اقول اور جیسے فارسی مین قرأت کرنے مین
ہے ولیکن قرأت قرآن عند القصور مین فتوی امام محمد رح کے قول پر ہے کمافی المضمرات اور دیگر مسائل بھی ہین - پس بنا بر
قاعدہ مذکورہ کے مقلد کو چاہیے کہ ایسی صورتون مین امام اعظم رح کے قول پر فتوی دے اور حق اشبہ بفقہ یہ ہے کہ مقلد
پر لازم ہے کہ وہ ایسی صورت مین امام رح کا قول اور جسپر فتوی ہے دونون بیان کردے پھر مستفتی اپنے واسطے اختیار
کرے اسکی وجہ دو امر ہین اول آنکہ مجتہدین متاخرین نے کسی قوت دلیل یا ضرورت سے امام رح کے قول سے رجوع
کرکے دوسرے قول پر فتوی دیا اور یہ خلاف مذہب حنفیہ نہین ہے اور مقلد کو یہ ادراک نہین تو لائق ہے کہ اسکو لیا جاوے
اور دوم یہ کہ اگر مقلد ایک مسئلہ مین امام رح کے قول پر فتوی دے یا کسی مجتہد کی تقلید کرلے اور اس زمانہ کا فی الجملہ
مجتہد موافق تصحیح مشائخ کے فتوی دے تو اختلاف عوام سے فوراً فتنہ ہوگا فافہم واللہ تعالی اعلم - فی البحر فی مصرف
الزکوۃ جب تصحیح مختلف ہو تو واجب ہے کہ ظاہر الروایۃ ڈھونڈھی جاوے اور اسی کی طرف رجوع ہو - وفی البحر فی الرضاع
اور جب فتوی مختلف ہو تو جو فتوی موافق ظاہر الروایۃ ہو وہی مرجح ہوگا - وفی البحر فی قضاء الفوائت جب تصحیح وفتوی
مختلف ہو تو جو فتوے موافق روایت متون ہو اسی کو ترجیح ہے انتہی - اقول یہ صریح ہے کہ ترجیح اس قسم کی جاری ہے اور
واضح ہو کہ مقلد محض جسکو لیاقت ایسی ترجیح اور ظاہر الروایہ دریافت کرنے کی بھی نہو وہ داخل اہل نظر ہے یا نہین اور
فتوی دے سکتا ہے یا نہین - وفی شرح الاشباہ لبیری زادہ نقلاً عن شرح الہدایہ لابن الشحنہ جب حدیث صحیح ہو جاوے
اور وہ خلاف مذہب ہو تو حدیث پر عمل کیا جاوے اور یہی اسکا مذہب ہوگا اور حدیث پر عمل کرنے سے وہ حنفی
ہونے سے خارج نہوگا کیونکہ امام اعظم رح سے یہ قول صحت کو پہونچا ہے کہ امام رح نے کہا کہ جب حدیث صحیح سند سے
صحیح پہونچ جاوے تو وہی میرا مذہب ہے انتہی مترجما - علی قاری رح کے رسالہ تزئین العبارۃ لتحسین الاشارہ مین ہے
کہ بہت غریب حرکت کی کیدانی نے کہ کہا والعاشر من المحرمات الاشارۃ بالسبابۃ کاہل الحدیث - یعنی حرام امور مین سے
دسوان حرام کلمہ کی انگلی سے اشارہ ہے مانند اہل حدیث کے یعنی تشہد کے آخرین کلمہ کی انگلی سے اشارہ کرنا جیسے
وہ جماعت کرتی ہے کہ جسکو علم حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جامع ہے اور یہ حرکت اس کیدانی کی طرف سے خطائے
عظیم وجرم جسیم ہے اور منشاء اسکا یہ واقع ہوا کہ کیدانی علم منقول کے قواعد اصول ومراتب فروع سے جاہل ہے
اور اگر یہ نہوتا کہ ہم اسکی طرف نیک گمان کرین اور اس جہت سے اسکے کلام کی تاویل کرین تو بیشک اسکا کفر صریح
وارتداد صحیح ہوتا سو کیا کسی مومن کو حلال ہے کہ جس فعل کا کرنا حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسطرح ثابت
ہو کہ نقل مین قریب بتواتر پہونچا ہو اسکو وہ حرام بتلاوے اور جس فعل کو عامہ علماء برابر طبقہ بطبقہ بزرگون کا کرتا
آیا ہے اسکو ممنوع کرے اور حال تو یہ ہے کہ ہمارے امام اعظم رح نے فرمایا کہ کسی کو حلال نہین کہ ہمارے قول کو لیوے

جب تک کہ اسکا ماخذ کتاب و سنت و اجماع امت و قیاس جلی فی المسئلہ کو نہ پہچانے اور امام شافعی رح نے کہا کہ جب حدیث صحیح ہو جاوے اور میرا قول اُسکے خلاف ہو تو میرے قول کو دیوار سے مارو اور حدیث ضابط پر عمل کرو۔ جب تجھے یہ معلوم ہوا تو آگاہ ہو کہ اگر اِس مسئلہ مین امام رح سے کوئی نص نہوتی تو آپ کے اتباع عوام و رکنا ر فضلا و کرام پر یہ تعین تہا کہ اسی پر عمل کرین جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحت کو پہونچا اور اسی طرح اگر امام رح سے نفی اشارہ صحیح ہوتا اور صاحب بشارت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکا اثبات صحیح ہوتا تو بہی کچھ شک نہین کہ یہی ترجیح دیا جاتا جو باسناد ثابت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچا ہو نکیف کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے باسناد صحیح ثبوت ہوا صریح اسی کے موافق امام رح سے منقول ہو پس جس نے انصاف اختیار کیا اور تعسف کو چہوڑا تو جان گیا کہ یہی راہ اہل تدین سلف و خلف کی ہو اور جس نے اس سے عدول کیا وہ معاند برباد مکابر ہو اگرچہ لوگون کے نزدیک معدود باکابر ہو انتہی مترجما۔ اور شیخ علی قاری نے دوسرے رسالہ تزیین العبارۃ لتحسین الاشارۃ مین لکہا کہ یہ جسنے کہا کہ فتوی ترک اشارہ پر ہو تو وہ مدعی ہو کہ مین مجتہد فی المسئلہ ہون تو ایسے اجتہاد کا محل یہ ہو کہ امام رح سے مسئلہ مین دو روایتین ہون یا ایک روایت امام رح سے اور دوسری روایت صاحبین رح سے ہو اور اسکے باوجود بیان احتیاج دلیل ترجیح کی ہو کیونکہ ترجیح بلا مرجح اور تصحیح بلا مصحح قبول نہین ہو پس اگر دو روایتین بہی پائی جاوین تو راجح وہی روایت ہوگی جو موافق احادیث صاحب بشارت صلی اللہ علیہ وسلم و مطابق اقوال جمہور علماء امت ہو باوجودیکہ قائل کا یہ قول کہ فتوی ترک اشارہ پر ہو معارض ہو بقول مشائخ معتبرین کہ فتوی اشارہ پر ہو اور نیز خلاف کہ یہ سنت ہو انتہی مترجما پس یہ مرجح ہم کہ دلائل شرعیہ یعنی کتاب و سنت و اجماع امت سے ترجیح دیجاوے بشرطیکہ عارف بدلائل ہو اور منجملہ وجوہ ترجیح کے موافقت ہو اور دلیل متقدم ہوگی اور شیخ ابن الشحنہ کے نزدیک حدیث صحیح پر عمل ہوگا اور یہ ایسا ہو جیسے بعض ائمہ شافعیہ رح نے کہا کہ صلوٰۃ وسطی مذہب شافعی رح مین نماز فجر نہین بلکہ عصر ہو کیونکہ حدیث صحیح مسلم سے صحت پہنچ گئی اور شافعی رح نے کہا کہ جب حدیث صحیح ہو جاوے تو وہی میرا مذہب ہو لہذا مذہب شافعی یہ ہوا کہ وہ نماز عصر ہو۔ پہر اگر کہا جاوے کہ اِسقدر معرفت دلائل کافی نہین شاید کہ دلائل دیگر ہون جنسے وقوف میسر نہین ہوا۔ تو جواب یہ کہ یہی بعینہ طبقہ اصحاب ترجیح پر وارد ہو کہ اُنہون نے جس قول کو ترجیح دی شاید مرجوح ہو کہ دلائل ہون جنسے وقوف میسر نہین ہوا تو باب ترجیح و تصحیح و فتوی کا انسداد ہو جائیگا و علی ہذا صاحبین کے کسی قول پر فتوی نہوگا اور جن مسائل کو مشائخ نے استنباط کیا وہ سب متقدم کے سوا سب متاخر کے مرجوح ہونگے والحق یہ سب مکابرہ ہو اور شرع مین اسکا اعتبار نہین ہو اور درمختار مین قاسم بن قطلوبغا کی تصحیح قدوری سے لیکر کہا کہ اگر تو کہے کہ علماء کبہی اقوال مختلفہ کو بلا ترجیح ذکر کرتے اور کبہی تصحیح مین اختلاف کرتے ہین تو جواب مین کہونگا کہ عمل اسی طرح ہوگا جیسے اُنہون نے اِن اقوال پر عمل کیا کہ اعتبار کیا تغیر عرف و احوال الناس کا اور جو زیادہ آسان ہو اور جسپر باہم معاملہ ظاہر ہوا اور جسکی وجہ قوی ہو اور زمانہ ایسے شخص سے خالی نہوگا جو ان امور کو درحقیقت تمیز کرے نہ گمان سے اور جو کوئی یہ تمیز نہ رکہتا ہو اُسکو چاہیے کہ اپنے بری الذمہ ہونے کے لیے ایسے شخص کی طرف رجوع کرے جو تمیز رکہتا ہو

انتہی مترجماً پس یہ صریح ہو کہ ہر زمانہ مین ممیز حقیقی ضرور موجود ہوگا - اور پہلے گذرا کہ اگر نسو نو ہوازل جدید ہ مین مسلمانون کے افعال بدون شرع کے خارج از دائرہ اسلام رہ جاوین اور یہ قول وہی کہیگا جو منفسد اسلام ہو فافہم واللہ تعالے اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

فصل - ردالمختار مین شامی رح نے شرح اشباہ شیخ ہبۃ اللہ البعلی سے نقل کیا کہ ہمارے شیخ علامہ صالح نے فرمایا کہ جائز نہین فتوی دینا ایسے کتب سے جو مختصر ہین جیسے نہر الفائق وعینی کی شرح کنز اور درمختار شرح تنویر الابصار وغیرہ جو مختصر ہین یا ایسی کتابون سے جنکے مصنفین کا حال نہین معلوم ہو جیسے ملا مسکین کی شرح کنز اور قہستانی کی شرح نقایہ یا ایسی کتابین ہین جنمین اقوال ضعیفہ منقول ہین جیسے زاہدی کی قنیہ پس اس کتاب قنیہ سے فتوی دینا نہین جائز ہو مگر جبکہ منقول عنہ اور اس سے لینا معلوم ہو جاوے پھر کہا اور لائق ہو کہ اشباہ والنظائر بھی اسی مین داخل کیجاوے کیونکہ اسمین بھی وہ ایجاز بعبیر ہین ہو کہ معنی سمجھ مین نہین آتے مگر جبکہ اسکے ماخذ پر اطلاع ہو جاوے بلکہ اسمین بہت سے مواضع ایسے ہین جنمین ایجاز مخل ہو چنانچہ جسنے حواشی کے ساتھ اسکو مطالعہ کرنے مین ممارست کی ہو اسکو یہ بات ظاہر ہو پس جب مفتی اسی پر اقتصار کرے تو بےخوف نہو کہ غلط مین پڑ جاوے تو مفتی کو ضرور ہو کہ اسکے حواشی وغیرہ کیطرف رجوع لاوے انتہی مترجماً اور قول قاری رح گذر چکا کہ احادیث نبویہ ومسائل فقہیہ وتفاسیر قرآنیہ کا نقل کرنا صرف انہین کتابون سے جائز ہو جو متداول ہون اور یون ہی قول الشیخ ابن الہمام دربارۂ نوادر کے سابق مین مذکور ہوا - وفی الاشباہ اصول فقہ مین جو حکم مذکور رہو اگر فروع مین اسکے خلاف ہو تو ذکر اصول کا اعتبار نہین جیساکہ علماء نے تصریح کی ہو علامہ شامی نے تنقیح فتاوی حامدیہ مین کہا کہ تعذر پر تو اتباع مذہب امام رح ہو اور ظاہر یہ کہ جو ان اماموں نے نقل کیا وہ امام رح کا مذہب ہو نہ وہ جو ابوالمکارم رح نے نقل کیا کیونکہ وہ مرد مجہول ہو اور ایسی ہی اسکی کتاب مجہول ہو اور رہا قہستانی یعنی مؤلف جامع الرموز تو وہ جارف سیل وحاطب اللیل کی طرح ہو خصوصاً جبکہ وہ زاہدی معتزلی کی کتابون سے استناد کرتا ہی انتہی اس سے بڑھکر علامہ علی قاری نے رسالہ شم العوارض مین مذمت کے ساتھ مولانا عصام الدین سے تضعیف نقل کی - بالجملہ نہر الفائق وشرح الکنز للعینی اور درالمختار اور اشباہ ونظائر وغیرہ مختصرات تو بوجہ ایجاز کے قابل افتا نہین ہین اور شرح کنز ملا مسکین وجامع الرموز قہستانی وشرح نقایہ ابوالمکارم بوجہ عدم اعتبار مصنف واجتماع نقل ضعیف کے قابل افتا نہین ہین - وقال الشامی رح فی تنقیح الفتاوی الحامدیہ زاہدی کی نقل معارض نقل معتبرات مذہب حنفیہ نہین ہو چنانچہ ابن وہبان رح نے کہا کہ صاحب قنیہ جو مخالف قواعد نقل کرے اسکا لحاظ نکا جبتک غیر سے تائید نہو اور ایسا ہی نہر الفائق مین ہو انتہی مترجماً پس قنیہ وحاوی زاہدی ومجتبی شرح قدوری وزاد الائمہ وغیرہ سب غیر معتبرات سے ہین اور شامی نے حاشیہ ابوالسعود رح برشرح مسکین سے عدم اعتبار فتاوی ابن نجیم وفتاوی طوری کا نقل کیا اور کشف الظنون مین مولانا برکلی رح سے عدم اعتبار سراج الوہاج شرح قدوری مؤلفہ ابوبکر بن علی حدادی متوفی ۸۰۰ھ کا اور عدم اعتبار مشتمل الاحکام فخرالدین رومی کا اور فتاوی صوفیہ کا نقل کیا اور عمدۃ الاعتقاد مین ابونی نے شیخ حاتم سنبھلی سے عدم اعتبار فتاوی ابراہیم شاہی کا نقل کیا اور ایسی ہی

غیر معتبر داہی کتاب خلاصہ کیدانی ہو کما بسط فی ذلک الفاضل العلامۃ اللکنوی رحمہ اللہ تعالی اور کہا کہ جو کتابین غیر معتبر
ہین خواہ بوجہ انکے مولفین کا حال معلوم نہونے کے یا مصنفین کا اعتبار نہونے کے یا بوجہ رطب و یابس وغیرہ
جمع ہونے کے یا کسی اور وجہ سے غرض جو کتابین کسی وجہ سے غیر معتبر ہین اُنکا حکم یہ ہو کہ جو انمین صاف ہو وہ لیا جا
اور جو مکدر ہو ترک کیا جاوے اور جو انمین سے لیا جاوے وہ بعد تامل وفکر غائر دلحاظ عدم مخالفت اصول و
معتبرات کے لیا جاوے۔ قال المترجم اور مین نے دیکھا کہ باوجود ایسے لحاظ کے بھی بعض مسئلہ مین دھوکا کھایا گیا
چنانچہ عالمگیریہ مین قنیہ سے اجارات مین یہ مسئلہ لکھا کہ اگر کسی شخص کو اجیر کیا کہ میرے واسطے سحر کا تعویذ یعنی جادو
کا تعویذ لکھے تو جائز ہو۔ مترجم کہتا ہو کہ مین نے مقدمہ فتاوی ہندیہ مین تنبیہ کر دی کہ زاہدی نے معتزلی اصول پر یہ
مسئلہ لکھا کیونکہ معتزلہ کے نزدیک سحر باطل ہو پس بمنزلہ ایسکے ہوا کہ اشعار لکھدے یا کسی درخت کی شکل بنا دے
اور ہمارے نزدیک جادو ٹھیک ہو اور یہ اجارہ باطل ہو اور کتاب قنیہ دراصل عقائد مین اعتبار نہ رکھنے کی تحقیق کا موقع
ہو پس ظاہر ہوا کہ ان کتب غیر معتبرہ سے اخذ مسائل مین بہت تامل اور اصول و فروع پر مع اہل اعتزال کے عقائد
وغیرہ کے نظر چاہیے ہو اور اس آخر زمانہ کے لوگون مین یہ بہت ہوا ہو کہ انھون نے زاہدی کے قنیہ وغیرہ سے کثرت
سے مسائل لیے ہین و نسأل اللہ تعالی الحفظ والعصمۃ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العزیز الحکیم۔ پھر فاضل مرحوم نے ذکر
کیا کہ علی قاری رح نے تذکرہ موضوعات مین یہ روایت لکھی من قضی صلوۃ من الفرائض فی آخر جمعۃ من رمضان
کان جابرا لکل فائتۃ فی عمرہ الی سبعین سنۃ اور لکھا کہ یہ روایت باطل ہو اسکی کچھ اصل نہین ہو پھر کہا کہ صاحب نہایہ
و دیگر شراح ہدایہ جنھون نے اسکو نقل کیا انکی نقل کا کچھ اعتبار نہین ہو کیونکہ وے کچھ محدث نہین ہین اور نہ انھون
نے مخرجین مین سے کسی کے طرف اسناد کی انتہی فاضل مرحوم نے کہا کہ قاری رح کے اس کلام مین ایک افادہ خوب ہو
وہ یہ کہ فقہ کی کتابین اگرچہ مسائل فرعیہ کی راہ سے معتمد ہون اور مصنف بھی معتمد فقہا مین سے ہون تاہم جو احادیث انمین
منقول ہون انپر اعتماد کلی نہین ہو سکتا اور ان کتابون مین ہونے سے انکے ثبوت کا جزم نہ ہوگا چنانچہ بہت سی
احادیث کتب معتبرہ مین مذکور ہین حالانکہ یہ احادیث موضوع بنائی ہوئی ہین ہان اگر مصنف محدث ہو یا ثقہ ناقل
ہو تو اعتماد ہو سکتا ہو اور بھید یہ ہو کہ ہر فن کے لیے اللہ تعالی نے خاص مرد پیدا کیے۔ جیسے بعض محدث صرف راوی
ہوتا ہو ویسے ہی بعض فقہ والے کا حصہ صرف روایات کا ضبط ہو بدون اسکے کہ حدیث مین اسکو مہارت ہو تو ہم کو
واجب ہو کہ ہر شخص کو اسکے مرتبہ و منزلت پر رکھین انتہی ملخصا کل ذلک من مقدمۃ عمدۃ الرعایہ۔

فصل علامات فتوی و ترجیح۔ خزانۃ الروایات قاضی جگن گجراتی مین جامع مضمرات یوسف بن عمر صوفی سے نقل ہو
کہ علامات افتاء سے قولہ علیہ الفتوی اسی پر فتوی ہو۔ وبہ یفتی۔ اسی پر فتوی دیا جاوے گا۔ وبہ یعتمد اور اسی پر
اعتماد کیا جاوے وبہ ناخذ۔ ہم اسی کو لیتے ہین۔ وعلیہ الاعتماد۔ اسی پر اعتماد ہو۔ وعلیہ العمل الیوم۔ اور اسی پر عمل
ان دنون ہو وہو الصحیح وہو الاصح۔ اور یہی صحیح ہو اور یہی اصح ہو وہو الظاہر وہو الاظہر۔ اور یہی ظاہر ہو اور یہی اظہر ہو
وعلیہ فتوی مشائخنا۔ اسی پر ہمارے مشائخ کا فتوی ہو۔ وہو الاشبہ یہی اشبہ ہو وہو الاوجہ یہی اوجہ ہو انتہی اشبہ کے معنی

زیادہ مشابہ منصوص از راہ درایہ اور رائج بدرایہ گو اسی پر فتوی ہوگا۔ بزازیہ۔ ازانجملہ یہ جری العرف۔ اسی کے ساتھ عرف جاری ہوا و ہو المتعارف یہی متعارف ہے۔ وبہ اخذ علماؤنا۔ اسی کو ہمارے علماء نے لیا ہے۔ طحطاوی ان الفاظ مین بعض سے بعض زیادہ موکد ہین چنانچہ صحیح واصح واشبہ سے فتوی موکد اور اس سے بہ یفتی موکد ہے اور راجح بحکم صحیح سے اور احوط بحکم احتیاط ہے۔ الفتاوی الخیریہ دو امام معتبر مین سے ایک نے صحیح کہا دوسرے نے ایک کو اصح کہا تو صحیح پر دونون متفق ہین اسی کو لینا اولی ہے۔ من الغنیہ شرح المنیہ۔ فی آداب المفتی ایک کتاب معتمد مین ایک روایت کو کہا کہ اصح و اولی و اوفق و مانند اسکے تو مفتی چاہے اسپر فتوی دے اور چاہے اُسکے مخالف روایت پر۔ اور اگر روایت کو کہا کہ صحیح یا ماخوذ یا علیہ الفتوی یا بہ یفتی تو اِسکے مخالف روایت پر فتوی نہین دے سکتا مگر جبکہ مثلاً ہدایہ مین ہو کہ ہو الصحیح اور کافی مین اِسکے خلاف کو کہا کہ ہو الصحیح تو مفتی کو اختیار ہے پس وہ روایت لے جو اُسکے نزدیک اقوی و الیق و اصلح ہو۔ الدر المختار۔ اصح مقابل صحیح و مقابل ضعیف ہے لیکن شرح اشباہ بیری زادہ مین ہے کہ ہمنے کبھی اصح کا مقابل شاذ روایت کو پایا کمافی شرح المجمع ۱۲۔ شامی

فصل بعض اصطلاحی الفاظ و فوائد۔ مفہوم الروایہ حجت ہے غایۃ البیان۔ بلا خلاف معتبر ہے مفہوم مخالف روایہ کماقال صدر الشریعہ فی نکاح شرح الوقایۃ اور یہ اکثری حکم ہے کمافی حدود النہایہ۔ من جامع الرموز۔ لفظ قالوا ایسے حکم مین کہتے ہین جسمین مشائخ کا اختلاف ہو کمافی غصب النہایہ و مفسد الصلوۃ عنایہ و بنایہ اور صاحب ہدایہ کی عادت ہے کہ ایسے موقع مین قالوا کہتے ہین کہ خلاف مع ضعف ہو فتح القدیر کتاب الصوم و صرح بہ التفتازانی رح فی حواشی الکشاف فی آیۃ الصوم۔ عامۃ مشائخ اکثر مشائخ من فتح القدیر باب ادراک الجماعۃ۔ یجوز یعنے جائز ہے کبھی بمعنی صحیح ہے اور کبھی بمعنی حلال ہے من شرح المہذب للنووی۔ لہذا کبھی بعض کروہ طریقہ سے نماز کو کہتے ہین کہ جائز ہے حالانکہ مراد نفس صحت ہے۔ [illegible] ن خیال کراہت کے جیسے کہا کہ جائز بیع العصیر ممن یتخذہ خمرا حالانکہ صاحبین کے نزدیک مکروہ ہے۔ حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی مین ہے کہ جواز کبھی بولا جاتا ہے اور مراد اس سے وہ جو شرعا ممنوع نہو خواہ مباح ہو یا مکروہ ہو یا مندوب ہو یا واجب ہو سب کو شامل ہے انتہی شرنبلالی رح کے رسالہ عقد الفرید لبیان الراجح من جواز التقلید مین بعض عبارات منیۃ المفتی سے بحث مین کہا کہ یا اِس عبارت مین جواز بمعنی حلال ہے اور کسی امر و عقد کے نافذ ہونے سے اُسکا حلال ہونا لازم نہین آتا چنانچہ غائب پر حکم قضا شمس الائمہ وغیرہ کے نزدیک نافذ ہے جیسا کہ عمادی نے ذکر کیا اور فاسق کی شہادت کے ساتھ حکم صحیح ہے اگرچہ وہ حلال نہین ہے۔ انتہی مترجما۔ مترجم کہتا ہے کہ اِسکے نہ جاننے سے بہت لوگون نے بعضے اجارات کے مسائل وغیرہ مین خلاف دیانت و حلت حکم لگا کر دھوکا کھایا ہے اور مین نے رسالہ التحریر المعقول فی انعقاد البیع بالایجاب والقبول مین مبسوط لکھا ہے۔ لاباس یہ کچھ ڈر نہین یا کچھ مضائقہ نہین اِس لفظ کا غالب استعمال تو ایسے امر مین ہے جسکا ترک اولی ہے ولیکن کبھی اِسکا استعمال امر مندوب مین ہوتا ہے کما صرح بہ فی جنائز البحر۔ شامی فی رد المحتار ینبغی سلائق ہے سزاوار ہے متاخرین کے عرف مین غالب استعمال مندوبات مین ہے اور قدماء کے کلام مین واجب تک کو شامل ہوتا ہے۔ شامی در رد المحتار۔ مسنون کبھی ایسے امر مین آتا ہے جسکا ثبوت سنت کی دلیل سے وجوب ہے جیسے نماز عیدین

مشائخ وہ علماء جنھون نے امام رح کو نہین پایا کمافی وقف النہر - اصحاب و فقہاء متقدمین - جنھون نے تینون اماموں کو پایا اور متاخرین - جنھون نے نہ پایا - اور کہا گیا کہ خاتمہ متاخرین کا حافظ الدین بخاری تک ہے قلت بنا بناء علی انہ ختم به الاجتہاد وفیہ ما فیہ - کراہت جہان مطلق ہو تو مراد تحریمی ہے مگر جبکہ کوئی قرینہ ہو یا تنزیہی پر تصریح ہو ذکرہ الشنفی وابن نجیم - سنت جب مطلق ہو تو سنت موکدہ مراد ہے اور کبھی مستحب مراد ہوتا ہے اور کبھی مستحب سے سنت مراد ہوتی ہے اور یہ بقرائن معلوم ہوتا ہے کمافی البحر - وجوب کبھی شامل فرض ہوتا ہے اور تحریمہ منجملہ فرائض نماز کے ہے تو فرض ایسی چیز پر بولا گیا جو رکن نہین مگر بدون اِسکے نماز صحیح نہین ہے کمافی ردالمحتار

فصل یہ تمام تمہید کتاب ہدایہ کے ترجمہ کے لیے موافق ان شرائط تحقیق و تدقیق کے ہے جو ابتدا ر مقدمہ مین مذکور ہوئے اور لائق تھا کہ اصول فقہ سے بھی ضوابط اصول کا ایک باب یہان لاحق کیا جاتا ولیکن بوجہ متانت و دقت کے جو اکثر کم مایہ لوگون کی فہم سے باہر ہے بیان نہین لکھا ولیکن تحقیق استدلال مین جہان جس اصل کی ضرورت ہوگی توضیح کردیجائیگی مگر چند امور جو متاخرین نے لکھے ہین اُنکا بیان یہان بہتر ہے - اول **قاعدہ** جو لفظ خاص ہو خواہ از قسم معنی یا عین جیسے قراءۃ یا رکوع یا سجود یا لفظ ثلاثہ بمعنی تین فی قولہ تعالیٰ ثلثۃ قروء اور مانند اُسکے تو خاص خود مبین ہوتا ہے اُسکے بیان کے لیے کوئی کلام لاحق نہوگا - عام جو منتظم جمع ہو اور اِسکو بیان لاحق ہوسکتا ہے لیکن جب عام قطعی ہو خواہ آیت قرآن یا حدیث متواتر یا حدیث مشہور یا اجماع قطعی تو جس بیان سے اِسکا تغیر مانند تخصیص وغیرہ کے ہوتا ہو وہ بھی قطعی انھین چار قسم سے چاہیے پھر جب ایک مرتبہ عام قطعی کی تخصیص کسی قطعی سے ہوگئی تو آیندہ تخصیص کے لیے دلیل ظنی کافی ہے - **قاعدہ ثانیہ** قرآن پر زیادتی کرنا نسخ ہے تو ایسی ہی دلیل سے جائز کہ وہ بھی قرآن کی طرح قطعی ثابت ہو اور یہ اول سے مفہوم ہے - **قاعدہ ثالثہ** حدیث مرسل مثل مسند کے ہے اور توضیح اِسکی آیندہ اقسام حدیث سے ظاہر ہوگی - **قاعدہ رابعہ** حدیث جو کثرت راویون سے ہو اور حدیث جسکے راوی فقیہ ہون دونون مین سے دوم مرجح ہے - **قاعدہ خامسہ** راوی مین جرح جب تک مبین نہو مجمل قبول نہین ہے - پھر یہان بعض قواعد جدلی تجویز ہوئے ہین جس سے خصوم کو ساکت کیا جاوے مولانا الشیخ ولی اللہ دہلوی رح نے بعض کتب شیخ ابن الہمام رح سے ذکر کیا کہ جس حدیث کو امام بخاری ومسلم وانکے نظائر نے تصحیح کیا ہم پر اُنکا قبول واجب نہین کیونکہ بہت ایسے راوی ہوتے ہین کہ لوگ اُنمین جرح و تعدیل مین اختلاف کرتے ہین شاید وہ ہمارے امام رح کے نزدیک مجروح ہو اِسی طرح جس حدیث کو اِن اماموں نے ضعیف و مجروح کہا بوجہ کسی راوی کے شاید وہ ہمارے امام کے نزدیک موثوق ہو - **قول** اِسی کے مانند مولانا عبد الحق رح نے مقدمہ شرح سفر السعادت مین کہا ولیکن ہمارے شیخ المشائخ مولانا ولی اللہ رح نے اِسکو پسند نہین کیا دسیاتی فیہ شی - اور ذکر کیا کہ بعض فتاوی مین ہے کہ جب مسئلہ مین قول امام رح یا صاحبین کا موجود ہو اور حدیث صحیح جسکی صحت پر حکم لگایا گیا اُسکے مخالف ہو تو ہمکو قول امام و صاحبین کی اتباع واجب ہے نہ حدیث کی کیونکہ بوجہ قرب زمانہ و وسعت علم کے ہم گمان نہین کرتے کہ اِنکو حدیث نہین پہونچی اور حاصل اِسکا یہ کہ وہی قبول ہوگا جو اصحاب سے مروی ہے قال المترجم یہ شاید بعض متقدمین کا قول ہوگا ورنہ قول شمس الائمہ کردری ردالمنقول مین اور ابن الشحنہ شرح ہدایہ مین اور علی القاری

رسالہ تزئین وتدمین مین صریح اسکے خلاف ہے اور قد رضنا تو الہم فتدکر - اور مولانا الشیخ کے ہمعصر مولانا مظہر مجددی رحم سینہ
پر ہاتھ باندھنے کو بوجہ قوت حدیث کے ترجیح دیتے کمانی معمولاتہ رحمہ اللہ تعالی

فصل در حدیث وعظمت شان وثقہ روایت واقسام حدیث وطریقہ استدلال - واضح ہو کہ دین اسلام کا مدار
قران پاک وحی اجلی اور احادیث حضرت لولاک افضل از خلق وعرش اعلی صلی اللہ علیہ وسلم واجماع اصحاب پاک
صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وعلیہم اجمعین پر ہے - قرآن پاک مصحف معروف متواتر ہے جو دفتین کے بیچ مین ہر مومن
کا اسپر ایمان ہے - اور متواتر قطعی ہمکو مصحف مین مکتوب اور حافظون کے صدور مین محفوظ ہیونچا - لیکن سورۃ کا مکیہ
یا مدنیہ ہونا وشمار آیات یہ وحی نہین ہے بلکہ اجتہادی ہے - حدیث جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا کیا یا ثابت
رکھا - اول قول ودوم فعل وسوم تقریر کہلاتا ہے اور یہ اصطلاح خاص ہے اور کلام حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وحی
خفی ہے جو متعلق شرع ہو - تقریر سے یہ مراد ہے کہ مثلا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مین کسی نے کوئی بات
کہی یا کوئی کام کیا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسپر مطلع ہوئے مگر اسکو نہ رد کیا اور نہ منع کیا بلکہ سکوت فرمایا اور
اسکو ثابت رکھا تو یہ دلیل جواز ہے ورنہ آپ اسکو منع فرماتے کیونکہ آپ ہادی برحق تھے اور ہدایت آپ ہی کے
فرائض سے تھی - مولانا الشیخ عبد العزیز رح نے عجالۂ نافعہ مین کہا ہے کہ علم حدیث کو وہ شرافت حاصل ہے کہ کوئی علم
اسکی برابری نہین کر سکتا کیونکہ تفسیر قرآن وعقائد اسلام واحکام شریعت واسرار طریقت سب حضرت سید المرسلین
صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان پاک پر موقوف ہین اور کشف وعقل سے جو ظاہر ہو جب تک وہ اس ترازو مین ٹھیک
نہ اترے تب تک وہ اعتبار کے قابل نہین ہے پس یہ علم نقاد جواہر جمیع علوم ہے خواہ تفاسیر ہون یا ادلۂ احکام فقہ یا
عقائد اسلام یا طریق سلوک ہو پھر جو اس کسوٹی پر ناکارہ ہو وہ معزول ومردود ہے پس اس علم کا حکم جمیع علوم دینیہ
پر نافذ ہے اور اتباع جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم بلاشبہہ سرمایہ سعادت دوجہانی وخلعت حیات جاودانی ہے
اور اسکی مزاولت سے باطنی معنی صحابیت سے سرفرازی ہوتی ہے اور امام ہمام محمد بن علی بن الحسین رضی اللہ عنہم نے
فرمایا کہ مرد کے فقہ سے ہے کہ اسکو بصیرت حدیث سے اور اسکی ذکاوت حدیث کے لیے ہو - انتہی مترجما ملخصاً -
پھر احادیث شریف ہم لوگون تک اس سلسلہ سے ہیونچین کہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے تابعین نے اور تابعین رحمہم
اللہ تعالی سے اتباع تابعین نے اور اتباع رحمہم اللہ تعالی نے کتابین مدون کرنی شروع کردین مانند موطا امام مالک
ومسند امام احمد کے اور انہین سے امام بخاری ومسلم واس طبقہ والون نے لیا ہے مگر بلا واسطہ کمتر اور ایک واسطہ
سے اکثر ہین اور بلا واسطہ ثلاثیات بخاری ہین کقولہ فی الصحیح حدثنا المکی بن ابراہیم حدثنا یزید بن ابی عبید
عن سلمۃ بن الاکوع رضی اللہ عنہ اور دیگر قولہ حدثنا الانصاری عن حمید عن انس رضی اللہ عنہ - اور واضح ہو کہ
صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین سب عدل ثقہ ہین تو کبھی ایک راوی کی ثقہ عادل دریافت ہونے پر یقین رہ گیا
جیسے مالک عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ حضرت عبد اللہ بن عمر تو صحابی ہین اور نافع رحمہ اللہ معروف ثقہ عالم
از اولیاء الہی ہین اور مالک امام خود معروف ہین اور ایسے ہی امام مالک کے شاگرد عبد اللہ بن مسلمہ قعنبی وعبد اللہ

بن وہب وعیسی بن عیسیٰ مصمودی ویحیی بکیری وامام محمد شاگرد امام ابوحنیفہ وغیرہم ثقات علماء اولیاء معروفین ہین انھین سے امام بخاری ومسلم وغیرہ نے روایت کی تو ظاہر ہو کہ کسقدر ثقہ اسناد کے ساتھ حدیث کا ثبوت ہی۔ اور عدالت ثقات کو اُس زمانہ پر اصلی معنی پر قیاس کرو اور ہرگز کوئی شخص اسوقت کے حال پر قیاس نہ کرے پس عدالت وہ ملکۂ ایمانی نورانی ہی کہ تمام تقوی وطہارت پر ہو کہ شرک وہر طرح کے گناہون وبدعت سے پاک حتی کہ خلاف مروت کی راہ مین کوئی چیز کھانے وغیرہ سے بھی اجتناب ہو پس وہ لوگ راہ حق مین جان فدا کرنے والے اس عدل مین کامل تھے اور بادشاہون وامراء سے ملنا انکے نزدیک گناہ سخت تھا مگر آنکہ اسکو ہدایت کرین اور حدیث دروغ کہنا یا اسمین تغیر کرنا یہ تو انکے نزدیک گناہ کبیرہ تھا کیونکہ قریب متواتر حدیث مین تمام اس زمانہ مین مشتہر تھا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعدہ من النار۔ جو کوئی جان بوجھ کر مجھپر جھوٹ باندھے وہ دوزخ مین اپنا ٹھکانا سنوارے۔ یہ متواتر ہی اور یہ گناہ ایسا ہی کہ تاقیامت اسکی بدی جھوٹ گھڑنے والے کے نامۂ اعمال مین درج ہوگی اسی واسطے صحابہ رضی اللہ عنہم حدیث بیان کرنے مین انتہاء درجہ کی احتیاط فرماتے اور چونکہ دین سکھلانا انھین پر لازم تھا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کلام کو اپنے امتون کو پہونچانے مین بھی بہت عالی مرتبہ کا وعدہ سنا دیا تھا لہذا بکمال حفظ واحتیاط آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمودہ پاک سناتے تھے اور یہی شان عدالت ان ثقات مین تھی حتی کہ سلطان بخارا نے امام بخاری رح سے درخواست کی کہ میرے لڑکون کو قبول فرماکر میرے مکان پر یا تنہائی مین حدیث شریف تعلیم فرمائیے آپ نے نہ مانا اور تمام مومنون سے یہ خصوصیت کلام رسول اللہ صلعم کی تعلیم مین منظور رنہ کی جیسا کہ معروف ہی۔ پھر راوی مین اس عدل وتقوی کے ساتھ چاہیے کہ حفظ وضبط حدیث اسطرح ہو کہ اُسمین خلل نہ آوے یہ تو عدل ثقہ ضابطہ راوی کی صفت ہی۔ پھر جو شخص ایسا نہو اُسکی روایت قبول نہین ہی اور وہ پانچ عیب ہین اول کذب پس اگر کبھی حدیث مین عمداً جھوٹ بولا تو روایت قبول نہین۔ دوم اتہام کذب سوجب بیان کیا جاوے کہ یہ شخص زبان سے جھوٹ بولا ہی اگرچہ حدیث مین نہ بولا ہو اُسکی حدیث قبول نہین۔ سوم فسق یعنی ارتکاب گناہ۔ چہارم جہالت کہ مجہول سے روایت ہو۔ پنجم بدعت یعنی معتزلہ وخوارج وروافض وجبریہ کیطرح نیا اعتقاد لگالا ہو۔ پھر جہالت مین اگر تابعی ثقہ نے کہا کہ مجھسے ایک صحابی نے حدیث فرمائی تو کچھ ضرر نہین کیونکہ صحابہ سب عادل ثقہ ہین۔ واضح ہو کہ کبھی عادل ثقہ کے ضبط مین نقصان ہوتا ہی مثلاً وہم ونسیان وغفلت سے سہو ہوجاتا ہی تو دوبارہ اُس سے استدراک ہو کر یا دوسرے ضابطہ راوی سے وہم دور ہوجاتا ہی۔ بالجملہ اس معنی کے لحاظ سے ثقات عادل ضابطہ راویون مین فرق ہی بعض ائمہ علماء اولیاء تو کامل ثقہ عادل اور تمام حفظ وضبط پر ہین احادیث لاکھون اُنکو ایسی یاد جیسے سورۂ قل ہو اللہ احد اور بعض کچھ اُنسے کم ہین۔ پھر جس مین سہول وغفلت زیادہ ہوئی اُسکی روایت چھوڑ دیتے ہین اور جسمین کم ہوئی اُسکی روایت بھی بدون تائید نہین قوی ہی مولانا الشیخ عبد العزیز دہلوی رح کے عجالہ مین ہی کہ دو باتون مین توجہ ضرور ہی ایک ملاحظہ حال راویون کا دوم معانی حدیث کا۔ سو زمانہ تابعین واتباع سے زمانہ بخاری ومسلم تک یہ شان عجیب تھی

کہ ہر شہر و ہر زمانہ مین راویون کے حال سے بحث و تفتیش کرتے تھے جسمین بے دیانتی یا دروغ یا کمی حفظ کی کچھ بو بھی
پاتے تھے اُسکی حدیث کو قبول نکرتے تھے لہذا اسماء الرجال یعنی رواۃ کے حالات مین کتابین بڑی بڑی مبسوط
لکھی ہوئی ہین اور یا اب تو اِس زمانہ مین اور ہی رنگ ہے لہذا چاہیے کہ جو کتابین خالص صحیح احادیث کی ہین اُنکو علیحدہ
رکھے اور اُنکے بعد جو کتابین ایسی ہین کہ اُنکی احادیث بھی لائق حجت ہین اُنکو بھی جدا رکھے پھر اُنکے بعد جو کتابین بیان
احادیث مین ہین کہ درحقیقت اُنکو ترک کرنا چاہیے تو اُنکو ایک طرف رکھے تاکہ اُس تخلیط کے درطہ مین نہ پڑے اور
پچھلے بہت سے محدثین کے ہاتھ سے یہ تمیز جاتی رہی تو غیر معتبر کتابون سے لیکر سلف سے خلاف کرنے لگے۔ انتہی مترجما
بالجملہ سابق مین مذکور ہوا کہ طبقہ اتباع مثل امام مالک و احمد و ابو داؤد طیالسی وغیرہم بلکہ تابعین مانند محمد بن اسحق وغیرہ
نے تصنیف شروع کردی اور مثلاً موطاء امام مالک بکثرت شائع ہوگئی تو وہ اسناد قوی صحیح تو ظاہر ہے اور کتاب بھی متواتر
ہے ایسی ہی صحیح امام بخاری وجو اِس طبقہ مین تھے بوجہ کتاب کے تواتر و شہرت کے صحیح الاسناد اب تک ہین ولیکن اِن
بزرگون کے طبقہ کے بعد دوسرے یا تیسرے طبقہ مین لوگون نے اپنے اسانید سے احادیث علاوہ اِن صحاح طبقہ
قدیمین کے روایت کین اور اِنہین راویون کے ثقہ وغیر ثقہ وغیرہ ہونے مین دقت و پریشانی ہوئی ہے اور اِنہین کے
راویون کی جرح و تعدیل مین تطویل ہے ورنہ مثلاً صحاح کے راویون مین یہ کیفیت نہین ہے اور ہم پہلے یہان مختصر حال اصحاب
صحاح کا بیان کردین پھر اِنکی کتابون کے بعد دوسری کتابون کا ذکر کرین۔ از تیسیر الوصول امام مالک بن اُنس مصنف
موطاء امام مدینہ ولادت ۹۳ھ ہجری و وفات ۱۷۹ھ ہجری امام اہل حجاز بلکہ امام جہان ہین اور یہی فخر کافی کہ امام شافعی
آپ کے شاگرد ہین اول و امام محمد بھی آپ کے شاگرد ہین آپ نے ائمہ تابعین مانند ابن شہاب الزہری و یحییٰ بن سعید
انصاری و نافع وغیرہم سے اخذ کیا اور آپ سے ائمہ علماء مانند شافعی و محمد و عبد العزیز بن ابی حازم نے و عبد اللہ
بن مسلمہ و یحییٰ بن یحییٰ بکیری و اصبغ بن الفرج وغیرہم بے شمار مخلوق نے حاصل کیا اور آپ تعظیم حدیث رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم مین بہت مبالغہ کرتے اور مدینہ کو ہرگز نہ چھوڑتے اور کبھی سوار ہوکر خاک مدینہ پر نہ چلے اور شہر سے
باہر قضاے حاجت کو جاتے اور کہتے کہ مین اللہ تعالی سے شرم کرتا ہون کہ اِس خاک پاک پر سوار چلون جس مین
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہین اور عالم المدینہ کے نام سے جو حدیث صحیح آئی ہے۔ عبد الرزاق و سفیان بن عیینہ و شیوخ
بخاری و مسلم سے ہین اُسکو امام مالک کی بشارت پر محمول کیا ہے۔ یحییٰ القطان نے فرمایا کہ مالک سے اصح حدیث مین
کوئی نہین ہے امام شافعی رح نے کہا کہ علماء کے ذکر مین مالک رح ستارہ ہین۔ مناقب امام مالک رح بے شمار ہین۔ انتہی ملخصاً
امام احمد رح شاگرد امام شافعی فقہ مین اور حدیث کو بہت سے شیوخ سے روایت کیا اور فضائل بے شمار ہین اور سید عبد القادر
جیلانی رح آخر مین انہین کے مذہب پر ہوگئے تھے اور آپ کی کتاب حدیث مسند احمد معروف ہے۔ وفی تیسیر الوصول
وغیرہ۔ امام بخاری محمد بن اسمٰعیل امام ائمہ حدیث ولادت ۱۹۴ھ ہجری و وفات ۲۵۶ھ ہجری حفظ و اتقان و نقد حدیث
مین امت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین آپ معجزہ تھے۔ بچپن مین قریب نابینا تھے اُنکی والدہ ماجدہ کو اِسکا رنج
رہتا ایک روز خواب مین حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا کہ تیرے بیٹے کی آنکھین اللہ تعالی نے روشن کردین

صحیح کو دیکھا تو درحقیقت یہی ہوا - آپ نے طلب حدیث میں دور دراز سفر کیے اور مکی بن ابراہیم و فضل بن دکین و امام احمد و یحیی بن معین و علی بن المدینی وغیرہم بہت سے ائمہ ثقات حفاظ سے روایت کی اور کتاب صحیح البخاری کو چھ لاکھ حدیث کے قریب سے انتخاب کیا اور ہر حدیث پر دو رکعت نماز پڑھکر مدینہ میں درمیان مزار سید الابرار صلی اللہ علیہ وسلم و منبر شریف کے روضہ فردوس میں جمع فرمایا اور شیخ ثقہ فربری نے بیان کیا کہ امام بخاری کے صحیح کو اُنسے حیات میں نوّے ہزار آدمیوں نے سُنا اور مناقب آپ کے مطولات میں بہت مذکور ہیں - امام مسلم بن الحجاج قشیری ۲۰۴ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۶۱ھ میں وفات پائی اور صحت و اتقان و شرائط میں مقدم ہیں خطیب بغدادی رح نے کہا کہ امام مسلم نے امام بخاری کی تبعیت کی - بالجملہ قریب بخاری کے ہیں کتاب صحیح مسلم معروف ہے - اقول مولانا الشیخ ولی اللہ رح نے شرح موطا میں لکھا جسکا خلاصہ یہ ہے کہ امام شافعی وغیرہ نے کہا کہ بعد کتاب اللہ کے اصح الکتب موطا ہے - پھر جب صحیح بخاری و صحیح مسلم کا وجود ہوا تو موطا گویا صحیحین کے لیے اصل ہے پھر مومنون کا اجماع ہوا کہ اصح الکتب بعد قرآن کے صحیح بخاری پھر صحیح مسلم ہیں - امام ابو داؤد سلیمان بن الاشعث الازدی حدیث کو شیوخ امام بخاری و مسلم سے لیا اور انسے امام نسائی و بیشمار مخلوق نے لیا - انہوں نے اپنی کتاب سنن کو امام احمد کے سامنے پیش کیا تو انہوں نے تحسین فرمائی - آپ نے کہا کہ میں نے پانچ لاکھ حدیث سے انتخاب کر کے اس کتاب میں احادیث صحیح و قریب صحیح کے لکھی ہیں اور نہایت پرہیزگار و متقی تھے ۲۷۵ھ ہجری میں انتقال فرمایا - امام ترمذی محمد بن عیسی امام حافظ ہیں امام بخاری و انکے شیوخ سے اخذ کیا اور آپ سے بکثرت لوگوں نے لیا اور آپ کی تصانیف بہت ہیں آپ نے کہا کہ میری یہ کتاب یعنی جامع ترمذی جسکے گھر میں ہو گویا اسمیں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں - شان الٰہی میں عظمت و کبریا میں اسقدر روتے کہ آنکھوں کے آنسوؤں سے چہرہ پر زخم ہوگئے تھے ۲۷۹ھ میں انتقال فرمایا - امام نسائی احمد بن شعیب ۲۱۵ھ میں پیدا ہوئے اور ۳۰۳ھ ہجری میں مکہ میں وفات پائی - و مولانا الشیخ عبد العزیز دہلوی نے لکھا کہ مناقب امیر المومنین میں ہزار رسالہ لکھا تو ناصبی شام عداوت سے انکو دمشق میں شہید کیا واللہ اعلم - امام حافظ متقن ہیں شیوخ ابو داؤد وغیرہ سے اخذ کیا اور سنن کبری آپ کا معروف ہے اور بہت کتابیں ہیں اور اپنے زمانہ میں مقدم تھے اور مناقب جلیلہ رکھتے ہیں - اسقدر نمونہ ان ائمہ حفاظ کا بیان ہوا اور انکے فضائل و مناقب کی کتابیں ہیں جنمیں ثقات کی روایات سے بسط و توضیح کے ساتھ تذکرہ ہے -

پھر واضح ہو کہ مولانا الشیخ ولی اللہ رحمہ اللہ نے کتب حدیث کے بارہ میں نفیس توضیح فرمائی جسکا خلاصہ یہ ہے کہ کتب احادیث میں تین امور پر مدار ہے صحت و شہرت و قبول - پس صحت یہ کہ مصنف احادیث صحیحہ یا حسنہ لاوے و سوائے اسکے بلا بیان نہ لاوے اور شہرت یہ کہ ہر زمانہ و طبقہ میں اہل حدیث اسکی روایت و ضبط وغیرہ میں مشغول ہوتے آئے اور قبول یہ کہ حفاظ و پرکھنے والے حدیث کے اُسوقت میں اسکی شان پر بدون اعتراض کے اثبات و قبول کریں اور فقہا ان احادیث سے تمسک کریں - اقول یعنی اگر انمیں سے کوئی بات نہو تو اعتبار نہوگا مثلاً صحیح ابن حبان اگرچہ صحیح ہے لیکن مشہور بتشدد اول نہیں ہے اور مشہور صحیح حاکم کو شیخ ذہبی وغیرہ نے نہ مانا فافہم پھر فرمایا پس ان صفات سے کتب حدیث کے تین طبقہ ہیں - طبقہ اولی میں موطا و صحیح بخاری و صحیح مسلم تین کتابیں

ہین کہ ہزارون ولاکھون علمار نے روایت کیا اور ہمیشہ اُنکے ضبط وتذئیل مین رہے اور جمیع علماے اسلام ان کتابون کے خادم رہے - بالجملہ اِن تین کتابون کی احادیث اصح ہین ولیکن صحیحین نے موطا کی احادیث مرفوع کو جمع کر لیا اگرچہ آثار صحابہ وتابعین موطار مین زیادہ ہین - طبقہ دوم وہ کتب جو اِن تین صفات مذکورہ مین صحیحین کے درجہ پر نہین پہونچین لیکن صحیحین کے قریب ہین اور وہ جامع ترمذی وسنن ابو داؤد اور سنن کبری از نسائی ہین انکے مصنفین ائمہ ثقات عدل حفاظ متقن ہین اور علماے اسلام مین مشہور ہین یہی چھہ صحاح ستہ ہین اور ابن الاثیر نے جامع الاصول مین انھین چھہ کتاب کو جمع کیا ہو - اور میرے نزدیک مسند امام احمد بھی اسی طبقہ مین ہو علماے حدیث وفقہ نے اسکو اپنا پیشوا بنا لیا ہو لیکن مسند امام احمد مین ضعیف احادیث بہت ہین جنکا ضعف بیان نہین کیا گیا پھر بھی مسند مذکور کی ضعیف حدیثین ان احادیث سے بہتر ہین جنکی متاخرین تصحیح کرتے ہین - یون ہی سنن ابن ماجہ بھی اسی طبقہ مین شمار ہو سکتا ہو اگرچہ اسکی بعض احادیث بہت ہی ضعیف ہین اقول بلکہ بعض کو موضوع کہا گیا؟ طبقۂ ثالثہ وہ کتب احادیث ہین جلکو امام بخاری ومسلم سے اگلے علمار یا اُنکے ہمعصر یا لاحقین نے اسناد کیا اور یہ ائمہ مصنفین اگرچہ خود عدل حفظ واتقان وعلوم حدیث مین متبحر تھے لیکن اپنی تصانیف مین التزام صحت نہین کیا تو احادیث صحیح وحسن ضعیف بلکہ متہم موضوع بھی اِنمین موجود ہین اور راوی مجہول تک ہین اور اکثر احادیث فقہار وعلمار کی معمول نہین ہین بلکہ اجماع اِنکے برخلاف منعقد ہوا ہو پھر ان کتابون مین بعض سے بعض کو قوت ہو اور وہ کتابین یہ ہین مسند شافعی ومصنف عبد الرزاق ومصنف ابوبکر بن ابی شیبہ ومسند ابی داؤد طیالسی ومسند دارمی ومسند ابو یعلی موصلی وسنن ابن ماجہ ومسند عبد بن حمید وسنن دارقطنی وصحیح ابن حبان ومستدرک حاکم وکتب بیہقی وکتب طحاوی وتصانیف طبرانی - تحال ترجم دملی نہا انکی جو حدیث تنقید حال کے بعد صحت کو پہونچی وہ حجت ہونا چاہیے صرف اتنی بات ضرور ہو کہ یہ کتابین متداول رہی ہون ولیکن بعض انمین سے متداول نہین رہین اور ہمارے وقت مین مسند امام احمد بھی اس دیار مین متداول نہین ہو - طبقہ رابعہ وہ احادیث ہین کہ قرون سابقہ مین اُنکا نام ونشان معلوم نہ تھا اور پچھلون نے انکو روایت کیا تو دو حال سے خالی نہین یا تو اگلون نے تفحص سے اُنکی کچھ اصل نہ پائی یا چھوڑ دیا بوجہ قدح وعلت کے جو باعث ترک ہو بہر تقدیر یہ احادیث اِس قابل نہین کہ اِنسے کوئی عقیدہ یا عمل ثابت کیا جاوے ولیکن بہت سے محدثین کی راہ ان کتابون نے ماری کہ اِنسے کثرت طرق دیکھکر مغرور ہو گئے اور انکو متواتر قرار دیا اور قطعی امور کو انسے ثابت کیا اور احادیث طبقہ اولی وثانیہ وثالثہ کے برخلاف اس طبقہ رابعہ کی روایتون سے ایک جدید مذہب نکالا اور ایسی کتابین بہت ہین اِنمین سے چند یہ ہین کتاب الضعفار ابن حبان وتصانیف حاکم وکتاب الضعفار عقیلی وکتاب کامل از ابن عدی وتصانیف ابن مردویہ وتصانیف خطیب بغدادی وتصانیف ابن شاہین وتفسیر ابن جریر وفردوس وغیرہ از دیلمی وتصانیف ابونعیم وتصانیف جوزقانی وتصانیف ابن عساکر وتصانیف ابو الشیخ وتصانیف ابن النجار وغیرہ - ان کتابون مین احادیث موضوعہ وضعیفہ اکثر مناقب یا معائب وتفسیر وغیرہ مین واقع ہوئی ہین وتواریخ وذکر بنی اسرائیل وقصص الانبیار مین اور ذکر شہرون وکھانون وحیوانات مین اور طب وگنڈے تعویذ

و عزائم و دعا، و ثواب نوافل وغیرہ مین یہی حال ہی- شیخ ابن الجوزی رح نے غالب احادیث ان کتب کو موضوعات مین
بدلیل و براہین داخل کیا و مجروح و مطعون کردیا اور کتاب تنزیہ الشریعہ ان احادیث کے غوائل دفع کرنے کو کافی ہی اور
شیخ جلال الدین سیوطی رح کا مایہ تصانیف یہی احادیث ہین مع ہذا اگر تحقیق منظور ہو تو میزان الضعفاء ذہبی و لسان المیزان
ابن حجر رح ان کتابون کے اسماء رجال کے کام آتی ہین- قال المترجم واضح ہو کہ جو اسناد انکی مجروح ہو وہ کثرت طرق سے
قوت نہ پاوین اور جو اسناد حسن ہو وہ علل دیگر سے خالی ہونا چاہیے اور جو اسناد خلل سے خالی ہو وہ صحاح طبقہ اول و دوم
کی کسی حدیث مین تغیر دینے والی نہو اور نہ اس سے تغیر دیا جاوے واللہ تعالی اعلم- و شیخ عبد الحق رح کے مقدمہ مین
ہی کہ جمہور محدثین کے نزدیک صحیح بخاری اصح ہونے مین مقدم ہی باقی کتب حدیث پر- اور صحت و قوت مین کوئی کتاب
صحیح بخاری کے برابر نہین بدلیل آنکہ صحت مین جو کمالی صفات معتبر ہین سب اسکے رجال مین موجود ہین اور جس حدیث
پر بخاری و مسلم دونون متفق ہین وہ حدیث متفق علیہ کہلاتی ہی اور جمہور محدثین کے نزدیک یہ حدیث سب سے مقدم
پھر جو تنہا صحیح بخاری مین پھر جو تنہا صحیح مسلم مین پھر جو حدیث صحاح معتمد مین بر شرط بخاری و مسلم ہو پھر جو بشرط بخاری پھر جو
بشرط مسلم ہو پھر جو سواے ان دونون شیخین کے دوسرے ائمہ کی شرط پر ہو جنھون نے تصحیح کا التزام کیا ہی- اور شیخ رح
کے مقدمہ مین ہی کہ امام بخاری و مسلم نے تمام صحاح کا استیعاب نہین کیا بلکہ خود اُسکی تصریح کردی ہی کہ بہت سے صحاح ہمنے
چھوڑ دین ولیکن ضرور ہی کہ انکو چھوڑنے مین اور انکو لانے مین تخصیص و ترجیح ہوگی- پھر مستدرک حاکم و صحیح ابن خزیمہ
و صحیح ابن حبان کا ذکر کیا اور لکھا کہ کہتے ہین کہ ابن خزیمہ و ابن حبان بہ نسبت حاکم کے امکن و اقوی و اشد و الطف ہین اور
مختارہ حافظ ضیاء مقدسی بھی احسن از مستدرک ہی اور جیسے صحیح ابو عوانہ و ابن السکن و منتقی ابن جارود کہ مخصوص بصحاح
ہین لیکن ایک جماعت محدثین نے ان کتابون پر تنقید کی ہی

فصل مرفوع وہ حدیث کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو مثلاً آپ نے کہا یا کیا یا مقرر رکھا- اور اگر کوئی بات قیاس
و اجتہاد سے باہر کوئی صحابی بیان کرے تو وہ حکم مین مرفوع ہی کیونکہ خواہ مخواہ وہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنکر بیان
کی ہی- **موقوف** جو صحابی تک ہو مثلاً ابن عباس نے کہا یا کیا- **مقطوع** جو تابعی پر موقوف ہو پھر واضح ہو کہ اگر اسناد
جہان تک چاہیے اول سے آخر تک اتصال کے ساتھ ہو تو حدیث **متصل** ہی خواہ مرفوع ہی یا موقوف ہو- اور اگر مثلاً
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک مرفوع حدیث کی اسناد متصل چاہیے مگر درمیان سے کوئی راوی ساقط ہی جیسے تابعی نے
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک مرفوع کی تو حدیث **منقطع** ہی پھر اگر انقطاع اول اسناد سے ہو اگرچہ سب سند ساقط ہو وہ
معلق ہی اور صحیح بخاری کی تعلیقات سب صحیح ہین اور اگر انقطاع آخر اسناد مین بعد تابعی کے ہی تو حدیث **مرسل** ہی-
شیخ رح نے لکھا کہ حدیث مرسل کا حکم یہ ہی کہ جمہور علماء کے نزدیک توقف کیا جاوے کیونکہ تابعی اکثر دوسرے تابعی سے
روایت کرتا ہی تو معلوم نہین کہ درمیان سے جو ساقط ہی وہ ثقہ ہی یا نہین کیونکہ تابعین مین بعضے غیر ثقہ بھی ہین- امام ابو حنیفہ
و مالک کے نزدیک مطلقاً مقبول ہی کیونکہ یہ ثقہ شخص جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کرتا ہی پس اگر اسکو کمال
وثوق نہوتا تو ہرگز ایسا نہ کرتا- امام شافعی کے نزدیک اگر دوسری جہت سے قوت پہونچے تو قبول ہی اور امام احمد سے

دو قول ہین ایک مین قبول اور دوم مین نہین قبول ہو - اگر راوی حدیث سے متن حدیث یا اسناد مین تقدیم یا تاخیر یا زیادت یا نقصان یا تغیر وغیرہ سے اختلاف ہوگیا تو حدیث **مضطرب** ہو - اگر راوی نے حدیث کے ساتھ اپنا کلام ایسی طرح بول دیا کہ خلط ہوگیا تو مدرج ہو - اگر راوی کسی غرض سے اپنے شیخ کا نام نہ لے اور اوپر کے شیخ سے بیان کرے ایسے طور پر کہ شبہ ہو کہ اُس سے سُنا ہو تو یہ راوی مُدلّس ہو پھر اگر بغرض فاسد ہو تو یہ فعل حرام و حدیث اسکی معتبر نہین اور اگر غرض فاسد نہو تو بھی کروہ لیکن اگر یہ ثابت ہوا کہ فقط ثقہ سے تدلیس کیا کرتا ہو تو حدیث لے لیجاوے - پھر عن فلان عن فلان مین تدلیس کا شبہ ہوتا ہو تو راوی مدلس کا اسطرح کہنا قبول نہوگا - ثقہ راویون مین سے ثقات نے ایک طرح روایت کی اور ایک نے خلاف کیا تو ثقات کی روایت کو ترجیح اور وہ **محفوظ** کہلاتی ہو اور فرد کی روایت مرجوح **شاذ** ہو - پھر واضح ہو کہ کبھی اسناد ٹھیک معلوم ہوتی ہو ولیکن ائمہ نقاد متبحرین کے نزدیک اسمین ایک علت یا کئی علتین مخفی ہوتی ہین کہ جس سے صحت نہین ہوتی اور اسکو حذاق کبار و نقاد متبحرین پاتے ہین تو حدیث **معلل** ہو - ایک حدیث ایک صحابی سے روایت کی اور دوسرے راوی نے بھی موافق اسکے اُسی سے روایت کی تو **متابع** ہو اور اگر دوسرے سے روایت کی تو **شاہد** ہو - اگر راوی نے کہا کہ مجھے ایک عادل یا ثقہ نے خبر دی پس اگر صحابی کو کہا تو مقبول ہو اور اگر سواے صحابی کے کہا تو کہنے والا اگر عالم حاذق ہو تو بھی لائق قبول ہو ورنہ صحیح یہ کہ قبول نہین ہو نام اسکا **مبہم** ہو - واضح ہو کہ اعلیٰ صحت کے اسانید اہل بیت نبوت رضی اللہ عنہم مین زین العابدین علی بن الحسین عن ابیہ الحسین بن علی عن ابیہ علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ - یعنی علی بن الحسین عن ابیہ عن جدہ - اور غیر دن مین مالک عن نافع عن ابن عمر یا زہری عن سالم عن ابن عمر اور سیوطی رح نے تدریب شرح تقریب نووی مین طول کلام کیا ہو مین نے مختار واصح یہان ترجمہ کر دیا اور اسانید بہت سے صحیح ہین

فصل موضوع حدیث سے کسی طرح استدلال ہو حرام ہو سواے اسکی تردید کے ذکر نہ کیجاوے - ضعیف حدیث سے کچھ ثابت نہین ہوتا مگر جو عمل شرع مین ثابت ہو اُسکی فضیلت بیان کرنا ضعیف سے جائز رکھا گیا ہو - باقی رہی لائق احتجاج و استدلال کے حدیث صحیح یا حدیث حسن ہو - پھر صحیح حدیث ایک راوی ثقہ کامل سے ہو تو غریب نام اور اگر ایسے دو راوی ہین تو عزیز نام ہو - اور اکثر احادیث صحیح بخاری اسی قسم کی قوت پر ہین اور اگر دو سے زیادہ ہون تو حدیث مشہور ہو اور بسا اوقات صحیحین یا ایک صحیح مین ان دونون کے اسانید علیحدہ اور مسند احمد یا اورون کے اسانید سے بہت سی حادیث برتبہ مشہور ہین - پھر اگر راوی اسکے مشہور سے بھی زیادہ اس کثرت سے ہون کہ توافق بکذب ممکن نہو تو متواتر قطعی ہو **بالجملہ** احکام ثابت کرنے مین حدیث صحیح سے حجت بر اتفاق ہو اور ایسی ہی حدیث حسن عامہ علماء کے نزدیک حجت ہو اور وہ ملحق بصحیح ہو احتجاج مین اگرچہ رتبہ مین کم ہو اور اگر ضعیف حدیث کے راوی صدق و دیانت مین معروف ہون لیکن انکے حفظ مین خرابی ہو یا بھولے بھالے ہون کہ ہر کس و ناکس کی بات سُن لیتے و باور کر لیتے ہون اور قولہ تعالیٰ ان جاءکم فاسق بنبأ فتبینوا - کے موافق خبر کو پرکھتے نہون تو جب کثرت طرق و اسانید سے انکے خبر کی بھی تقویت ہو جاوے تو وہ بھی بعض کے نزدیک حجت ہو اور اگر ان راویون مین کذب وغیرہ کا شبہ ہو تو کثرت طرق مفید نہین ہو اور بعض ائمہ نے مطلقاً کثرت طرق سے حجت ہو جانا صریح تسلیم کیا ہو -

فصل اگر امام تخریج کرنیوالے مثلاً امام بخاری یا مسلم یا ترمذی وغیرہ نے کسی حدیث کی نسبت صحیح یا حسن یا ضعیف کہا تو
شیخ ابن الصلاح سے منقول ہو کہ پچھلے لوگون کی جرح وتعدیل مفید نہین ہو اور اکثرون نے اس سے انکار کیا۔ والحق
یہ کہ اگر امام جلیل القدر مثل بخاری رح کے متن کو معلول تبلادے تو توثیق غیر مفید اور اگر کسی اسناد مین جرح کرے تو بھی
اسناد معلول و توثیق غیر مفید مگر آنکہ دوسری اسناد ہو اور اگر تعدیل کرے تو جرح مین گنجایش ہوسکتی ہو واللہ تعالی عالم۔
قاعدہ اگر دو حدیثین متعارض ہون تو انکے معانی دریافت کرکے توفیق دیجاوے اور اگر معانی مین توفیق ممکن نہو تو
ترجیح دیجاوے اور اسباب ترجیح کے انواع واقسام ہین مثلاً ایک کے معنی مؤید بآیہ ہون یا بہ حدیث دیگر یا مؤید بمذہب
جمہور ہون یا ایک کے اسناد بشرط بخاری ومسلم ہو اور دوم انکی شرط پر نہو یا ایک کی اسناد بہ نسبت دوم کے قوی ہو ومانند اسکے
اور اصول فقہ حنفیہ مین متاخرین کی راے مین راوی کے فقہ سے ترجیح ہوتی ہو۔ فائدہ مولانا شیخ المشائخ عبد العزیز الدہلوی رح
نے معرفت وضع حدیث مین امور متین لکھے جنکا خلاصہ انتخاب یہ ہو کہ علامات وضع حدیث وکذب راوی چند امور ہین ازانجملہ
تاریخ مشہور سے مخالف جیسے جنگ جمل مین عبد اللہ بن مسعود کا ہونا حالانکہ آپ بہت پہلے انتقال کر چکے۔ ازانجملہ رافضی
یا خارجی مطاعن خلفا مین منفرد راوی ہو۔ ازانجملہ قرینہ ظاہر ہو جیسے غیاث بن میمون نے مہدی خلیفہ کی کبوتر بازی کے
بارہ مین روایت وضع کردی۔ ازانجملہ خلاف عقل وقواعد شرع ہو۔ ازانجملہ ایسا امر کہ اگر ہوتا تو لاکھون روایت کرتے جیسے
آج جمعہ کے روز خطیب کو منبر پر قتل کرکے کھال کھینچی گئی۔ ازانجملہ لفظ ومعنی رکیک خلاف شان نبوت ہون۔ ازانجملہ
صغیرہ گناہ پر افراط عذاب یا ایسی ہی قلیل نیکی پر افراط ثواب مانند دو رکعت نفل پر ثواب حج وعمرہ یا ثواب ستر انبیاء
وغیر ذلک۔ ازانجملہ بنانیوالے نے اقرار کیا جیسے وہ فضائل ہر سورہ کے جو کشاف وبیضاوی مین ہین کہ نوح بن ابی عصمہ نے
انکو وضع کیا اور جب اس سے اسناد کا مواخذہ ہوا تو اقرار کیا کہ لوگ تلاوت قرآن سے غافل اور تواریخ وسیرت
اور فقہ ابی حنیفہ مین شاغل تھے تو مین نے ترغیب کے لیے بنائین۔ واضح ہو کہ وضاعین بہت گذرے ایک زنادقہ
جنکی چودہ ہزار بنائی ہوئی باتین مشہور ہوئین۔ دوم اہل بدعت وہوا ہین سے روافض وناصبی وکرامیہ نے بہت ہی کثرت
سے بنائی ہین اور معتزلہ وزیدیہ وغیرہ انکے برابر مرتکب نہین ہوئے۔ سوم واعظین نے بنائین۔ چہارم بعضے صوفیہ نے خواب
مین حضرت صلی علیہ وسلم یا ائمہ اطہار سے کچھ سنا اور خواب پر جزم کرکے ایسے طور پر بیان کیا کہ گویا حدیث پہونچی ہو
کیونکہ مذاق حدیث سے غافل تھے جیسے ابو عبد الرحمن السلمی ودیگر صوفیہ کہ انکی باتون کو اعتبار سے خارج کیا گیا۔
ازانجملہ فرقہ جس نے عمداً نہین بنایا اور نہ قصد کیا مگر کسی تجربہ کار یا صوفی یا حکیم سے کوئی بات سنی اور غفلت سے گمان
کیا کہ ایسا خوب کلام سواے پیغمبر کے کس سے ہوگا پس حدیث بیان کردیا اور اسکی حد ونہایت نہین رہی اور کثرت سے
عوام اسمین مبتلا ہوگئے ہین واللہ تعالی ہو الموفق والعاصم۔ اور اب مین ترجمہ کتاب مستطاب ہدایہ شروع کرتا ہون
واللہ ربی ارحم الراحمین اسالہ ان یوفقنی للصواب والسداد ویعصمنی من الخطاء والخلل وہو ربی حسبی نعم المولی ونعم الوکیل

ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العزیز الحکیم

فہرست کبیر عینی الہدایہ جلد اول

ہو

۱۰۲۰

چونکہ فہرست مین جمیع مسائل ودلائل کا لانا طوالت کثیر بلکہ غیر ممکن تھا لہذا جس باب سے متعلق اصل مسئلہ تھا اشارہ کیا گیا اور جب کسی مسئلہ کی ضرورت ہو اُسی باب کے مسائل سے تلاش کرکے استخراج کرنا چاہیے اور دلائل پر اصول و فروع کے آگاہی کے ساتھ غور کرنا چاہیے کیونکہ جو شخص غور سے ایسے دلائل سمجھ لے وہ فقہ مین ماہر ہو سکتا ہے اور بہت سے مسائل متعلق آداب واخلاق جلد چہارم مین ہین وہان سے ملینگے اور اُسمین بھی انشاء اللہ تعالی فہرست ضروریات شامل ہوگی فقط +

اِذَا اَرَادَ اللّٰہُ بِعَبْدٍ خَیْراً یُفَقِّہْہُ فِی الدِّیْنِ

الحمد للہ والمنہ کہ فقہ الحنفیہ میں کتاب جامع دار و مستند علیہ علماء عامۃ بلاد اسلام مثل بخارا و بلخ و کابل و ما وراء النہر و ہندوستان و عرب و روم و شام یعنی الہدایہ کا ترجمہ

مسمّٰی بہ

عین الہدایہ

جلد اول

مدلل بطریقہ استنباط و آیات و احادیث از اصول و اعتبارات فروع مع تذییل مسائل فتوی بہ بلا انتہا جامع فروع و اصول حاوی منقول و معقول مولانا السید امیر علی مترجم فتاوی عالمگیری نے نہج ...

قانونی کتب خانہ ○ کچہری روڈ ○ لاہور

من یرد اللہ ان یہدیہ یشرح صدرہ للاسلام
الحمد کہ مقدمہ جامع الدر حسین ترجمہ فقہ اکبر مع کتاب الوصیۃ امام ہمام ابو حنیفہ مع زوائد شرح و فوائد نسفے متعلق عقائد اصول ایمان اور فصول متعلق قواعد فروع اجتہاد و اعمال ارکان میں سمّیٰ
عین الہدایہ مقدمہ
یعنے ترجمہ کتاب الہدایہ جو کہ مسائل اصل مذہب کے ساتھ مسائل مفتی بہا کو جامع بکمال تحقیق باب تدقیق احادیث مطبع کے جانب سے عالم اجل مولینا امیر علی صاحب مترجم فتاوی عالمگیری نے تالیف ترجمہ فرمایا ہے
قانونی کتب خانہ ○ کچہری روڈ ○ لاہور